واصف علی واصف

واصف علی واصف

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱- اے، جوہر ٹاؤن - لاہور

نام کتاب .... گفتگو۔۵

مصنف .... واصف علی واصف

سال اشاعت ۲۰۰۰ء

تعداد ۱۱۰۰

ٹائیٹل .... فرح زیبا

قیمت .... Rs 200

سینے میں اگر سوز سلامت ہو تو خود ہی
اشعار میں ڈھل جاتی ہے افکار کی صورت
(واصف علی واصفؒ)

فہرست

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

(ا)

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

(۳)

(۴)

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

(۶)

(۷)

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

(۸)

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

عرضِ ناشر

واصف صاحبؒ کے پاس آنے والا ہر شخص ایک سوال ہوا کرتا تھا اور وہ اس سوال کا جواب ہوتے تھے۔ سوال کے جواب سے اس شخص کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا تھا اور اسے زندگی میں ایک نیا راستہ بھی مل جاتا تھا۔ آج بھی جب سوال جواب کا یہ تذکرہ ہوتا ہے تو بہت سے لوگوں کو اپنے اندر موجود بے شمار سوالوں کے جواب ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ سوال ایک عرصہ سے لوگوں کے دلوں میں موجود تھے مگر وہ اپنا جواب نہ پا سکے تھے۔ واصف صاحبؒ نے سوالوں کے جواب دینے میں جو سادہ مگر پُرتاثیر زبان استعمال کی ہے' اس فن میں وہ یکتا تھے۔ اس اسلوب سے یہ فائدہ ہوا ہے کہ ان کی دانائی بھری باتوں نے ایک وسیع حلقے کو متاثر کیا ہے جس میں ایک عام انسان سے لے کر بڑے اہلِ دانش سبھی شامل ہیں۔ ان کی فکر میں وہ طاقت ہے کہ زمانہ بدلنے کے باوجود وہ اسی طرح تازہ اور مؤثر رہے گی۔

ان کی اسی فکر اور گفتگو کے انہی احوال پر مبنی چار کتابیں پیش کی جا چکی ہیں جنہیں وہی پذیرائی حاصل ہوئی ہے جو کہ واصف صاحبؒ کی دوسری کتابوں کا خاصہ تھی۔ اب اس سلسلے کی پانچویں کاوش پیش کی جا رہی ہے' اس خواہش کے ساتھ کہ یہ امانت اپنے منتظر ہاتھوں میں جلد از جلد پہنچ جائے۔

اور سوال پوچھو.....

"اب آپ لوگ اور سوال کریں ---- آپ سوال پوچھتے ہیں تو پھر اللہ کا رحم ہو جاتا ہے اور جواب آ جاتا ہے۔ آپ اگر Sincerely کوئی سوال کرو تو پھر اس کا صحیح جواب آ جاتا ہے۔ جواب کہاں سے آتا ہے؟ وہیں سے جہاں سے سارے سوالوں کے جواب آتے ہیں۔ نہ تو یہ جواب کتابوں سے پڑھے ہوئے ہیں اور نہ آپ گھر سے سوال تیار کر کے آتے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا سوال آ جائے۔ گھر سے ہم لوگ ایک ہی فضل کی تلاش میں آتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ یا اللہ تُو مہربانی کر! میں یہ نہیں کہتا کہ میں جانتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کوئی بھی کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے پاس تو اتنا علم ہے جتنا اللہ نے بتایا' وہی علیم اور حکیم ہے' اسی کے پاس علم ہے اور اسی کے پاس حکمت ہے اور ہم اس میں سے بہت قلیل جانتے ہیں۔ ہمارے پاس صرف وہی علم ہے جتنا اس نے ہمیں دیا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم "پاک ہے وہ ذات اور ہمارے پاس کوئی علم نہیں مگر جو تُو نے تعلیم فرمایا کیونکہ تُو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے"۔ (واصف علی واصف رح)

۱ مجھے یہ مسئلہ رہتا ہے کہ ڈپریشن ختم نہیں ہوتی۔ یہ کیا ہوتی ہے اور کیوں ہوتی ہے؟

۲ سر! غریب تو غریب رہتا ہے، وہ کس بات کی امید رکھے؟

۳ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی غیب کا علم جان سکتا ہے؟

۴ جو بندہ خود ڈپریشن میں ہو وہ دوسروں کی ڈپریشن کیسے دور کر سکتا ہے؟

۵ قرآں مجید میں جن روحوں کا ذکر ہے وہ کیا روحیں ہیں؟

۶ جن کیا ہوتا ہے؟

۷ کبھی کبھی بغیر کسی وجہ کے کیوں خوف کا احساس ہوتا ہے؟

۸ جب ہم مرے ہوئے لوگوں کو یاد کرتے ہیں تو کیا وہ ہمارے خیال سے آگاہ ہوتے ہیں؟

۹ سر! ہم چاہتے ہیں کہ ہم ترقی کریں۔

۱۰ ترقی کیسے حاصل کریں؟

۱۱ ہماری محنتوں کا انصاف کیوں نہیں ملتا؟

سوال :۔

مجھے یہ مسئلہ رہتا ہے کہ ڈپریشن ختم نہیں ہوتی' یہ کیاہوتی ہے
اور کیوں ہوتی ہے؟

جواب :۔

دیکھو یہ مسئلہ Practical ہے کہ ڈپریشن کیوں ہوتی ہے اور
کیسے ہوتی ہے۔ ڈپریشن کی سادہ سی تعریف یہ ہے کہ ڈپریشن انسان کو
اس وقت ہوتی ہے جب وہ چاہتا کچھ اور ہے اور اسے ملتا کچھ اور ہے'
اور جو اسے ملتا ہے اس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ تو دو چیزیں ہوتی ہیں جو
ڈپریشن کا باعث بنتی ہیں' ایک تو یہ ہے کہ پسند نہ ملے اور دوسری یہ کہ
ناپسند مل جائے یعنی وہ جو چاہا وہ نہ ملا اور جو ملا' وہ پسند نہیں ہے۔ تو
ڈپریشن کا معنی یہ ہے کہ یہ تقدیر' نصیب یا حاصل اور خواہش کے
درمیان فاصلے کا نام ہے۔ اور جب ڈپریشن کی عادت بن جائے اور اس کا
تجربہ ہو جائے تو پھر ہوا تیز چلے' تب بھی ڈپریشن ہوتی ہے اور ہوا بند ہو
جائے' تب بھی ڈپریشن ہوتی ہے' بارش ہو تب بھی ڈپریشن ہوتی ہے اور

بارش نہ ہو تب بھی ڈپریشن ہوتی ہے' شادی خوشی پہ ڈپریشن ہوتی ہے' غمی پہ ڈپریشن ہوتی ہے اور پھر بندے کا نام ہی ڈپریشن ہو جاتا ہے۔ یعنی Depressed Feelings والے کو Depression کہتے ہیں۔ تو کسی پسند کا چھن جانا' ڈپریشن کا باعث ہے اور کسی ناپسند کا زبردستی مل جانا کہ اب یہ کرنا ہی پڑے گا' یہ ڈپریشن کا باعث ہے۔ جب ڈپریشن کا باعث صحیح ہو جانے کے بعد بھی انسان کو ڈپریشن سے نجات نہ ملے یا پسند والا واقعہ حاصل نہ ہو' اور ناپسند والے سے نجات نہ ہو' تو ڈپریشن Permanent stay کر جاتی ہے' مستقل ہو جاتی ہے اور اس کی Roots پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی ایک بیماری ہے۔ جب اس کی Roots یا جڑیں پیدا ہو جائیں' جب یہ گہری ہو جائیں تو پھر ہر شے ہی ڈپریشن ہے پھر انسان کہتا ہے کہ ؎

کچھ ایسا حادثہ گزرا ہے دل پر
ہزاروں حادثے یاد آ گئے ہیں

یعنی ہر ہونے والا واقعہ' ہر گزر چکنے والے واقعہ کے پاس جا پہنچتا ہے۔ پھر انسان کو روئے ہوئے پر پھر سے رونا پڑتا ہے۔ یعنی جس پر آپ ایک بار رو چکے ہو' Already رو چکے ہو' ماتم کر چکے ہو' اس کو دفن کر چکے ہو' وہ مدفون دوبارہ ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہے ڈپریشن' پھر وہی پرانی کیفیت آ جاتی ہے۔ اگر ناپسند حاصل ہو جائے تو انسان پکار اٹھتا ہے کہ نجات چاہئے' بعد میں وہ کہتا ہے کہ بس سب سے نجات چاہئے' کیونکہ اب وہ اپنے آپ سے تنگ آ چکا ہے۔ یہ ہے ڈپریشن اور پھر ڈپریشن جہاں ایک بار جگہ بنا لے' کہتے ہیں پھر یہ وہ جگہ نہیں چھوڑتی اِلّا

یہ کہ رحمت کا کوئی واقعہ کہیں سے آ جائے' کوئی بچانے والا آ جائے' کوئی رحمت کا بگولہ آ جائے اور آپ کو اڑا کر لے جائے یا رحمت کا کوئی سیلاب آ جائے جو پرانی بنیاد ہی ہلا دے' پھر غم بھی چلا جاتا ہے' مشکل والی کتاب بھی چلی جاتی ہے' عمارت بھی چلی جاتی ہے بلکہ عمارت والا بندہ بھی چلا جاتا ہے' پھر نہ وہ دن رہے' نہ غم رہا' نہ غم والے رہے' نہ غم ساز رہے اور نہ غم باز رہے یعنی کہ کوئی بھی نہ رہا اور ہر شے ہی چلی گئی۔ ڈپریشن کی ایک Physical Ailment بھی ہے یعنی ایک cause Physical ہے جس کا Physique سے تعلّق ہے۔ جو شخص work Over کرتا ہے' بہت زیادہ محنت کرتا ہے' دفتر کے بعد بھی بیٹھتا ہے تو وہ تھک جاتا ہے اور پھر پریشان ہو جاتا کیونکہ جسم ساتھ نہیں دیتا۔ وہ پھر پریشان ہوتے ہوتے' پہلے صحت کھوتا ہے اور پھر جسمانی بیماری Mental بیماری بن جاتی ہے۔ اور یہ Mental یعنی دماغی دِقّت جو ہے ڈپریشن بن جاتی ہے۔ اصل میں صحت اس وقت ساتھ نہیں دیتی جب انسان Outing کرنا چھوڑ دے اور زندگی کے واقعات سے لا تعلّق رہنا شروع کردے۔ مثلاً" کبھی پہاڑوں پہ آپ جاتے ہیں' Hiking کرتے تھے اور پہاڑوں پر بھاگے دوڑے' بادلوں کی طرح پھرتے تھے اور ایک زمانہ آ گیا کہ پہاڑ دیکھ کے وحشت ہو جاتی ہے۔ یہ دِقّت کی بات ہے۔ اس کو ڈپریشن بولتے ہیں۔ بعض اوقات ہم ساری عمر بھاگتے رہتے ہیں اور خاص طور پر قبرستان سے بھاگ جاتے ہیں۔ اور اگر اپنے ہاتھوں سے کچھ پیاروں کو قبرستانوں میں اتارا جائے تو پھر قبرستان بھی پیارے لگنے شروع ہو جاتے ہیں کیونکہ اب قبرستان سے تعارف ہو جاتا ہے۔ جب پتہ چل

جائے کہ زندگی موت کی طرف جا رہی ہے تو پھر ڈپریشن ہی ڈپریشن ہے اور پھر یہ ساری زندگی ڈپریشن بن جاتی ہے۔ "وہ جن کے بغیر زندگی میں گزر نہیں ہوتا تھا اب ساری عمر ان کے بغیر گزر کرنا پڑ جائے گی" جب یہ خیال آ جائے کہ اس کے بغیر گزر کرنا پڑ جائے گا' تو یہ ڈپریشن Permanent ہو گی' مستقل ہو گی۔ اگر کوئی سے دو شخص ہوں اور آپ ان کو پانچ گھنٹے کے لیے Detain کر لیں' ان میں سے ایک شخص کو کہیں کہ تمہیں پانچ گھنٹے کے بعد چھوڑ دیا جائے گا اور دوسرے کو کہیں کہ تمہیں Release کرنے کا ابھی پتہ نہیں ہے۔ تو جس کو پتہ ہو گا کہ پانچ گھنٹے بعد رہا ہو جانا ہے' وہ اگر چھ گھنٹے بھی قید میں رہے تو اسے کچھ نہیں ہو گا۔ اور جسے یہ معلوم نہیں کہ کب رہا ہونا ہے' وہ پانچ گھنٹے سے پہلے ہی مر جائے گا۔ حالانکہ دونوں کے پانچ پانچ گھنٹے ہیں لیکن جس کے پاس Hope نہیں یا امید نہیں' وہ مر جائے گا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سزا تھوڑی دیر کی ہے لیکن امید قائم نہیں رہتی' ایسی صورت میں ڈپریشن پیدا ہو جائے گی۔ اور کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ امید قائم رہتی ہے کہ ایک دن بھلا زمانہ آئے گا کیونکہ کوئی بھی بات ہمیشہ نہیں رہے گی۔ امید کا قائم رہنا زندہ رکھتا ہے۔ میاں محمد بخش صاحبؒ نے ایک شعر کہا ہے کہ ؎

کی ہویا جے میں قیدی ہویا تے سدا نہ قیدی رہناں
اک دن داتا مہر کریسی تے رل سنگتاں دے بہناں

یعنی کیا ہوا اگر میں قید ہو گیا ہوں لیکن سدا قید میں نہ رہوں گا کیونکہ ایک دن اللہ کی مہربانی سے پھر سے دوستوں میں جا ملوں گا۔ A time

ایک وقت ایسا آئے گا جب will come when I will be out of it میں اس سے نکل جاؤں گا۔ تو اگر Hope ختم ہو جائے تو چھوٹی بات بھی گوارا نہیں ہوتی۔ ڈپریشن کا سب سے بڑا Cause جو ہے وہ Hopelessness یعنی نا امیدی ہے۔ اس کو Pessimism یا قنوطیت بھی کہتے ہیں۔ جس شخص کو کسی پر بھروسہ نہ ہو' بلکہ اپنے نصیب پر بھی بھروسہ نہ ہو' وہ آدمی ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے' ایسا آدمی زندگی میں مختلف مقامات پر Hope یا امید ختم کرتا جاتا ہے اور نا امیدی پھیلاتا رہتا ہے۔ اللہ نے بار بار کہا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ تو مایوسی جو ہے یہ ڈپریشن کا ایک Major cause یعنی بڑا سبب ہے۔ مایوسی کیا ہوتی ہے؟ کہ انسان کے ذہن میں Hope ہی ختم ہو جائے' امید کا چراغ گل ہو جائے۔ اس لیے آپ Hope کو ضائع نہ ہونے دینا۔ Hope کو واضح کرنے کے لئے بتایا گیا ہے کہ جہاں سب راستے ختم ہو جائیں' وہاں سے راستہ نکلتا ہے اور جب اندھیرا گہرا ہو جائے تو وہاں سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔ کوئی رات دنیا میں ایسی نہیں آئی جس کے بعد دن نہ آیا ہو۔

سوال :۔

لیکن سر! غریب تو غریب رہتا ہے' وہ کس بات کی امید رکھے؟

جواب :۔

غریب کیا ہوتا ہے اور غریب کسے کہتے ہیں' پہلے اس بات پہ غور کرو۔ آپ یہ دیکھو کہ ایک آدمی کی جیب میں پیسہ ہے لیکن اس کے چہرے پہ نور ہی نہیں ہے تو کیا وہ خوش ہو گا؟ بعض اوقات چہرے کا نور

امیری ہے بعض اوقات خیال امیری ہے۔ بعض اوقات پرانا دوست مل جائے تو دولت آ جاتی ہے۔ خالی پیسہ تو امیری نہیں ہے۔ امیری غریبی یہ تو نہیں ہے کہ پیسہ چلا گیا تو وہ غریب ہو گیا اور پیسہ آ گیا تو بندہ امیر ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کے لئے پیسہ کما رہے ہو' ان کو راضی ہونا چاہئے۔ اگر بیٹا خفا ہو کے گھر سے چلا جائے اور پیسہ مل جائے تو آپ بتائیں کہ کون ہوں گے جو یہ سودا برداشت کریں گے۔ تب وہ کیا کہے گا؟ مجھے بیٹا چاہئے۔ تو دولت کس چیز کا نام ہے؟ بیٹے کا راضی رہنا' ماں باپ کا راضی رہنا' دوستوں کا دوست بنے رہنا اور صحت کا قائم رہنا۔ وہ آدمی جو غریبوں کی اصلاح کرنا چاہتا ہے وہ ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دنیا میں جس کو اللہ تعالیٰ نے فائز کیا ہے وہ یہ کام کرے گا۔ جس کو فائز نہیں کیا گیا وہ خواہ مخواہ پریشان ہے کہ ستاروں کی رفتار ٹھیک کرنی ہے کیونکہ یہ ستارے ٹیڑھے چل رہے ہیں۔ تو اپنی زندگی کو دیکھ کہ تیرے پاؤں صحیح جا رہے ہیں یا غلط جا رہے ہیں۔ اگر دنیا کے اندر پیسے' دولت اور مال کو برابر تقسیم کر بھی دیا جائے تو پھر بھی پریشانی رہے گی۔ آپ پوچھو کس طرح رہے گی؟ پھر لوگ شور مچائیں گے کہ Wisdom برابر تقسیم نہیں ہے' عقل برابر تقسیم نہیں ہوئی ہے' کوئی پیدائشی طور پر دانا نکل آیا' کوئی پیدائشی طور پر بے وقوف نکل آیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عقل برابر کر دی جائے' شکل برابر کر دی جائے اور نصیب برابر کر دیا جائے۔ یہ جو Variety پیدا کرنے والا اللہ ہے اس نے انسانوں کی بھی Variety ہی پیدا کی ہے' آفتاب کو منور بنایا' رات کو تاریک بنایا۔ اس کے لیے رات آفتاب کا ہی ایک نام ہے کیونکہ سورج ادھر چلا گیا تو رات

بن گئی اور پھر سورج ادھر آگیا تو دن بن گیا۔ تو یہ سارے روپ ہیں ایک ہی ذات کے' ایک ہی جلوے کے' ایک ہی نور کے اور سورج بھی اس کا نور ہے' اور چاند بھی اس کا نور ہے۔ تو رات بھی روشنی کا ایک روپ ہے۔ اداسی بھی کسی دوست کی عطا ہے۔ دینے والے نے فراق بھی دیا۔ جس نے وصال دیا تھا' اس کے فراق میں وصال سے زیادہ سوز ہو گا اور سوز میں زیادہ تکلیف ہوگی۔ دنیا کے جتنے اہم واقعات ہیں سارے سوز کے واقعات ہیں' جتنے بھی جدائی کے واقعات ہیں وہ فراق ہیں' ساری کہانیاں' سارے بڑے Writer اور ساری عظیم وارداتیں فراق کا بیان ہیں۔ وصال کی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ دنیا میں کسی Great آدمی کا نام لو۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لو' آپ کی زندگی میں فاقہ بھی رہا۔ اور دنیا کے دوسرے لیڈر لے لو۔ تقریباً" سارے کے سارے غریبی اور فاقے میں سے گزرے۔ تو دولت جو ہے یہ نقصان ہی پہنچاتی ہے۔ جتنی بھی گمراہیاں اور بغاوتیں ہیں وہ ساری کی ساری دولت میں ہیں' فرعون کو ہی دیکھ لو۔ اگر کبھی دوزخ جانے والے سے روک کے پوچھو کہ تم دنیا میں کیا کرتے رہے ہو تو وہ کہے گا کہ وہاں میری بڑی شہرت تھی' میرے پاس بڑا مال تھا' بہت ریوڑ تھے' بہت زیورات تھے ' بہت عزت تھی' بڑی بادشاہی تھی مگر یہاں جہنم میں آگیا ہوں۔ بات اتنی ساری ہے کہ اگر تو دنیا تک بات ہوتی تو پھر دولت بڑی چیز تھی اور اگر دنیا کے بعد بھی کوئی واقعہ ہے تو پھر واقعہ جس نے کرنا ہے اسی سے پوچھو کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ یہ کوئی بھی نہیں چاہے گا کہ یہاں پر دنیا میں عظمت بھی ہو' عزت بھی ہو' مال بھی ہو' شہرت بھی ہو اور آگے جا کے عذاب میں

داخل ہو جائے۔ جس کو یہ کہا جائے کہ کھاپی لو، جتنا مرضی کھاپی لو، پھر آپ کے لئے آگے سزا آنی ہے۔ اب وہ شخص بے چارہ کیا کھائے گا۔ جس کو یہ پتہ چل جائے کہ آگے سزا ہونے کا امکان ہے اور ہر کھایا ہوا لقمہ آگے سزا کا باعث ہو سکتا ہے، اس کا کھانا مشکل ہو جائے گا۔ کسی نے ایک بکری سے پوچھا کہ تو اتنی کمزور کیوں ہے اور لاغر کیوں ہوتی جارہی ہے۔ وہ بولی کہ بات یہ ہے کہ میں نے خواب میں ایک شیر دیکھ لیا، تب سے میری صحت خراب ہو گئی ہے۔ خواب میں جس بکری نے دیکھ لیا کہ شیر آرہا ہے تو اس کی صحت تو ضرور خراب ہو گی۔ جس شخص نے اس زندگی میں زندگی کو رخصت ہوتے دیکھ لیا، وہ کبھی یہاں کی چیزوں کا تقاضا نہیں کرے گا۔ اگر کسی کو کہا جائے کہ پیسہ لے لو مگر آخرت خراب ہو جائے گی، تو کوئی نہیں مانے گا، وہ کہے گا میری آخرت بہتر ہونی چاہیے۔ اس لیے آپ پہلے اپنی Priority طے کر لیں کہ کیا چاہیے۔ آپ انسان ہو کے خدا سے اپنی باتیں منواتے رہتے ہیں اور وہ خدا ہو کے آپ سے کوئی بات منواتا ہے تو آپ نہیں مانتے۔ وہ مالک ہے، کائنات کا خالق ہے، آپ کا بھی خالق ہے۔ مگر وہ جب بھی آپ کو کوئی بات کہتا ہے آپ نہیں مانتے اور چاہتے یہ ہیں کہ وہ آپ کی بات مانتا جائے۔ لیکن خدا تو خدا ہی ہے، اس لیے آپ پہلا کام یہ کرو کہ اس کی بات مانو۔ پھر آپ کو اپنی بات منوانے کی نوبت نہیں آئے گی۔ جب آپ راضی ہونا شروع ہو گئے تو سب کام ٹھیک ہو جائیں گے۔ راضی ہونا کیا ہوتا ہے؟ راضی ہونا یہ ہوتا ہے، کہ جو تیری رضا ہے، یعنی کہ اگر اللہ نے کہا کہ واپس آ جاؤ تو ہم واپس چلے جائیں گے، اگر اللہ کہے کہ

وہاں چلے جاؤ تو ہم وہاں چلے جائیں گے۔ ایسی صورت میں کیا Tension ہو سکتی ہے اور ڈپریشن کیا ہو سکتی ہے؟ تو ڈپریشن کب نہیں ہو گی؟ جب اللہ کہے کہ ابھی زندہ رہو تو ہم زندہ رہیں اور جب وہ کہے کہ اب واپس آنے کا وقت ہے تو ہم خوشی سے رخصت ہو جائیں۔ اس نے کہا کہ آج اچھا کھانا کھا لو، تو ہم نے اچھا کھانا کھا لیا، اس نے کہا کہ آج فاقہ کر لو، تو ہم نے فاقہ کر لیا۔ ایسی صورت میں کوئی ڈپریشن نہیں ہو گی۔ اگر آپ کو اللہ کی ذات کی اطاعت سمجھ نہیں آتی تو کسی اور انسان کی اطاعت کر لو یعنی کسی آدمی کو ذہنی طور پر اور روحانی طور پر اپنا مالک بنا لو اور یہ دل میں ٹھان لو کہ میں نے اس کی ہر بات ماننی ہے۔ ایسے شخص کے لیے حکم یہ ہے کہ اس کو ڈپریشن نہیں آئے گی۔ ڈپریشن اس کو آئے گی جو اطاعت کا باغی ہے۔ یہ بات پکّی ہے! جو اطاعت کا باغی ہے اس کو ڈپریشن ضرور ہو گی اور جو "اطاعت" کو مانتا ہے اس کو ڈپریشن نہیں آئے گی۔ ڈپریشن سے بچنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کو درگزر کرو اور معافی دو یعنی اگر کسی ناگوار کو گوارا نہیں کرتے تو درگزر کرو۔ درگزر کیسے کرتے ہیں؟ اگر کسی نے پھر آپ کے سر پر پتھر مارا تو آپ یہ کہو کہ اس نے مجنوں تو بنا دیا۔ پھر ایک وقت آئے گا جب مجنوں کا سر ہو گا اور وہ پتھر کو ڈھونڈ رہا ہو گا۔ تو مدعا یہ ہے کہ آپ برداشت کرنا سیکھ جاؤ اور معاف کرنا سیکھ جاؤ تو پھر تو ڈپریشن کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر آپ نے یہی دو کام سیکھ لئے کہ ایک تو برداشت کرنا سیکھ لیا اور ایک درگزر کرنا سیکھ لیا تو یہ دونوں عظیم کام ہیں۔ اس طرح ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ باقی رہ گئی بات مال کی، تو جتنا آپ کو ملا ہے وہی آپ کا نصیب

ہے۔اب اس کے اندر گزر کر لو کیونکہ لمبے دائرے میں پریشانی ہوتی ہے۔ اس لئے چھوٹا دائرہ بنا لو۔ آپ کے کل دوستوں میں سے آدھے سے زیادہ غیر مخلص ہوتے ہیں۔ ایک بندہ دوست بنا لو۔ دوست ضرور بناؤ اور اپنے علاوہ کسی کو دوست بناؤ' اپنے علاوہ کسی کی عزت کرنا شروع کر دو۔ عزت کرنے والا ڈپریشن میں نہیں آئے گا' اطاعت کرنے والا ڈپریشن میں نہیں آئے گا' کسی کے ساتھ نیکی کرنا اپنا اصول بنا لو' تو ایسا شخص ڈپریشن میں نہیں آئے گا۔ اگر آپ کو ڈپریشن ہے تو اس سے بچیں۔ آپ لوگوں کو ڈپریشن سے بچاؤ۔ اس طرح آپ کے پاس آنے والا ڈپریشن نیک بن جائے گا اور لوگوں کے کام آئے گا۔ تو ہر صاحبِ ڈپریشن نے لوگوں کو ڈپریشن سے نکالنے کی کوشش کی اور وہ بچ گئے۔ غریب آدمی غریبوں کو آسرا دے دے تو سمجھو غریبی ختم ہو گئی۔ خود غرضی جو ہے یہ غریبی بھی ہے اور ڈپریشن بھی۔ ڈپریشن ذاتی طور پر کوئی شے نہیں ہے بلکہ یہ مختلف حالات کا نتیجہ ہے۔ مثلاً" ایک شخص کہتا ہے کہ میں اداس تھا' حیران پریشان تھا' شہر ویران تھا اور جنگل بیابان تھا کیونکہ شہر میں وہ بندہ نہیں تھا جس کو میں ڈھونڈ رہا تھا' وہ جس کے جانے سے بہاریں چلی جاتی ہیں۔ پھر وہ ایک بندہ آیا تو شہر آباد ہو گیا۔ گویا کہ ایک بندے کا نام ہے شہر کی آبادی اور ایک بندے کا نام ہے شہر کی بربادی' حالانکہ سارا شہر بندوں سے بھرا پڑا ہے۔ ڈپریشن سے بچنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی کائنات کو دیکھو' کائنات کی Variety کو دیکھو' جنگل کو دیکھو' شیر کو دیکھو' لومڑی کو دیکھو' چمگادڑ کو دیکھو کہ کیسے الٹا لٹکا ہوا ہے جیسے کوئی منافق ہو لیکن اس کی تخلیق پہ غور کرو کہ یہ کیسے پرندوں اور

جانوروں کے درمیان کی لائن ہے یعنی چمگادڑ پرندہ بھی ہے اور Animal بھی ہے۔ اللہ نے کمال کی شے بنائی ہے۔ چیونٹی پہ غور کرو' پھول پہ غور کرو۔ اس طرح مشاہدے سے آپ کی زندگی خوب صورت ہو جائے گی اور ڈپریشن دور ہو جائے گی۔ ڈپریشن سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے حکم پہ تیار رہو اور جب وہ لینے آ جائے تو آپ یہ نہ کہنا کہ میں تو بہت ضروری کام میں مصروف ہوں۔ کوئی شخص کبھی بھی سارے کام مکمل کر کے نہیں گیا۔

کار دنیا کسے تمام نہ کرد

یہ بات یاد رکھو کہ کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ Any time anything can happen to anyone اس بات کو پکا یاد رکھ لو اور دوسری بات یہ یاد رکھو کہ ہم اللہ کے پاس سے آئے ہیں اور جانا بھی اللہ کے پاس ہی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہم پہلے بچوں کے پاس رہتے ہیں اور پھر ماں باپ کے پاس چلے جاتے ہیں۔ ایک بڑھیا کی بڑی مشہور کہانی ہے۔ اس کا بیٹا فوت ہو گیا۔ وہ رو رو کے پاگل ہو گئی۔ کسی درویش نے پوچھا' کیا ہے؟ تو وہ بولی میرا بچہ فوت ہو گیا ہے۔ درویش نے کہا تیرا بچہ زندہ ہو جائے گا لیکن تو کسی ایسے گھر سے دانے لے آ' جس کے گھر میں کوئی کبھی مرا نہ ہو' کیونکہ ان دانوں سے دوائی بنے گی اور بچہ زندہ ہو جائے گا۔ وہ بڑھیا گئی اور پہلے گھر میں Knock کیا اور پوچھا کہ کیا تمہارے گھر میں کبھی کوئی مرا تو نہیں' وہ کہنے لگے کہ ابا جان گزر گئے ہیں۔ اس طرح وہ سارے شہر میں گئی مگر کوئی گھر خالی نہ ملا' جس میں سے کوئی دفن نہ ہوا ہو۔ وہ تھک کر واپس آ گئی اور کہنے لگی میرا Problem

حل ہو گیا ہے۔ تو دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو بچ گیا ہو۔ آپ نے بھی صرف زندگی گزارنی ہے اور اس کے علاوہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ جو زندگی بنا رہے ہیں' جو پیسہ کما رہے ہیں' وہ زندگی کو اچھا گزارنے کے لئے کما رہے ہیں۔ لیکن آپ نے پیسہ کمانے کی وجہ سے اپنی زندگی پریشان کر لی ہے۔ یہ مان لیا کہ زندگی اچھی گزرنی چاہئے اور خوب صورت گزرنی چاہئے۔ لیکن اس زندگی کے لئے پیسہ کمانے میں انسان اپنی زندگی پریشان کر لیتا ہے۔ تو انسان خوش رہنے کے لئے کماتا ہے اور کمانے کے لئے افسردہ رہتا ہے۔ تو اپنی خوشی تو اس نے یہاں Invest کر دی۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ انسان اپنا مقصد نہ بھولے۔ اگر کوئی مسئلہ ہے تو آپ اسے فوراً حل کر لیں۔ اصل میں تو آپ ہی کا نام ڈپریشن ہے اور آپ ہی کا نام Hope ہے اور آپ ہی کا نام سب کچھ ہے۔ اس کے علاوہ یہاں نہ کوئی دولت ہے اور نہ کوئی غریبی ہے۔ چلتے جاؤ اور آرام کے ساتھ اس میلے سے گزرتے جاؤ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ غریب ہو جاؤ بلکہ آپ بے شک امیر ہو جاؤ لیکن میلے کو میلے کے طور پر گزارو۔ جس طرح میلہ دیکھ کر شام کو گھر آ جاتے ہیں' اس طرح زندگی کی شام ہو جائے گی اور آپ گھر آ جائیں گے۔ اگر اداسی ہو جاتی ہے تو اس کا علاج کر لو۔ میلے میں انسان Enjoy کیسے کرتے ہیں اور Enjoy کس کا نام ہے' یا تو آپ کے دوست کا نام ہے یا آپ کا نام ہے۔ ایک آدمی اگر Enjoy کرنے گیا اور دوست سارے بچھڑ گئے تو وہ کیا Enjoy کرے گا۔ تو گویا کہ بعض اوقات آپ کی خوشی دوسرے کا نام ہوتا ہے۔ اب دیکھو کہ جس آدمی کی خوشیاں دوسرے سے بنی ہوں'

جس آدمی کی خوشیاں حالات سے بنی ہوں اور واقعات سے بنی ہوں وہ خوشی کب تک ساتھ دے گی۔ بعض اوقات اچانک خبر آ جاتی ہے کہ فلاں شہر میں فلاں دوست فوت ہو گیا تو ساری خوشی غائب ہو جاتی ہے۔ جو آدمی جتنی زندگیاں گزارے گا' وہ آدمی اتنی ہی موتیں مرے گا۔ تو زیادہ زندگی گزارنے والا زیادہ موتوں سے دو چار ہوتا ہے۔ بہت زیادہ خوشیوں کے پیچھے بھاگنے والا بہت زیادہ غم سے دو چار ہوتا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ خوشی کے چلے جانے کا نام غم ہے۔ جتنی بڑی خوشی ہو گی وہ اتنا بڑا غم دے کے جائے گی۔ اور جتنی بھی بڑی خوشی ہو' وہ ضرور چلی جاتی ہے اور پھر وہ اتنا بڑا غم بنتا ہے۔ اگر آج آپ بہت خوش ہو رہے ہیں تو دھیان کریں کہ اسی خوشی نے ہی غم بن جانا ہے۔ ساری Base یعنی بنیاد جو ہے وہ Depart ہو جاتی ہے' رخصت ہو جاتی ہے۔ Parting of the Base ضرور ہو جاتا ہے۔ یہ سارا واقعہ جو ہمارے سامنے ہو رہا ہے' تھوڑی دیر میں یہی واقعہ ماضی ہو جائے گا۔ جہاں ہم بیٹھے ہوئے ہیں یہی کشتی' اسی کشتی کے تُور' یہی دریا اور سہیلیوں کا ترنجن' سب End ہو جائے گا۔ کب تک ادھر رہنا ہے! کب تک رہنا ہے آخر! آخر کب تک! جس کو محبت ہو گئی وہ بھی کب تک! جس کو محبت نہیں ہوئی وہ بھی کب تک! جو امیر ہے اس نے دولت تو نہیں کھانی' کھانی تو اس نے روٹی ہے اور کھانا کھانا ہے۔ سب کچھ یہاں رہ جانا ہے۔ یہ سب کچھ خیال کا نام ہے۔ آپ لوگ جو مرضی کرو' لیکن اپنے خیال کو قائم رکھو۔ جو چیز پسند نہیں ہے اگر اس کو چھوڑ سکتے ہو تو ضرور بچ جاؤ۔ ناپسند سے بھی بچ جاؤ' پسند سے بھی بچ جاؤ اور اپنے آپ

کو سنبھال کے رکھو تا کہ ڈپریشن سے دور رہو۔ اگر اس کے باوجود بھی ڈپریشن آ جائے تو عبادت کرو، پھر بھی ڈپریشن آ جائے تو خیرات کرو، پھر بھی ڈپریشن آ جائے تو محبت کرو۔ اگر زیادہ ڈپریشن آ جائے تو معصوم بچوں کو ساتھ رکھنا شروع کر دو، یہ بچے ملائک کی طرح ہوتے ہیں۔ پھر قبرستان کا میلہ دیکھا کرو۔ ہمارے ہاں جتنے بھی میلے ہیں وہ سارے عرس ہیں۔ شاہ حسینؒ کا میلہ، داتا صاحبؒ کا میلہ اور اسی طرح سارے میلے کسی نہ کسی مزار کے عرس ہیں۔ اس میں ڈرنے یا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ ان لوگوں سے محبت کرو جو Eternal ہو گئے تو پھر ڈپریشن سے بچ جاؤ گے۔ Eternal کیا ہوتا ہے؟ جو کہ لافانی ہو گئے یعنی کہ داتا صاحبؒ آج سے ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔ داتا صاحبؒ کو تو کسی نے نہیں دیکھا، نہ ان کا آنا دیکھا اور نہ ان کا ٹھہرنا دیکھا۔ ہم نے تو صرف مزار کو دیکھا ہے اور اس طرح ان سے تعارف ہوا ہے اور اسے دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ ہر سال ہی ان کے مزار پہ پہلے سے زیادہ رونق ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ Eternal ہو گئے یعنی یہ امر ہو گئے، لازوال ہو گئے۔ ایسے لوگوں سے محبت کرو تو پھر آپ لوگوں کی ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ پہاڑ سے محبت کرو کیونکہ وہ آپ کے مقابلے میں Eternal یعنی لافانی ہے تو اس طرح آپ کی ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ ہمیشہ رہنے والی چیز، ہمیشہ رہنے والے لوگ اور ہمیشہ رہنے والے نام کے حامل لوگوں کے قریب ہو جائیں تو ڈپریشن ختم ہو جائے گا۔

یہ تو ان لوگوں کی بات ہے جو اللہ کو مانتے ہیں اور اللہ کے مقرب

بندوں کو مانتے ہیں۔ مگر بے شمار لوگ ایسے ہیں جو انہیں نہیں مانتے۔ ایسے بے شمار لوگ آئے اور غائب ہو گئے۔ آپ اس مقام پر خاموش رہو۔ بے شمار لوگ تو نہیں مانتے مگر آپ جو چیز مانتے ہیں' اس کو نہ ماننے والوں جیسا کیوں کر رہے ہیں۔ مثلاً" آپ داتا صاحبؒ کو مانتے ہیں لیکن پریشان نہ ماننے والوں کی طرح ہیں۔ جو بندہ نہیں مانتا اور وہ ڈپریشن میں ہے تو اس کے لئے تو ہسپتال موجود ہیں' وہاں مشینیں لگی ہوئی ہیں جو بتا دیں گی کہ اس کے اندر کیا ہے۔ ہر بیماری کا سپیشلسٹ ہے اور پھر اس کا علاج ہے۔ ایلو پیتھی بھی ہے اور ہومیو پیتھی بھی۔ مگر ماننے والے کے لئے تو اللہ کا فضل ہونا چاہئے۔ آپ اپنے اندر ماننے کی خواہش پیدا کرو۔ اس طرح انسان ڈپریشن سے بچ جاتا ہے اور اس کی Tension دور ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کسی آدمی سے محبت کرو یا کسی کی اطاعت کرو تو ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں سے نکلنے کی خواہش ہونی چاہئے۔ اگر یہاں پر ٹھہرنے کی خواہش پیدا ہو گئی تو ڈپریشن ضرور ہو گا۔ اپنے آپ کو نظر لگنے سے بچاؤ' خیرات کر کے بچاؤ اور اللہ کے حکم سیروا فی الارض کے مطابق زمین کی سیر کر کے بچاؤ۔ اپنے آپ سے نکل جاؤ اور اللہ کی طرف بھاگ جاؤ۔ ایک چھوٹا سا کام کر لو' صبح سورج نکلنے سے پہلے سورج کی طرف منہ کر کے تھوڑی سی سیر کر لو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ Fresh morning breeze سے ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے۔ پرندوں کی آواز سننے سے ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے' صحرا کا سفر کرنے سے ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے اور پہاڑوں میں سیر کرنے سے ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے۔ ڈپریشن خیال کا نام ہے' خیال اِدھر اُدھر آتا جاتا رہتا ہے' اس

طرح کوئی بھی چیز ڈپریشن پیدا کر سکتی ہے اور کوئی بھی چیز ڈپریشن ختم کر سکتی ہے۔ آپ خیال کو نجات کی طرف لے آؤ' اپنے آپ کو بچاؤ اور بچ بچا کے چلتے جاؤ اور گھر پہنچ کر خدا کا شکر ادا کیا کرو کہ اتنے خراب حالات میں سے آج پھر ہم بچ گئے۔ اس طرح ڈپریشن سے بچنا چاہیے۔ اللہ کا حکم ہے کہ ایسے حالات میں صدقہ کیا جائے اور قربانی کی جائے۔ قربانی کرنے سے ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ رات کو جاگنا شروع کر دو اور دن کو سونا شروع کر دو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ اگر یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ ہم آج سے غریب رہنا پسند کریں گے تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ دوسروں کے گھروں میں رکھے ہوئے سامان پر کیوں بحث کرتے ہو۔ کسی کے گھر کے دروازے کے آگے کیوں بحث کرتے ہو۔ مالک کو حق ہے کہ وہ جیسے چاہے اپنی ملکیت کو استعمال کرے۔ دنیا کے اس کارخانے کا مالک کون ہے؟ اگر آپ اس کارخانے کے مالک ہیں تو پھر اسے ٹھیک کیوں نہیں کرتے۔ نہیں تو مالک سے جھگڑا کر لو۔ اگر جھگڑا نہیں کر سکتے تو خاموش ہو جاؤ۔ لوگوں کو غریبی پر اور حالات پر اکساتے رہنا غلط بات ہے۔ مالک جانے اور اس کی مخلوق جانے' آپ اپنی زندگی آپ نبھاؤ۔ یہ باتیں تب کی جاتی ہیں جب انسان رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اور نہ رحمت سے مایوس کرنا۔ یہ شیطانی کام ہے۔ لوگوں کو اچھی بات بتاؤ' ان کی امیدیں قائم رکھو' ان کے ایمان قائم رکھو' ان کے لئے دقت نہ پیدا کرو' ان کے لئے Tension نہ پیدا کرو' اگر ایسا کر کے آپ جھوٹے لوگوں میں شہرت چاہتے ہیں تو آپ بھی جھوٹے ہو جائیں گے۔ شہرت کی خواہش کو نکال دو۔ یہ خواہش نکالنے

سے آپ بچ جائیں گے۔ آپ خود جانتے ہیں کہ جو مشہور آدمی ہیں مثلاً" حکمران' تو آپ کے دل میں ان کی عزت نہیں ہے۔ پھر آپ کیوں مشہور ہونا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ شہرت سے توبہ کر لو' Name Fame اور مال سے تھوڑا سا گریز کرو۔ اس طرح ڈپریشن سے بچ جاؤ گے۔ آپ پیسہ کماؤ اور جمع کرو مگر پیسہ نہ آئے تو پریشان تو نہ ہونا۔ آپ جو مرضی کھانے کی خواہش کرو مگر جو کھانے کو ملا ہے اسے تو خوشی سے کھا لو۔ تو پریشان نہ ہونا۔ یہ نہ ہو کہ کسی Ideal مستقبل کے نام پر یہ حال ہی ہاتھ سے نکل جائے' آج کا دن بھی ضائع ہو جائے اور یہ جو موجودہ زندگی ہے یہ بھی پچھلے غم گن گن کے ضائع ہو جائے۔ اس طرح تو یہ زندگی غم بن جائے گی اور آپ نئی زندگی بھی حاصل کرنے کے قابل نہ ہو گے۔ یہ تو بڑا عذاب ہے۔ پچھلا زمانہ تو واپس نہیں آئے گا اور آنے والے وقت کے لئے آپ تیاری نہیں کر رہے۔ پھر پتہ نہیں آپ کے لئے کون سا زمانہ آئے گا۔ آپ بس راضی رہو اور تیار رہو۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں جو ٹل نہ جائے اور کیا پتہ کب کیسا وقت آ جائے۔

سوال :-

صرف اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتا ہے تو کیا اس کے علاوہ بھی کوئی جان سکتا ہے؟ ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب :-

یہ بڑی خاص بات ہے' ایک شخص کچھ [illegible] ہو دوسرے نہ جاننے والے شخص کے لئے وہ چیز غیب ہو گی۔ غیب کی بات آپ کو تب

بتائی جاتی ہے When you think you are not seen by Allah یعنی جب آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ آپ کو نہیں دیکھ رہا۔ مگر یہ جان لو کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ وہ تب بھی جانتا ہے جب آپ اس سے چھپ کے اور غائب ہو کے کام کرتے ہو۔ وہ علم الغیب والشھادۃ ہے یعنی سامنے والے کو بھی جانتا ہے اور جو بظاہر سامنے نہیں ہے اس کو بھی جانتا ہے۔ اللہ کے لئے "غیب" ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے لئے کیا غیب ہو سکتا ہے جو ہر چیز کو جانتا ہے' مستقبل کو پیدا کرنے والا ہے اور ماضی کو بھی پیدا کرنے والا ہے۔ یہ تو آپ کو بتایا جا رہا ہے کہ جب آپ خدا کی نگاہ سے چھپ جاتے ہو' چھپ نہیں سکتے۔ وہ ہر حال میں جانتا ہے۔ جو جاننے والا ہے اسی کا نام تو اللہ ہے۔ وہ سب جاننے والا ہے' دیکھنے والا ہے' سمجھنے والا ہے' خاموشی کی زبان سننے والا ہے' تاریکیوں کے جلوے دیکھنے والا ہے' پہاڑ پر رات کی تاریکی کے اندر ایک سیاہ چیونٹی کے دل کی آواز سننے والا ہے۔ یہ سب اس کے کام ہیں اور وہ جانے۔ آپ اپنے غیب کو دیکھو کہ جو چیز آپ کی نگاہ میں نہیں ہے وہ بھی حقیقت ہے۔ تو نگاہ کے سامنے تو ہے ہی کچھ نہیں۔ اس لئے ہم کیا اعتبار کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی صادق' سچے آدمی کو تلاش کیا جائے جو بتائے کہ حقیقت کیا ہے' حال خراب ہے اور سفر مستقبل کا ہے تو کسی جاننے والے سے پوچھ لیا جائے۔ اللہ لوگوں کو درجے عطا فرماتا رہتا ہے اور اللہ نے رستے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی کا علاج دوسرے آدمی کے پاس ہے۔ نگاہ کا علاج چہرے میں ہے اور یہ چہرہ کسی اور کا ہونا چاہئے' اپنا نہیں۔ تو آپ کی نگاہ کا علاج دوسرے کے چہرے میں ہے۔

آپ کے کان کی خوراک دوسرے کی آواز میں ہے۔ آپ کی محبت کا دعویٰ محبوب ہے۔ اس لئے آپ اپنے علاوہ کسی اور پر غور کیا کرو۔ اس طرح آپ ڈپریشن سے نکل جاؤ گے۔ کسی "اور" شخص کا پتہ کیسے چلے گا؟ جو آدمی یہ چاہے کہ اس کا مال اور دوسری تمام چیزیں کسی دوسرے شخص کو دے دی جائیں تو جس دوسرے شخص کا وہ نام لے گا وہی اس کا محبوب ہو گا۔ آپ کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی زندگی کسی اور کے نام لگا دو۔ اگر ایسا شخص مل گیا تو پھر آپ ڈپریشن سے نکل جاؤ گے۔ اگر نہ ملا تو پھر ڈپریشن ضرور ہو گی۔ اگر ساری عمر حاصل کرنے کی تمنا رہ گئی تو ڈپریشن ساری عمر رہے گی۔ ایثار کی تمنا ہو جائے تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ مثلاً "ماں" قربانی کا نام ہے' بچہ تکلیف میں ہو تو وہ اس کے لئے بڑی دعا کرتی ہے۔ ماں کو کبھی ڈپریشن نہیں ہوتا۔ اگر بچوں کی طرف سے بہت زیادتی ہو جائے تو پھر پریشانی تو ہو جاتی ہے ورنہ ہمیشہ دعائیں کرتی رہتی ہے' حاضر میں بھی اور غیب میں بھی۔ اور اللہ ہر حال میں اس کی دعا سنتا ہے کیونکہ اللہ کے لئے کوئی غیب نہیں ہے۔ جس کا نام موجود ہے' اس کی ذات موجود ہے۔ آپ ذات کو تلاش کرو۔ اگر لفظ "جِن" موجود ہے تو جنات ہیں' لفظ "فرشتہ" موجود ہے تو فرشتے ہیں' اسی طرح خدا بھی ہے۔ سب مخلوق اللہ کا امر ہیں اور امر Receive کرتی ہیں۔ مخلوق کو جب اللہ کا امر ملتا ہے تو وہ زندگی بن جاتی ہے۔ روحیں تو پہلے سے ہی تھیں۔ سب روحوں کی عمر ایک ہے' کیا چھوٹا اور کیا بڑا' کیا بچہ اور کیا باپ۔ ساری روحیں ایک ہی Age کی ہیں اور سب ایک ہی ٹائم پر تخلیق ہوئی ہیں۔ یہ ہو

سکتا ہے کہ چھوٹے میں دانائی آ جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بڑے میں دانائی نہ آئے۔ روح کو ایک کنارے کا سمندر کہتے ہیں یعنی روح پیدا تو ہوئی ہے لیکن اس کو موت نہیں ہے۔ تو روح کا آغاز تو ہے لیکن انجام نہیں' اس کا Start تو ہے لیکن اس کا End نہیں۔ تو روح ایسا سمندر ہے جس کا ایک کنارہ تو ہے لیکن دوسرا نہیں۔ روح امرِ ربّی ہے اور مخلوق ہے۔ اللہ خالق ہے' اس کے دونوں End نہیں ہیں' ہر آغاز سے قبل ہے۔اور ہر انجام کے بعد ہے اور وہ ظاہر اور غیب سب کو جانتا ہے۔ آپ لمبی چوڑی باتیں نہ سوچا کرو۔ یہ دیکھو کہ زندگی کیسے جا رہی ہے' زندگی میں نیکی کر لو' دوسروں کے ساتھ رحم کرو تو آپ کے ساتھ بھی رحم ہو گا۔ لوگوں کی زندگی خوشگوار بناؤ گے تو آپ بھی خوش ہو جاؤ گے' چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرتے جاؤ تو بڑا نتیجہ نکلے گا۔ "آج" کا دن اچھا گزار لو اور خوشی سے کام کر لیا کرو۔

اب آپ لوگ اور سوال کریں ---- آپ سوال پوچھتے ہیں تو پھر اللہ کا رحم ہو جاتا ہے اور جواب آ جاتا ہے۔ آپ اگر Sincerely کوئی سوال کرو تو پھر اس کا صحیح جواب آ جاتا ہے۔ جواب کہاں سے آتا ہے؟ وہیں سے جہاں سے سارے سوالوں کے جواب آتے ہیں۔ نہ تو یہ جواب کتابوں سے پڑھے ہوئے ہیں اور نہ آپ گھر سے سوال تیار کر کے آتے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا سوال آ جائے۔ گھر سے ہم لوگ ایک ہی فضل کی تلاش میں آتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ یا اللہ تو مہربانی کر! میں یہ نہیں کہتا کہ میں جانتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کوئی بھی کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے پاس تو اتنا علم ہے جتنا اللہ نے بتایا' وہی علیم اور حکیم ہے'

اسی کے پاس علم ہے اور اسی کے پاس حکمت ہے اور ہم اس میں سے بہت قلیل جانتے ہیں۔ ہمارے پاس صرف وہی علم ہے جتنا اس نے ہمیں دیا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم "پاک ہے وہ ذات اور ہمارے پاس کوئی علم نہیں مگر جو تو نے تعلیم فرمایا کیونکہ تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے"۔

سوال :۔

جو بندہ خود ڈپریشن میں ہو وہ دوسروں کی ڈپریشن کیسے دور کر سکتا ہے؟

جواب :۔

آپ دوسرے شخص کو Company دو' اس کو اپنا ساتھ دو۔ مثلاً" آپ کو کوئی شادی کارڈ دیتا ہے تو آپ ضرور جائیں۔ جس دن اس نے کارڈ دیئے تھے تو سارے آدمی خوش نہیں تھے مگر وہ فنکشن میں شریک ہوتے ہیں۔ تو عام طور پر جو لوگ آپ کے فنکشن میں آتے ہیں وہ فنکشن میں آنے کے قابل نہیں ہوتے مگر خوشی میں شامل ہونا ان کا کام تھا۔ آپ بھی لوگوں کی خوشی میں شریک ہو جائیں۔ اس طرح ان کی ڈپریشن دور ہو جائے گی۔ اگر کوئی ڈپریشن میں ہے اور اس کا پرانا ساتھی آ جائے تو ڈپریشن کم ہو جاتی ہے۔ اگر آپ ڈپریشن میں جا رہے ہوں اور کوئی پرانا فیورٹ گانا سنائی دے تو ڈپریشن کم ہو جائے گی۔ کوئی پرانا منظر نگاہوں میں آ جائے تو ڈپریشن کم ہو جائے گی۔ اس لئے زندگی میں کسی کو فائدہ پہنچاؤ تو اس کی دعا سے ڈپریشن کم ہو جائے گی۔ ڈپریشن کو تحفظ نہ دو

بلکہ اس کو ختم کرنے کے لئے Struggle کرو۔ اگر آپ تنہائی میں کمرے میں چلے جائیں تو ڈپریشن Down ہو جائے گی۔ اللہ کے حضور سجدہ کرو اور دعا کرو کہ یا اللہ تو ہی طوفان سے نجات دینے والا‘ تو ہی مچھلی کے پیٹ سے نکالنے والا ہے‘ تو ہی یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکالنے والا ہے‘ تو ہی قیدیوں کو آزاد کرتا ہے‘ تو ہی پوری کائنات کا مالک ہے‘ تو مجھے اس مصیبت سے نجات دے جو مجھ پر میری وجہ سے آئی ہے۔ تو اس طرح کا والہانہ سجدہ ضرور کیا کرو۔ وہی ایک آخری سہارا ہے۔ باقی سب سہارے جھوٹے ہیں اور ساری وفائیں بے وفا ہو جاتی ہیں۔ دنیا والے تو جھکے ہوئے سر کو بھی نہیں مانتے اور ڈپریشن دیتے رہتے ہیں۔ انسان کے وجود کو کوئی قبول نہیں کرتا۔ وہ ایسا مالک ہے کہ جس نے انسان کو تنہائی میں بھی کبھی نہیں چھوڑا اور پریشان شخص کی بات بڑی سنتا ہے۔ اس طرح آپ کو اللہ تعالیٰ اپنی Company دے دے گا اور آپ کی ڈپریشن دور ہو جائے گی۔ اس لئے آپ تنہائی کے سجدے میں وفاداری اور تابعداری سے یہ دعا مانگو کہ یا اللہ! اے آگ کو گلزار بنانے والے‘ اس ڈپریشن کی آگ سے مجھے بچا۔ اے پانیوں میں راستے بنا دینے والے! مجھے اس عذاب سے اور اس سیلاب سے بچا! ڈپریشن ایک ایسا سیلاب ہے جو غرق کر دیتا ہے اور ایک ایسا ریگستان ہے جو جلا دیتا ہے۔ انسان کبھی صحرا میں جلتا ہے اور کبھی دریا میں ڈوبتا ہے‘ دونوں صورتوں میں ڈپریشن ہے۔ دوست دھوکہ دے جائے تب بھی ڈپریشن ہے۔ اس لئے آپ تلاوت کرنا شروع کر دو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی‘ درود شریف پڑھنا شروع کر دو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی‘ اللہ

کے آگے Surrender کر دو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔

سوال :۔

سر! یہ جو قرآن مجید میں روحوں کے نازل ہونے کا ذکر ہے وہ کیا روحیں ہیں؟

جواب :۔

یہ وہ روحیں ہیں جو بشارت لانے والی ہیں' یہ وہ روحیں ہیں جو انعام لانے والی ہیں' یہ وہ روحیں ہیں جو Encouragement لانے والی ہیں اور یہ کج مردہ کو خوب صورت بنانے والی روحیں ہیں۔ یہ اور ہی روحیں ہیں' یہ بندے' یہ روحیں انسان کے لئے انعام لاتی ہیں۔ مثلاً" آپ روح کی ایک قسم دیکھیں کہ ایک شخص کو غصہ آ گیا اور وہ بندہ آپے سے باہر ہو گیا' اب یہ بندہ نارمل نہیں ہو سکتا' وہ اپنا بھی نقصان کر رہا ہے اور دوسرے کا بھی نقصان کر رہا ہے۔ یہ غصہ "جن" کی ایک شکل ہے۔ جن کا ایک نام غصہ بھی ہے۔ وحشت بھی ایک جن ہے کہ کوئی چیز آپ پر حاوی ہو جائے اور آپ حلال و حرام کی تمیز نہ کر سکیں تو یہ بربادی ہے۔ اور اگر Obedience پیدا ہو جائے' حسن پیدا ہو جائے اور اطاعت پیدا ہو جائے تو یہ فرشتے جیسی روح ہے۔ اگر انسان بے ضرر ہو جائے تو یہ فرشتہ ہے۔ ایسے انسان میں نہ خواہش رہتی ہے اور نہ بغاوت رہتی ہے۔ ایسا انسان فرشتے کا امام ہے۔ ہر آدمی کے ساتھ شیطان ہے' جن ہے اور دو فرشتے ہیں۔ یہ خیال ازل سے ہی چلا ہوا ہے۔ کبھی آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ بیٹھے بیٹھے نیکی کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے

اور بیٹھے بیٹھے بدی کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے حالات آتے رہتے ہیں۔ یہ خیال ازل سے چلے ہوئے ہیں بلکہ کاروان خیال چلا ہوا ہے۔ جس نے انسان کو پیدا کیا' اسی نے خیال کو پیدا کیا اور آپ کے لئے خیال کا حصہ بھی زندگی کی طرح مقرر ہو گیا۔ خیال ایک پرندے کی طرح چلتا چلتا آپ کے اوپر بیٹھ گیا' آپ کے دل پر بیٹھ گیا' آپ کے قلب میں بیٹھ گیا اور آپ کو خیال آنا شروع ہو گئے۔ اس طرح یہ خیال شروع ہو جاتے ہیں۔ اب یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے کہ بعض اوقات آپ یہاں اکیلے بیٹھے ہوتے ہیں اور آپ کو خیال آ جاتا ہے۔ اس خیال کے ماتحت آپ نے کوئی عمل کر دیا یعنی عبادت کر لی تو آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ ایسا ممکن ہے کہ آپ کے خاندان کے کسی بزرگ نے آپ کو یہ خیال بھیجا ہو۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کے دین کے کسی بزرگِ محترم نے آپ کو یہ خیال بھیجا ہو۔ ایسا کہتے ہیں اور صحیح کہتے ہیں کہ بعض اوقات ہندو نعت کہہ رہا ہوتا ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ اس پر حضور پاک ﷺ کا کرم ہو گیا ہو۔ کوئی شخص نعت اپنے پاس سے نہیں کہہ سکتا' جب تک نعت کہلوانے والا نہ کہلوائے۔ یہ جو آستانے ہیں' یہ خیال بھیجنے کے ٹیلی گراف آفس ہیں اور وہ ہر وقت خیال بھیجتے رہتے ہیں' ہر وقت ٹرانسمشن ہو رہی ہے۔ کبھی آپ ان کے پاس جائیں تو عین ممکن ہے کہ وہ آپ کے خیال کی لائن ملا دیں۔ اس طرح بندہ گمراہ نہیں ہوتا بلکہ بچ جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو کسی "بڑی کمپنی" میں رجسٹر کر دیں۔ "بڑی کمپنی" جو ہے اس میں گزرے ہوئے سارے لوگ اور اس میں ہی سارا کچھ ہے۔ قبرستان میں یہ ہوتا ہے' مزاروں پر یہ

ہوتا ہے، خانقاہوں میں یہ ہوتا ہے اور بعض کامل پیروں کے پاس جانے سے یہ ہوتا ہے۔ پھر آپ کو بتایا جاتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ اصل میں یہاں سارے بے وفا ہیں اور سب دھوکہ دینے والے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے گھر آنے والے بھی آپ کے گھر کے دشمن نکلیں۔ جو محافظ ہوتے ہیں وہی لوٹ لیتے ہیں یعنی کہ باڑ کھیتی کھا گئی۔ باڑ کھیتی کھا گئی کا مطلب یہ ہے کہ محافظ نے گھر کو کھالیا یعنی جس پر بھروسہ کیا تھا وہی تباہ کر گیا۔

میں نے پھولوں کے خواب دیکھے تھے
میرا کانٹوں سے بھر گیا دامن
میں نے جینے کی آرزو کی تھی
مجھ کو پہنایا زندگی نے کفن

اور یہ کہ ۔

میں نے پھولوں کے ہار ڈھونڈے تھے طوقِ آہن بنا دیئے کس نے
دوستی کو جو ہاتھ اٹھے تھے اس میں خنجر تھما دیئے کس نے

یہاں سے Disturbance ہوتی ہے کہ دوست کے ہاتھ، پیار کرنے والے ہاتھ اور دعا کے لئے اٹھنے والے ہاتھ جو تھے وہ چاقو لے کر آ گئے۔ جولیس سیزر کا نام تو آپ نے سنا ہو گا۔ جولیس سیزر کا ایک دوست تھا، اس کا نام تھا بروٹس۔ سیزر بادشاہ کے خلاف جب سازش ہوئی تو اس کے دوست نے کہا کہ وہ اتنا بڑا بادشاہ ہے کہ ہمارا نام ہی مٹا دے گا۔ اس لئے اس کو ختم کر دو، Despatch کر دو۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ Despatch نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مافوق الفطرت ہے۔ تو اس کے

دوست نے کہا کہ ہے تو بڑا بادشاہ، لیکن یہ مافوق الفطرت نہیں ہے کیونکہ اس کو ایک دفعہ بیماری ہوئی تھی اور مرگی کا دورہ پڑا تھا۔ پھر جب سازش ہوئی تو سب لوگوں نے اس پر حملہ کیا۔ اس وقت اس کے دوست نے بھی اس کو مارا۔ کہتے ہیں دوست کو اس طرح دیکھ کر سیزر چاقو لگنے سے

پہلے مر گیا اور اس نے کہا! Even you Brutus یعنی بروٹس، تم بھی! یعنی اگر مجھے سارے مارتے تو دکھ نہیں تھا مگر وہ جو اعتماد والا تھا، اس نے بھی چاقو اٹھا لیا۔ ایسی حالت میں جینا بیکار ہے۔ تو یہ عام طور پر زندگی میں ہوتا رہتا ہے کہ اپنے پرائے بن جاتے ہیں۔ محبوب اگر خنجر اٹھائے تو پھر کیا علاج ہے؟ تو آپ پر اللہ تعالیٰ فضل کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پہ اعتماد رکھا کرو تاکہ کوئی اعتبار والا اور اعتماد والا دھوکہ نہ دے اور آپ بھی کسی کے ساتھ دھوکہ نہ کرنا تاکہ لوگ Tension میں نہ آ جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو دھوکے سے بچائے، اپنے فضل میں رکھے اور اپنا سہارا قائم رکھے، امید قائم رکھے اور سجدہ کرنے کی صلاحیت قائم رکھے، آمین! جس کی پیشانی میں سجدے کی خواہش ہے وہ شخص پریشان نہیں ہوتا۔ اگر پریشانی آئے تو سجدہ کر لو، پھر پریشانی ختم ہو جائے گی۔ سجدہ کے معنی ہیں Absolute Surrender یعنی خود کو مکمل طور پر اس کے سپرد کر دینا اور اس کے حوالے کر دینا۔

سوال :-

جن کیا ہوتا ہے؟ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جنات کا کوئی وجود نہیں؟

جواب :۔

لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی طاقت والا یا ایکشن والا انسان جن کہلاتا ہے۔ کوئی مشین جو بڑا کام کرتی ہو' جن ہی ہے مثلاً" چھپائی والی مشین۔ اصل میں جن جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق کا نام ہے۔ مگر قرآن مجید میں ہے کہ مِن الجنۃ والناس وہ انسانوں میں سے ہے یا جنوں میں سے۔ تو یہ بات واضح ہے کہ جن جو ہے وہ انسان کے علاوہ کوئی مخلوق ہے۔ پھر اللہ نے یہ فرمایا کہ وکان من الجن اور وہ جنوں میں سے تھا۔ تو جن ایک مخلوق ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن "اے جنوں کی مخلوق اور انسانوں کی مخلوق! اگر طاقت ہے تو آسمان اور زمین سے نکل جاؤ اور تم نہیں نکل سکو گے جب تک میں نہ اجازت دوں"۔ تو ثابت یہ ہوا کہ جن ایک مخلوق ہے۔

سوال :۔

سر! کبھی کبھی بغیر کسی وجہ کے خوف کا احساس ہوتا ہے تو وہ کیا ہوتا ہے؟

جواب :۔

خوف' دو کیفیات پیدا کرتا ہے۔ ایک تو یہ بگاڑ پیدا کرتا ہے اور ایک اطاعت پیدا کرتا ہے۔ اگر کسی بزرگ ہستی کی طرف سے دیا ہوا خوف ہے تو پھر اس سے آپ میں اطاعت پیدا ہو جائے گی۔ دوسرے خوف کا تعلق آنے والے زمانے سے ہوتا ہے۔ خوف کا Healthy

Effect یہ ہے کہ وہ آپ کو باغی ہونے سے بچائے گا۔ جس شخص کو خوف آ گیا' وہ باغی نہیں ہو گا۔ خوف کسی بد اعمالی کی سزا بھی ہے۔ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے تو پھر وہ کہتے ہیں۔ "لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" اللہ دو کاموں سے بندوں کو بچاتا ہے کہ آنے والے واقعات کا اندیشہ کوئی نہیں رہتا اور گذرے ہوئے کا ڈر کوئی نہیں ہوتا ہے کیونکہ گذرے ہوئے پر انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ کے حوالے کر دیا کہ جو ہو گا بہتر ہو گا۔ اس لئے یہ ان کے شان میں بیان ہے کہ "لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" یعنی انہیں نہ آنے والی چیز کا ڈر ہے اور نہ ہی گذرے ہوئے زمانے کا ڈر ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اب جو ہو گیا ہے وہ گرفت میں نہیں آئے گا کیونکہ ہم نے توبہ کر لی ہے۔ اور جو آنے والا ہے اس کو ہم نے اللہ پر چھوڑ دیا ہے کہ جو آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ بہتر ہی آئے گا۔ بندہ بہتر ہو جائے تو واقعات بہتر ہو جاتے ہیں اور حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ بندہ اگر بد ہے تو بادشاہ بن کر بھی بد رہے گا۔ کتنے ہی بادشاہ ہیں جن کو آپ برا کہتے ہیں۔ آدھا ملک بادشاہ کو ہمیشہ ہی برا کہتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ دنیاوی عزت کوئی شے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے تو عزت بنتی ہے۔ مثلاً" قائد اعظم کو عزت ملی' اور بڑی عزت ملی۔ اس کے بعد کسی کو بھی عزت نہیں ملی۔ اب اللہ اپنا فضل کرے' آمین!

سوال :-

سر! جو لوگ مر جاتے ہیں جب ہم ان کو یاد کرتے ہیں تو کیا وہ

ہمارے خیال سے آگاہ ہوتے ہیں۔

جواب :۔

آپ اس وقت تک ان کو یاد نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ خود نہ چاہیں، جس کو آپ یاد کر رہے ہوں۔ تو اصل میں وہ آپ کو یاد کر رہا ہوتا ہے۔ مثلاً" آپ یہاں کسی دوست کو یاد کر رہے ہوں تو وہ وہاں آپ کو یاد کر رہا ہوتا ہے۔ اگر آپ درود شریف پڑھیں تو وہ وہاں پہنچ جاتا ہے۔ تو روحوں کے اس دنیا کے ساتھ تعلق کا اتنا بیّن ثبوت ہے کہ ہماری یہ ساری دنیا ماضی کا ریکارڈ ہے۔ آپ کے پاس ماضی کے علاوہ ہے ہی کچھ نہیں۔ آپ کا کلمہ ماضی کا ہے۔ آپ کی جتنی دعائیں ہیں ساری ماضی کے لوگوں کے لئے ہیں۔ آپ کا سارا علم ماضی کا ہے۔ آپ جس کی تاریخ پڑھتے ہو، اسے قریب سے تو نہیں دیکھا۔ یہ سارا ریکارڈ ہے ماضی کا۔ لکھنے والے کا اپنی تحریر کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اگر آپ یا علیؑ یا علیؑ کہتے جائیں تو آپ خود دیکھیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپکو چودہ سو سال بعد یا علیؑ یاد رہ جائیں، تو ثابت یہ ہوا کہ اگر وہ آپ کو یاد ہیں تو آپ انہیں یاد ہیں اور آپ انہیں پکار رہے ہیں تو وہ بھی آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ تو آپ جس کو پکارتے ہو، وہ پکارنے کی اجازت دیتا ہے۔ جس کو وہ اختیار نہ دے، وہ پکارتا نہیں ہے۔ اس لئے سارے لوگ یا علیؑ نہیں پکارتے۔ سارے لوگ داتا دربار جا کر داتا صاحبؒ کو نہیں پکارتے اور وہاں جانے کے باوجود نہیں پکارتے۔ صحیح جاننے والے کو صحیح علم ملتا ہے۔ تو جن کو یاد کریں ان کو علم ہوتا ہے کہ آپ انہیں یاد کر رہے ہیں

اور وہ آ کر اپنی یاد آپ ہی جگاتے ہیں۔ ورنہ زندگی میں ماں باپ زندہ ہوتے ہیں اور انسان یاد نہیں کرتا' اور پھر گذرے ہوؤں کو یاد کرتا رہتا ہے۔ یہ تقرب جب بھی ملے اچھی بات ہے۔ بلکہ آپ یہ بات یاد رکھنا کہ گذری ہوئی تاریخ جس وقت آپ کے علم میں آ رہی ہوتی ہے تو اصل میں وہ اسی وقت گذر رہی ہے۔ مثلاً" کربلا ایک ایسا واقعہ ہے جو گذر گیا ہے اور اگر آپ نے اب پڑھا ہے تو یہ آپ پر اب گذر رہا ہے۔ پانی پت کی لڑائی جو ہے اگر آج پڑھیں تو یہ آج ہو رہی ہے۔ واقعہ تب ہوتا ہے جب آپ کو علم ہوتا ہے۔ خدا کے سامنے جب آپ کا سجدہ ہوتا ہے' تب آپ کو علم ہوتا ہے۔ آپ کے آگے پیچھے بھی خدا ہے لیکن آپ کا اصل تعلق سجدے کے ساتھ ہے۔ آپ سادگی اختیار کرو' خوش رہا کرو' کامیاب رہو' جس کو ٹھیک کر سکتے ہو' ٹھیک کر لو' جس چیز کو ٹھیک نہیں کر سکتے' اس پہ راضی ہو جاؤ' اس سے گذارہ کر لو' یہ چار دن کا میلہ ہے اسے دیکھتے جاؤ۔

سوال :۔

سر! ہم چاہتے ہیں کہ ترقی بھی کریں۔

جواب :۔

اللہ کی ذات' اپنی ذات میں ہمیشہ سے مکمل تھی لیکن اس نے یہ سوچا کہ اظہارِ ذات کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان کو پیدا کیا جائے۔ اب آپ اس سے ہیں اور وہ آپ سے ہے۔ مگر آپ کے دنیا میں آنے سے سارا سسٹم ہی غلط ہو گیا۔ غلطی اس طرح ہو گئی کہ ہمارا ریفرنس خدا

ہونا چاہئے مگر آپ کا ریفرنس ہے دنیا کی ترقی! آپ یہ ریفرنس نکال دو' پھر آپ کو آسانی ہو جائے گی۔ دِقت اس لئے ہو گئی ہے کہ ریفرنس آپ کے پاس کافروں کے ہیں اور مزاج آپ مسلمانوں کا چاہتے ہو' اس لئے سچ کہتے ہیں کہ آپ زندگی فرعون کی چاہتے ہیں اور عاقبت موسیٰؑ کی چاہتے ہیں۔ آپ اچھا وقت گزارو' بچے راضی رہیں. اور ماں باپ سلامت رہیں' سلامتی یہی ہے کہ آپ کو وہ یاد رہیں اور اور آپ اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتے جاؤ۔ بس یہ کامیابی ہے اور ترقی ہے۔

سوال :۔

سر! ترقی کے لئے دعا بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن ترقی حاصل کیسے کریں؟ دعا کا کچھ نہ کچھ تو اثر ہو گا۔

جواب :۔

آپ ترقی کے لئے ضرور کوشش کرو اور حاصل کرو۔ مگر یہ دیکھو کہ انگریز خدا کو نہ مان کر بھی ترقی کر رہا ہے' آپ کیوں نہیں کر سکتے؟ جو ترقی آپ نہیں کر سکتے' وہ ترقی آپ کے لئے نہیں ہے۔ پہلے آپ اپنی جنس کو پہچانو۔ اگر دعا پر اتنا ہی یقین ہے تو پھر بیٹھ کر دعا کرو کہ یااللہ ہمیں ایسی زندگی دے جس پر ہم راضی رہیں اور تو بھی راضی رہے۔ لیکن آپ ہر وقت فنانشل بہبود کے مسئلہ سے بچو۔ اگر بیویاں مال کی نمائش پر لگ جائیں تو شوہر مجبور ہو کر ناجائز مال لانے کو تیار ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں دعا کیا کرے گی۔ بیوی کو چاہئے کہ شوہر کی آمدنی میں گزارہ کرے۔ دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ رزق میں برکت دے۔ کشائشِ

رزقِ حلال دے۔ اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے دیتا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حالات بہتر کرے۔

سوال :۔

سر! ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم محنت اور کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن ہماری محنتوں کا اس طرح انصاف نہیں ملتا۔

جواب :۔

ایک بات یہ دیکھو کہ دنیا کے اندر انصاف کی دعا ذرا مشکل ہی ہے۔ سرمد کو Execute کر دیا گیا اس لئے کہ اس کو کہا گیا کہ کلمہ پڑھو تو اس نے کہا "لا الہ الا اللہ" اسے کہا گیا کہ پورا کلمہ پڑھو تو اس نے پورا کلمہ نہیں پڑھا یعنی "محمد رسول اللہ" نہیں پڑھا۔ جب اس کی گردن کو کاٹا گیا تو خون کے قطرے سے آواز آئی "محمد رسول اللہ"۔ گردن کٹنے کے بعد اس مجذوب نے یعنی سرمد نے اپنا کٹا ہوا سر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور کٹے ہوئے سر کے ساتھ دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھ گیا اور آواز بلند کرنے لگا کہ انصاف! انصاف! مجھے کس جرم کی سزا ملی ہے؟ میرا سر کیوں کاٹا گیا ہے؟ ان کے ایک مرشد تھے جو "ہرے بھرے" نام سے مشہور تھے اور دہلی کی جامع مسجد کے سامنے ان کا مزار ہے۔ انہوں نے اس کو ڈانٹا کہ تو جو انصاف مانگ رہا ہے اس کے لئے اللہ نے ایک دن مقرر کر رکھا ہے اور اسے یومِ انصاف کہتے ہیں' وہ انصاف جو سچ اور جھوٹ کو دودھ پانی کردے' یہاں کیسے مانگ رہے ہو۔ تو یہ انصاف یہاں کیسے مانگے گا۔ دھوکے کے گھر میں انصاف کیسے مانگے گا۔ یہ گھر ہی اور

ہے' یہ وقت ہی اور ہے' یہ قصہ ہی اور ہے۔ ادھر تو عزت عام طور پر اسے ملے گی جو اندر سے ذلیل ہو گا۔ یہاں وہ انصاف نہیں ملے گا کہ دودھ اور پانی الگ ہو جائے' وہ انصاف یہاں کبھی نہیں ہوگا۔ یہاں پر تو دودھ میں پانی کی ملاوٹ ہوگی' چور پیدا ہو گا اور چوری کرے گا' دوست دھوکہ دے گا' اعتماد کو ٹھیس لگائی جائے گی' بچے باغی ہوں گے اور ایسے واقعات ہوتے ہی رہیں گے۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے' تو اس سے بھی برا زمانہ آئے گا۔ ایک زمانہ آئے گا کہ بچوں میں دانائی پیدا ہو جائے گی اور ماں باپ حیران ہو جائیں گے۔ یہ وقت قریب آ گیا ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کی دانائی دیکھ کر حیران رہ جائیں گے اور بچے ایسا سوال کر دیں گے کہ والدین کو دن کے وقت تارے نظر آ جائیں گے اور حیران' پریشان ہو جائیں گے۔ تو یہ وقت ہے دعا کا۔ ایک ایسا زمانہ آئے گا جب کہ علم زیادہ پھیل جائے اور بہت جلدی باطن کا علم کھل جائے اور یہ کھلنا شروع ہو گیا ہے۔ تب مخفی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔اس لئے انصاف ضرور مانگو کہ ہمارا حق جو ہے وہی ہمیں مل جائے اور اس دنیا میں مل جائے اور آگے بھی مل جائے۔ ایک کہانی سن لو۔ ایک بادشاہ تھا' جب اس کو بادشاہی ملی تو جشن منایا گیا اور جلوس نکالا گیا' بادشاہ کو شہر کے باہر سے تاج پوشی کے لئے جلوس کی شکل میں لایا گیا۔ اس نظم کو ایک رائٹر نے لکھا ہے' رائٹر بادشاہ کی زبانی کہتا ہے کہ It was roses roses all the way یعنی گلاب ہی گلاب میرے راستے میں تھے' خوشبوئیں ہی خوشبوئیں میرے راستے میں تھیں' ہجوم ہی ہجوم میری راہ میں تھا۔ اتنا اطاعت شعار ہجوم کہ اگر میں یہ کہتا کہ اچھے لوگو! سورج

میرے لئے لاؤ تو یہ کہتے کہ اس کے بعد آپ کا کیا حکم ہے' یہ کیا چیز آپ نے مانگی ہے' اتنا تابع دار ہجوم تھا' مکانوں کی چھتیں ہل رہی تھیں اور یہ سب میرے استقبال کرنے والے تھے' میں پھر بادشاہ بن گیا' ایک سال گزرا ہے اور سال کے بعد آج وہی سڑکیں ہیں جن پر میں جا رہا ہوں اور میرے ہاتھوں کو رسی سے پیچھے باندھا ہوا ہے' کوئی ہجوم نہیں ہے' مکانوں کی چھتوں پر بندے نہیں ہیں۔ سارا ہجوم کہاں چلا گیا؟ تو کسی نے جواب دیا کہ وہ وہاں گیا ہے جہاں آپ کو پھانسی چڑھایا جانا ہے۔ کہنے لگا کہ میں نے ان کے لئے کام کیا مگر انہوں نے مجھے پہچانا نہیں۔ اس نظم کا آخری شعر ہے۔

Thus I enterd thus I go

The people dropped down dead

Paid by the moral

To me God is my reward and I am safe and so

یعنی یوں میں آیا اور یوں میں جا رہا ہوں' بڑے بڑے لوگ بھی تو مر جاتے ہیں' کچھ کو دنیا میں ہی انعام مل جاتا ہے مگر میرا انعام خدا کے پاس ہے اور میں محفوظ ہوں۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں اس لئے محفوظ ہو گیا ہوں کیونکہ میرا انعام اس کے پاس ہے۔ تو یہاں جس کو انعام مل گیا تو یہ ٹھیک ہے اور جو محروم ہے وہ اپنا انعام لینے کے لئے آگے جا رہا ہے۔ تو اس طرح آپ لوگ Safe ہو سکتے ہیں۔ کہیں کمی و بیشی ہو گئی تو دعا کرو کہ یا اللہ اس دنیاوی کمی کو میرے دینی مرتبے میں لگا دے۔ یہ Investment ہے اور آگے جا کر آپ کو انعام مل جائے گا۔ اللہ آپ

کو یہاں کی حالت قبول کرنے کی توفیق دے دے۔ آپ مت گھبرایا کرو اور سب کے لئے دعا کرو۔ رمضان شریف آرہا ہے۔ رمضان شریف میں ایک عبادت جو ہے کئی عبادتوں کا ثواب دیتی ہے اور ایک توبہ کئی توبہ کا کام کرتی ہے۔ آپ کو پھر ایک بار کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں کو معاف کر دو اور سب کو معاف کر دو' سب کے لئے رحم کی دعا کرو' اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے' اللہ تعالیٰ آپ کو انعامات دے۔ اور آپ میں راضی ہونے کی توفیق پیدا کرے۔ اچھے وقت کا انتظار کرو اور یہ کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جہاں راستے بند ہوتے ہیں' وہاں سے راستہ پیدا ہوتا ہے' جہاں دیوار آ کر کھڑی ہوگی' انشاء اللہ تعالیٰ وہاں سے راستہ ملے گا۔ کوئی رات ایسی نہیں جس کے بعد دن نہ آیا ہو' اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی کے ساتھ رکھے' خوش رہو' آپ اپنا Award حاصل کرنے کے لئے جاؤ اور یہ دنیا میں کبھی Compensate نہیں ہوا' اور دنیا میں کبھی نہیں ملا۔ آپ اس بات کا شکر ادا کرو کہ آپ کا حصہ اللہ کے پاس ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ میری بڑی Investment تھی' میں نے دفتر میں بڑا کام کیا ہے۔ آپ کی نیکیوں کا یا آپ کی محنتوں کا یا آپ کے حقوق کا انعام نہیں ملا تو آپ کی غلطیوں کی فوری سزا نہیں ہوئی۔ اگر انعام فوری ہوتا تو سزائیں بھی فوری شروع ہو جاتیں۔ شکر ہے انعام ملا نہ سزا ہوئی' سزا کے امکان کو توبہ سے صاف کر دو اور انعام کا انتظار کرو۔ اگر یہ کہیں کہ یا اللہ توبہ' تو ہمیں سزا نہیں ہو گی اور انعام بھی ملے گا۔ یا اللہ مہربانی فرما۔ یااللہ ہم نے اپنا انعام ضرور لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھے زمانے نصیب فرمائے۔ آمین۔ آپ ایسی زندگی گزاریں کہ لوگ آپ کو مبارکیں ہی دیتے رہیں۔ آمین۔

۱ لفظ "عبادت" کے دائرے میں تو مخلوق کا ہر فرد آ جاتا ہے' اب عبادت اور کس کو کہتے ہیں جس کے لئے علمائے کرام اور تلقینِ دین والے لوگ کہتے رہتے ہیں؟

۲ بہت سے بزرگانِ دین کا رویّہ عبادت کے سلسلے میں مختلف ہے۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ تحقیق نہ کرو اور حسنِ ظن رکھو۔ اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۳ کوئی ایسا نسخہ فرمایئے جس سے رات کا جاگنا میسر آئے اور رات آسان ہو جائے۔

۴ حضور! بیماری کے متعلق کچھ فرمائیں۔

سوال :۔

لفظ "عبادت" کے دائرے میں تو مخلوق کا ہر فرد آجاتا ہے، اب عبادت اور کس کو کہتے ہیں جس کے لئے علمائے کرام اور تلقینِ دین کرنے والے لوگ کہتے رہتے ہیں۔ آیا یہ اس دائرے کو تنگ کرنے یا وسیع کرنے والی بات ہے؟

جواب :۔

بات بہت مشکل بھی ہے اور آسان بھی۔ پہلی بات غور کرنے والی یہ ہے کہ یہ دنیا زندہ انسانوں کی دنیا ہے۔ اجسام، اشیاء، اجرامِ فلکی، واقعات، کیفیات، اور زندہ انسانوں کا کرۂ ارض پر اجتماع، یہ سب دنیا ہے۔ یہ انسان، سارے انسان، انسانوں کا اجتماع، بنی نوع انسان یعنی ساری دنیا، یہ سب جس نے تخلیق فرمائے، صفت کے حوالے سے اس کا نام ہے "خالق" اور ذات کے حوالے سے اس کا نام ہے "اللہ"۔

آپ ایک چابی والا کھلونا بنا کر اسے چھوڑ دو۔ جس طرح آپ نے اس کو Detail کیا ہے، چابی کی موجودگی تک وہ ویسی حرکت کرے گا۔ اس کے بعد اس کی تمام حرکات و سکنات بند ہو جائیں گی۔ اسی طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص میکانزم اور ایک خاص Mechanical

Process کے ذریعے تخلیق فرمایا ہے۔ اس لئے انسان ایک خاص عرصہ تک قیام کرے گا' خاص کام کرے گا اور اس عمل کے بعد وہ خود ہی خاموش ہو جائے گا۔ اس کے اندر' بذات خود' خاموش ہونے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ باہر سے کوئی چیز آ جائے اور گلا دبا کر اسے مار دے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے۔

انسان اگر غار میں بیٹھا رہے' تنہائی میں رہے' کوئی کام نہ کرے' خاموش بیٹھا رہے اور کھانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو' پھر بھی کچھ عرصہ بعد اس کے Consume ہو جانے کا عمل ہو جاتا ہے اور وہ وہیں ختم ہو جائے گا۔ بنانے والے نے انسان کو اپنی قدرتِ کاملہ سے بنایا ہے۔ اس انسان کو دوسرے انسانوں کی ضرورت ہو گی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ کیوں ضرورت ہو گی۔ انسان کو انسان کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے لیکن انسان کو انسان کی ضرورت ہے۔ جب انسان' تنہا انسان' اکیلا انسان' اپنی تنہائی' اپنے اکیلے پن' اپنی ذات' اپنے وجود اور اپنی اکائی پر غور کرتا ہے تو اس کو دوسرے انسانوں کی طلب کا احساس ہوتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ انسان اکیلا ہی کافی ہے' تنہائی میں مطمئن ہے لیکن جب وہ اپنے اندر اپنے وجود کو دریافت کرتا ہے تو اس کو اپنے اندر ایسے کل پرزے ملتے ہیں جن کا تعلق غیروں سے ہے' اوروں سے ہے اور دوسرے انسانوں سے ہے۔ مثلاً'' اس کی آنکھ' جسے بینائی کہتے ہیں' وہ کوئی اپنے جیسا دوسرا وجود دیکھنا پسند کرے گی۔ تو ایک اور انسان آ گیا' اب کچھ بھی نہ دیکھے گا تو آئینہ دیکھے گا' اپنے وجود کا عکس دیکھے گا اور مطمئن ہو جائے گا۔ اس طرح اس کی آنکھ میں ایک Mechanical

Process یعنی خاص عمل ہے کہ چلتے چلتے بھی انسانوں کو دیکھے گا۔ پھر اس انسان کے دل میں شوق رکھ دیا گیا ہے۔ تنہا انسان بھی طالبِ محفل ہو گا' یہ بات اس کے اندر موجود ہے۔ آپ کو یہ بات اس طرح سمجھ آ جائے گی کہ کوئی تنہا انسان جنگل میں رہتا ہو اور اچانک اس کو میٹھا پھل مل جائے تو وہ خوب شور مچائے گا تاکہ کسی کو دکھائے اور کسی کو کھلائے۔ وہ کہے گا کہ میں نے یہ دریافت کر لیا ہے' کوئی اور وجود ہو تو اسے دکھاؤں۔ یہ غاروں کے زمانے کی بات ہے۔ اسی طرح انسان جب اپنی آواز دریافت کر لیتا ہے تو سوچتا ہے کہ یہ کس طرح آتی ہے اور آواز کدھر جاتی ہے۔ پھر اسے معلوم ہو گا کہ یہ کان کے ذریعے وصول ہوتی ہے۔ تب اسے کوئی اور کان چاہئے۔ پھر وہ ایک اور آدمی کو تلاش کرے گا۔ اگر انسان کے گلے میں سوز پیدا ہو گیا اور نغمہ پیدا ہو گیا تو وہ سب کو سنائے گا کہ دیکھو یہ میری آواز ہے۔ شیر جنگل کو خبر کرے گا کہ یہ میری آواز ہے۔ شیر کی شکل میں اتنی ہیبت نہیں جتنا اس کی آواز میں رعب ہے۔ شیر اپنی آواز کے حوالے سے اپنا آپ بتائے گا۔ اس لئے انسانی کانوں کی تلاش پھر انسانوں کے قریب ہی لے جائے گی۔

اس کے بعد صحت کی ضرورت ہے جو یہاں اس انسان کو چاہئے۔ وجود کے اندر کے حصے میں سے انسانوں کو انسان کی تمنا ہو گی۔ پھر جب انسان روحانیت میں' روحانی دنیا میں داخل ہو گا تو روحانی طور پر اسے کسی نہ کسی رفیقِ طریق یا رفیقانِ طریقت کی ضرورت ہو گی۔ یہ ہے دنیا' جس خالق نے اسے تخلیق فرمایا اس نے اس کے اندر ایک اجتماع سازی کا شعور ایک راز کے طور پر رکھ دیا۔ اگر آپ خدا کو نہ مانیں تب بھی ایک

سماج ضرور بنائیں گے۔ سماج بنانا انسان کی طاقت بھی ہے اور کمزوری بھی۔ یہ شروع سے چلا آ رہا ہے' اسے کہتے ہیں

Man is a Social animal " اس طرح تھیوری بنتی جاتی ہے۔

جب انسان سماج ساز بنا تو سماج ساز اداروں کو سماج شکن ادارے بھی مل گئے۔ یہ ادارے انسان ہی نے بنائے ہیں۔ ہوا یوں کہ ایک نے کھانا پکایا تو دوسرے نے کھانا ہی چرا لیا۔ یہاں آ کر سسٹم بنانا پڑ گیا۔ اسے چاہے تو آدمی توڑ سکتا ہے۔ مکان بنایا' جھونپڑی بنائی' ایک نے آ کر اسے آگ لگا دی' سماج نے اس پر ایک Check رکھ دیا ہے' یعنی اخلاقی قانون۔ اخلاقی قانون' اخلاقیات کے حوالے سے بنتے گئے۔ انسان کی بنائی ہوئی اخلاقیات میں دیکھا یہ گیا کہ اخلاقیات بنانے والا شخص اس قانون میں اپنا مطلب رکھ لیتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا سب لوگ برابر ہیں اور برابر کی تقسیم میں اپنے لئے زیادہ حصہ رکھ لیا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے کیونکہ تم نے کہا تھا کہ سب لوگ برابر ہوتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے آپ کو طاقت ور بنانے کے لئے اپنا حصہ بڑھاتے گئے۔ یہاں سے پھر یہ بات بنا لی گئی کہ "Divine Right of Kings" یعنی بادشاہ کو خدا کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے۔ اس طرح ایک بادشاہ آ گیا اور وہ بڑا ظالم تھا مگر کہتا یہ تھا کہ میں آسمان کی طرف سے اور خدا کی طرف سے آیا ہوں۔

یہاں پر ضرورت پڑتی ہے مذہب کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے' اسی اللہ تعالیٰ نے جو کہ خالق ہے' کچھ لوگ مبعوث فرما دیئے جو لوگوں کو یہ بتاتے تھے کہ یہ زندگی ہی کافی نہیں ہے' یہ زندگی آگے جواب دِہ ہے اور آپ لوگوں نے کسی اور زمانے میں جانا ہے۔ یہاں سے دین شروع ہو جاتا

ہے۔ دین کا مطلب یہ ہے کہ جو زندگی تم گزار رہے ہو یہ محض "Eat, drink and be merry" یعنی "کھاؤ پیو اور عیش کرو" نہیں ہے بلکہ تم خالق کے سامنے جواب دہ ہو۔ تمہاری زندگی جو گزر رہی ہے دراصل یہ جواب دہی کا عرصہ ہے۔ وہ یہاں کے بعد' مرنے کے بعد ایک اور نظام کی خبر دیتے رہے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ یہاں سے دین شروع ہوا اور انہوں نے بتایا کہ آپ کے ہاں جو اخلاقیات ہے اس کے یہ حصے صحیح ہیں اور یہ حصے صحیح نہیں۔ اخلاقیات میں انہوں نے الٰہیات کو داخل کر دیا۔ جس کا بچہ بیمار ہو گا وہ حکیم صاحب کے پاس ضرور جائے گا۔ دین والوں نے اسے کہا کہ تم بچے کی خدمت کرو' یہ اللہ کا حکم ہے۔ یہ تمہاری ضرورت تو ضرور ہے مگر اللہ کا حکم ہے۔ اب اس بات کا کیا فائدہ ہوا؟ اس کو اس بات سے سمجھو کہ اگر ماں باپ کسی کی ضرورت نہیں رہے' لیکن ان کی خدمت اللہ کا حکم ہے۔ یعنی ماں باپ کی آپ کو ضرورت نہیں اور آپ ضرورتوں میں آزاد ہو گئے ہیں اور ماں باپ بوڑھے ہیں تو ان کو علیحدہ کر دیا جائے کیونکہ ان کے پاس کھانے کو کافی ہے اور کئی دکانیں ان کے نام ہیں۔ اس لئے کہیں ایسا نہ کرنا کہ تم آزاد ہو جاؤ اور ان بزرگوں کو چھوڑ دو۔ دین نے یہاں یہ بات بتائی ہے کہ جہاں اخلاقی بات سمجھ میں نہیں آتی' آپ وہاں الٰہیات کو سمجھو۔

مذہب نے زندگی کے شعور کو اور سماج کے شعور کو ایک اللہ کے اس حکم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جس اللہ نے اس کائنات کو بنایا ہے اور انسان کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تخلیق کا منشا کیا ہے؟ انہوں نے بتایا اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے لوگوں کو تخلیق کیا

تاکہ میرا اپنا اظہار ہو اور میں نے تمہیں اس لئے بنایا بلکہ ہر شخص کو اس لئے بنایا تاکہ تم لوگ میری عبادت کرو۔ ساری کائنات اور آپ خود اپنی صفت کے مطابق چل رہے ہو' یہ ہے عبادت اور یہ عبادت تسبیح کہلائے گی۔ انسان مجبور ہے' کھلونے کی طرح چل رہا ہے' اپنے وقت کے مطابق چل رہا ہے اور یہ تسبیح ہے جو کائنات اور کائنات کی بے جان چیزیں بھی کر رہی ہیں یعنی جو کچھ زمین پر ہے' ذی جان' بے جان' شجر' حجر سارے کے سارے۔ تسبیح سے کیا مراد ہے؟ پرندے جو ہیں وہ اڑتے ہی رہیں گے۔ یہ تسبیح ہے کہ پہاڑ اڑنا شروع نہیں کر دیں گے۔ اپنی صفت کے اندر برقرار رہنا بھی تسبیح ہے۔ جب دین نے بتایا کہ یہ عبادت ہے تو اس عبادت کا رخ یہ تھا کہ انسانوں کے اندر دنیا میں ایک خاص قسم کی تہذیب' ایک خاص قسم کا امن اور ایک خاص قسم کا شعور پیدا ہو جائے یعنی اس زندگی کا مفہوم اور آنے والی زندگی کا مفہوم۔ اب اللہ کے اس مظہر نے اپنا گروہ بنایا' یہ ماننے والوں کا گروہ اپنے پیغمبروں کے حوالے سے تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس بات کے داعی تھے کہ زمین پر ایک [illegible] قائم ہو جائے۔ انہوں نے نظامِ عدل قائم کرنا چاہا' نظامِ [illegible] نظامِ الٰہیات قائم کرنا چاہا' یا یہ کہ نظامِ اخلاقیات قائم [illegible] کروانا چاہا۔ یہ نظام قائم کرنے والے لوگ اس [illegible] قائم کرانے والی ذات اس مذہب کے پیغمبران [illegible]

[illegible] تھے کہ یہ زندگی [illegible] لوگوں نے کسی اور زمانے [illegible]

[illegible] طرح سے کرو کہ یہ صرف آپ کی [illegible] نہیں کیونکہ وہ تو ہر آدمی کرتا

ہے' کافر بھی یہ کرتا ہے کہ بھوک لگے گی تو کھانا کھائے گا' بیمار ہو گا تو ڈاکٹر کے پاس جائے گا' تکلیف ہو گی تو روئے گا۔ کافر کا باپ مرجائے تو وہ بھی مسلمان کی طرح روتا ہے' کمال کی بات ہے۔ حالانکہ وہ کافر ہے' اسے رونا نہیں چاہئے۔ مرنا بھی اسی طرح ہے' پیدا بھی اسی طرح ہونا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ زندگی بھی اتنی ساری ہے اور وہی تکلیفیں بھی ہیں۔ اس طرح کافر یا مومن کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کافر اور مومن کے کھانے پینے کے آداب کچھ مختلف ہیں لیکن حالات ایک جیسے ہیں۔ وہ بھی جسم ڈھانپنے کے لئے لباس استعمال کریں گے۔ کسی نے کسی طرح ڈھانپا' کسی نے کسی اور طرح ۔ کسی نے اطلس و کمخواب سے ڈھانپا ہے' کسی نے ٹاٹ میں ڈھانپ لیا۔ کسی کی سمور میں گزر گئی یا پھر تندور میں گزر گئی۔ وہ جو مذہب کے داعی تھے انہوں نے انسانی سوچ کو ایک الگ انداز دیا کہ اللہ تعالیٰ کی مروج عبادت کے علاوہ بھی عبادت ہوتی ہے۔ یعنی پیدا ہونا عبادت ہے' مرجانا عبادت ہے' گھروں میں رہنا عبادت ہے' حلال رزق کھانا عبادت ہے۔ اگر آپ کافر معاشرے میں جائیں تو کچھ قباحتیں ضرور ہوں گی' ان قباحتوں کے علاوہ اگر دیکھیں تو آپ لوگ کہیں گے کہ وہ کافر عین اسلام کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کلمہ کے علاوہ باقی سارے مضامین ان کے پاس پورے ہیں کیونکہ وہ بے ایمانی نہیں کرتے' جھوٹ نہیں بولتے' مریض کی خدمت کرتے ہیں' اگر کسی چیز کی گارنٹی پانچ سال کی دیتے ہیں تو وہ دس سال چلتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کی زندگی کا سارا منشا اسلام کے مطابق ہے۔ یعنی ان کے پاس کلمے کے علاوہ مکمل اسلام ہے۔ ہمارے یہاں صرف کلمہ رہ گیا اور عمل ختم ہو

گیا ہے۔ آپ غور کریں کہ ہم صفات سے خالی ہیں۔ صفات کی بھی عبادت ہوتی ہے۔ مثلاً" سچ بولنا عبادت ہے لیکن جس پر دین کے لوگ زور دے رہے ہیں اور مسلمان مولوی زور دے رہا ہے وہ یہ ہے کہ صفات کی عبادت نہیں ہوتی بلکہ تم نے ایک حکم کی عبادت کرنی ہے۔ وہ عبادت الگ ہے' وہ سماج کی عبادت ہے' معاشرے کی عبادت ہے اور معاشرے کی فلاح کی عبادت ہے یعنی اگر برائی نہ کرو تو معاشرہ بچ جائے گا. اور اگر تم نے اچھے کام کئے تو معاشرہ دیرپا ہو جائے گا۔ پھر سونا ڈھالا تو اتنے ہی گرام کا سونا نکلے گا۔

اس طرح ایک اچھا معاشرہ قائم ہو گیا۔ ہم نے کہا کہ اس کے اندر اللہ کا حکم' وہ حکم جو اللہ کے محبوب ﷺ سے ملا' اس پر عمل کریں گے تو یہ عبادت کہلائے گی۔ گویا کہ بات یوں آسان ہو گئی کہ وہ کام جو ہم زندگی کی مجبوری کے مطابق کرتے ہیں وہ عبادت ہے۔ زندگی اللہ نے بنائی ہے' مجبوری ادھر سے آئی ہے۔ دوسرے کی مجبوری میں اس کے ساتھ تعاون کرنا عبادت ہے۔ اس کائنات کے باقی انسانوں سے محبت کرنا عبادت ہے۔ زمین پر فتنہ فساد نہ پھیلانا عبادت ہے' زندگی کا بوجھ اٹھانا عبادت ہے' ماں باپ کی خدمت عبادت ہے۔ یہ سب عبادتیں ہیں جو آپ پر نازل ہوئی ہیں۔

تو عبادت درحقیقت اس کو کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی زبان سے معاشرے کے اندر عبادت کے نام پر رائج کی ہے۔ ہمارا زور اس عبادت پر ہے۔

ایک آدمی کہتا ہے میں کسی کو گزند نہیں پہنچاتا' صرف شراب ہی

تو پیتا ہوں۔ یہاں پر وہ آدمی دھوکہ کھا جاتا ہے۔ وہ اب تو شراب پی لے مگر پھر بخشا نہیں جائے گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نہیں کہے گا کہ غریبوں کا خون پیو۔ لیکن یہاں سے ایک بات نکل آئی کہ ایک آدمی صرف شراب پیتا ہے اور باقی کوئی برائی نہیں کرتا۔ جو آدمی شراب پیتا ہے ہمارے پاس اس کے لئے حکم ہے کہ یہ تمہیں منع ہے' اسے مت پیو۔ کہتا ہے باقی پورے اسلام کی پابندی کرتا ہوں۔ اسلام کے مطابق کسی ایک حکم کو بھی Openly Violate کرنا دراصل اسلام کے خلاف چیلنج ہے۔ گویا آپ اللہ کے حکم کے خلاف کام کر رہے ہو۔ سود' اللہ کے خلاف کام کرنے کے برابر ہے۔ آپ ساری نمازیں پڑھتے جاؤ اور سود لکھو اور سود پڑھو تو جیسا کہ حکم ہے' سارا نظام ختم ہو جائے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے کہ سؤر کا گوشت نہیں کھانا۔ اب اگر کوئی کہے کہ اس میں کیا قباحت ہے' اگر فرض کرو کہ کوئی قباحت نہیں ہوتی' مگر یہ اللہ کا حکم ہے کہ نہیں کھانا۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے مجھے سؤر کھانے سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی تو تکلیف پہنچے یا نہ پہنچے' حکم عدولی کے سبب تم دین سے باہر ہو جاؤ گے۔ آپ خود سوچیں کہ شیطان کو سجدہ کرنے سے کیا تکلیف پہنچنی تھی اور باقیوں کو سجدہ کرنے سے کیا نقصان ہو گیا! شیطان نے صرف حکم عدولی کی اور باہر ہو گیا' گویا کہ اللہ کا حکم جو آپ پر نازل ہوا ہے اسے پورا کرنے میں آپ مجبور ہیں۔

بیٹی کی شادی ہو گی تب بھی آپ روشنیاں کرو گے اور بیٹے کی شادی ہو گی تب بھی آپ جگمگاؤ گے۔ اللہ کا جہاں حکم آ جائے گا وہاں اگر حکم عدولی کرو گے تو آپ کی ساری عبادتیں رائیگاں ہو جائیں گی کیونکہ

آپ نے حکم کو تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے اگر آپ اپنی خواہش سے کوئی فلاح گاہ بنا لو' یا عبادت گاہ بنا لو یا بڑی عمارت بنا لو جس میں ہر شخص کے لئے عافیت ہو اور نیکی ہو' ایک بہشت ہو' اس بہشت میں نیکی ہو' مہربانیاں ہوں اور صداقتیں بھی ہوں' مگر اس بہشت سے وہ ٹوٹی پھوٹی مسجد بہتر ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق بنائی جائے۔

تو یہ بات سمجھو کہ آپ عبادت کا مفہوم نہ لینا بلکہ عبادت کا حکم دیکھنا کہ کس کے حکم سے ہو رہی ہے۔ مثلاً" یوں نماز پڑھنے سے کیا فرق پڑتا ہے' ایسے جتنی بار نماز پڑھو' جتنے وضو کرو' بار بار نماز پڑھتے جاؤ اور ہر بار کہتے جاؤ کہ اھدنا الصراط المستقیم ہزار سال کہتے جاؤ مگر یہ خبر نہیں ملے گی کہ اللہ ملا کہ نہ ملا۔ اگر اللہ کا حکم مان کے کوئی نیکی کی ہے تو یہ عبادت ہے۔ اگر روزہ کا حکم آ گیا تو اس کے مطابق روزے رکھو' مثلاً" آپ کو کہا جائے کہ تیس روزے رکھو تو آپ کو توکّل حاصل ہو جائے گا۔ کہتا ہے ہمیں روزے کے بغیر بھی توکل ہے۔ اگر اللہ کا حکم مان کر روزہ رکھا جائے تو یہ روزہ ہو گا۔ ورنہ فاقہ کرنا روزہ نہیں ہو گا۔ اس لئے عبادت صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو دنیا کے اندر ایک نظامِ عبادت میں مربوط کر کے احکامِ عبادت عطا فرمائے' عبادت صرف اسی نظام کو کہیں گے۔ باقی عبادتیں بر حق ہیں لیکن ان کے ذریعے بچت نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے زندگی Fast ہو گئی ہے' کمپیوٹرائزڈ ہو گئی ہے' چلو پانچ کی بجائے تین نمازیں رکھ لیتے ہیں۔ یہ تو دین میں مداخلت ہے اور آپ کا انجام وہی ہو گا جو نماز ترک کرنے والے کا ہوتا ہے۔

کمال کی بات ہے کہ آپ کے پاس پانچ نمازیں پڑھنے کا وقت نہیں اور آپ آج بھی دیکھو گے کہ پانچ نمازیں پڑھنے والوں کے پاس وقت ہے۔ جس کی نیّت نماز پڑھنے کی ہو اس کے لئے وقت نکل آئے گا' ضرور نکل آئے گا۔ تو ہمارا وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو اللہ کے روبرو کرنے کے لئے اور اللہ کے روبرو پیش ہونے کے لئے سکھایا' اس کو ہم عبادت کہیں گے۔

ہر چند کہ باقی ساری کائنات عبادت کر رہی ہے۔ سورج چل رہا ہے اور روشنی دے رہا ہے' تو یہ عبادت ہے۔ ستارے چل رہے ہیں' تو یہ عبادت ہے۔ پرندے اڑ رہے ہیں' یہ عبادت ہے۔ پہاڑ قائم ہیں' میخوں کی طرح' ان کی اپنی تسبیح ہے' مناجات ہیں' یہ عبادت ہے' لیکن ہمارے لئے عبادت کیا ہے؟ زندگی کے اعمال کا خیال رکھنا' زندگی کی ضروریات کا خیال رکھنا اور ایک معاشرے کی روح ہونے کے آداب کا خیال رکھنے کا نام عبادت ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں جو اللہ کے محبوبؐ کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں' انہیں ہم عبادت کہیں گے۔ اس میں کسی کو اور وضاحت چاہئے تو پوچھ سکتا ہے۔

سوال :۔

بہت سے بزرگانِ دین کا رویہ عبادت کے سلسلے میں مختلف ہے۔ ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ "توں اپنی توڑ نبھا" اور یہ کہ تحقیق نہ کرو بلکہ حسنِ ظن رکھو۔ آپ اس بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

عام طور پر کوئی فقیر ایسا نہیں ہو گا جس نے اپنا آستانہ بنایا ہو اور سب سے پہلے مسجد نہ بنائی ہو۔ کوئی آستانہ ایسا نہیں ہو گا جہاں مسجد نہ ہو۔ بابا بلھے شاہؒ کہیں گے کہ "چوری کرتے بھن گھر رب دا' تے اس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ" مگر مسجد پہلے بنائی ہوئی ہے۔ داتا صاحبؒ نے مسجد پہلے بنائی۔ بابا صاحبؒ کے ہاں پاک پتن شریف میں قوالی ہو گی مگر مسجد ساتھ ہی ہو گی۔ کسی مستند درویش کا ایسا مزار دکھاؤ جہاں مسجد نہ بنی ہو۔ انہوں نے ہر حال میں مسجد کا نظام درست رکھا اور رکھوایا۔ مسجد کے بعد اگلا باب اور اگلا کام ان کا بیان ہے یعنی حقیقت کا بیان اور شریعت کے ساتھ حقیقت کو ملانا۔ اس میں کبھی کوتاہی نہیں ہوتی۔ کہتے یہ رہتے ہیں کہ اللہ کے پاس کس منہ سے جائیں' ہم تو اس قابل نہیں ہیں مگر جب بھی انہیں حکم ہوتا ہے وہ مسجد کا نظام قائم کرتے ہیں اور انہوں نے مسجد کا نظام ہمیشہ قائم کیا۔ ایک بہت بڑے درویش کی بات ہے کہ وہاں قوالی ہو رہی تھی اور ان پر حال طاری ہو گیا۔ ایسے میں اذان کی آواز آئی تو ان کا حال فوراً ختم ہو گیا اور اسی حال میں نماز پڑھ لی۔ بعد میں پھر اپنے حال میں آ گئے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس اللہ کا حکم ہے کہ وہ جس انداز سے عمل کرائے۔ اگر وہ رقص کرائے تو وہ کرتے ہیں۔ یہ فطرت کا عمل ہوتا ہے۔ مثلاً" اقبال کو دیکھو' اسے چاہئے تھا کہ وہ جج بن جاتا کیونکہ اس کے پاس اعلیٰ تعلیم تھی اور اچھا خاصا شعور تھا مگر وہ علامہ اقبال' ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال' اپنے سارے کمال کے باوجود چپکے سے فقیر بن گیا اور پھر فقیر اقبال راتوں کو جاگنا شروع ہو گیا۔ سارے ڈاکٹر

کہتے ہیں رات کو جلدی سو جایا کرو۔ اس زمانے میں بھی نیند کی گولیاں ہوتی ہوں گی مگر وہ افلاک سے نالوں کا جواب وصول کرنے میں لگا رہا اور راتوں کو جاگتا رہا اور آخر یہ کہہ اٹھا:۔

عطارؒ ہو رومیؒ ہو رازیؒ ہو غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اور یہ کہ:۔

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
تھم اے رہرو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا

تو اقبال کو جنون ہو گیا' مگر یہاں جنون پیدا کرنے والی کوئی اور ذات ہے۔ وہ جاگتا جا رہا ہے حالانکہ اسے پتہ ہے کہ صحت کے لئے نیند ضروری ہے۔ اس لئے آپ دیکھو کہ کبھی کبھی فطرت اپنے مضمون کی تکمیل کے لئے کچھ اور کھیل کر دیتی ہے۔ جھوٹا فقیر آپ کی عبادت کا بھرم مار دے گا۔ یعنی جب بھی کوئی جھوٹا فقیر ہو گا وہ بڑی بڑی نمازیں پڑھے گا' لمبا چوڑا عمامہ کرے گا' لمبی قمیض پہنے گا' ہزار دانوں کی تسبیح اٹھائے گا کیونکہ وہ پیر بنا ہوا ہے مگر فقیر کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ جھوٹے پیروں کی بات ایسے ہے کہ:۔

کسی کی محنت کی کھائیں قیمت پھر بھی باپ دادا سلطاں
بڑی عقیدت سے کہیں یہ راہ زن بنے ہیں سالارِ کارواں
مرید کا خون پی رہے ہیں تبھی ہیں چہروں پہ سرخیاں
لباس میں بانکپن تو دیکھو انوکھی ترچھی ہیں ٹوپیاں

عذاب ہے یہ کہ قیامت، سارے سر ان کی جوتیاں
ہے ان کی اپنی ہی جیب خالی کہاں بھریں گے یہ جھولیاں
بجا ہے ان کے بزرگ اعلیٰ، تھا دن کو فاقہ،شام گریہ
علیؑ کا کنبہ شہید ہو گا اور یہ سنیں گے قوالیاں
معینؒ خواجہ قطبؒ کے آقا، فریدؒ صابرؒ.اب کہاں
نظامؒ.خسروؒ کی بات کیا ہے، آج بھی زندہ آستاں

جھوٹا پیر جو ہے وہ دھوکا کرنے کے لئے نماز میں پابند ہو گا اور محراب کی نشانی لگائے گا۔ مسجد بنا لے گا اور سارا رنگ روپ مکمل رکھے گا۔ اگر فقیر اس زمانے اور حالت کے باوجود بھی فقیری کرتا ہے تو وہ صداقت کا امیں ہو گا۔ اس کے لئے ساری صداقت مکمل طور پر موجود ہے۔

اکبر کے زمانے کی بات ہے کہ ایک بہروپئے نے اس سے کہا میں آپ کو دھوکا دے سکتا ہوں۔ اکبر نے کہا دے کے دکھاؤ۔ وہ چلا گیا اور پھر پیر بن کے بیٹھ گیا۔ کچھ ہی عرصے میں شُہرہ ہو گیا۔ اکبر کو پتہ چلا تو اس نے بھی حاضری دی اور دعا کرائی۔ تب بہروپئے نے کہا میں تو وہی ہوں۔

آج اکثر سجادگان فقراء کا بہروپ بھرے بیٹھے ہیں۔ اب آپ کو کیا بتایا جائے! عبادت کے اندر مکمل طور پر رہنے والا پیر اگر فقیر نہیں تو دھوکا کرے گا۔ عبادت ہی اس کے دھوکے کا ذریعہ ہے۔ فرض کریں وہ ساری نمازیں پڑھتا ہے مگر آپ یہ نہیں کہیں گے کہ اسے فقیر مان لیا جائے۔ کیونکہ ہر مولوی پوری نمازیں پڑھتا ہے اور پڑھاتا ہے مگر آپ اس کو فقیر تو نہیں مانیں گے۔ مطلب یہ کہ نماز کا اظہار برملا، اس میں آپ کا اندیشہ ہو سکتا ہے اور اگر اندیشہ نہ ہو تو بہت اچھی بات ہے۔ اب اس

میں آپ کے سوال کا جواب بھی آ گیا۔ عبادت بے شک ظاہر ہو لیکن ظاہر ریا میں نہ ہو۔ عبادت کی داد پانے والا ریا کار ہے کیونکہ عبادت کی منظوری کی خبر بعد میں جا کے ہو گی ؎

پانی بھرن سہیلیاں تے رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانئے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سکھیاں رنگین گھڑے لے کر پانی بھرنے جا رہی ہیں مگر جو گھڑا بھر کے خیریت سے واپس آئے گی وہی کامیاب ہو گی۔ ابھی تو سارے مسافر ہیں اور راستے میں ہیں' پتہ نہیں کون قبول ہوتا ہے؟ عبادت کے حوالے سے اللہ کے بندوں کو متاثر کرنے والا اور دھوکہ دینے والا' اپنی بخشش کا امکان خطرے میں سمجھے۔ ایک آدمی ویسے دھوکہ کرے' کلب بنا لے اور اپنے گھر میں جوا کھلا دے تو اس کی بخشش کا امکان ہو سکتا ہے لیکن جو دین کے نام پر دھوکہ دے اس کی بخشش کا امکان نہیں۔ دین صداقت کا نام ہے اور اگر صداقت کے اندر ہی کذب پیدا ہو گیا تو اس شخص کے لئے بخشش کا امکان نہیں۔ اس لئے یہ واضح بات ہے کہ اللہ کے بندوں کو دھوکا دینے والا' اللہ کے نام پر دھوکہ دینے والا اور اللہ کے دین کے حوالے سے دھوکہ دینے والا اپنی بخشش کو مخدوش سمجھے۔

سوال :۔

حضور کوئی ایسا نسخہ فرمایئے جس سے رات کا جاگنا میسر آئے اور رات آسان ہو جائے۔

جواب :-

عام طور پر بزرگوں نے اس کا راستہ یہ بتایا ہے کہ تکیے کے نیچے موت کو رکھا کرو۔ موت کو ساتھ لے کر سویا کرو۔ موت اپنے سرہانے کے ساتھ ہو تو پھر نیند نہیں آئے گی' جاگنا ہی جاگنا ہو جائے گا۔

مجھ کو جنوں نہیں ہے کہ جاگوں تمام رات
لیکن تیرا خیال جگائے تو کیا کروں

آپ کے اندر اگر کوئی خیال ہو گا تو وہ آپ کو جگائے گا۔ الارم سے انسان نہیں جاگتا بلکہ کسی خیال کی طاقت سے جاگتا ہے۔ کوئی خیال ہوتا ہے جو اسے جگاتا ہے۔ ایک تو اس Life کے چھوٹ جانے کا خیال ہو تب انسان جاگتا ہے۔ زندگی کے فانی ہونے کے احساس کا نام ہی جاگنا ہے۔ جاگنا کہتے ہی اس کو ہیں۔ جو جاگ گیا' اس کو پتہ چل گیا کہ زندگی فانی ہے' اس لئے جس کو زندگی کے فانی ہونے کی واردات نہ ہو وہ جاگ نہیں سکتا۔ جس کو یہ یقین ہو جائے کہ یہ سب فانی ہے اور یہ واردات شروع ہو جائے کہ میں نے اگلا لمحہ نہیں دیکھنا اور یہ میرا Last Moment ہے' تو اس کو نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر آپ لوگ پوچھیں گے کہ نیند کا نسخہ کیا ہے۔

دوسرا نسخہ یہ ہے کہ انسان دن کو سو جائے' جب نیند پوری ہوگی تو رات کو جاگنا آ جائے گا۔ جس کی رات جاگتی ہے' اس کے دن عام طور پر سوتے ہیں۔ دن کو سونے کا مطلب یہ ہے کہ کاروبار کو مدھم کر دو تو بیداری پیدا ہو جائے گی۔ ایک ہوتا ہے ذوقِ کاروبار اور ایک ہوتا ہے کاروبارِ ذوق۔ ذوقِ کاروبار ختم ہو جائے تو کاروبارِ ذوق جاگ پڑتا ہے۔

مقصد یہ کہ رات اس وقت جاگتی ہے جب دن کا شعبہ ختم ہو جائے۔

کاروبار کرنا، پریشان ہونا، اور زندگی کے کاموں میں الجھ جانا مثلاً" مکان میں سفیدیاں ہو رہی ہیں، سبزی آج نہیں ملی، گوشت مہنگا ہو گیا ہے، وغیرہ۔ بازار مہنگا ہو یا نہ ہو کوئی صحت مند ہو یا کوئی بیمار ہو، یہ چھوٹے چھوٹے واقعات آپ کے ذہن پر تاثر دینا بند کر دیں گے۔ جب آپ ان سارے واقعات سے نکل جائیں گے تو پھر آپ کہیں گے:۔

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا

مقصد یہ کہ رات ان لوگوں کی جاگتی ہے جن میں فکر موجود ہو، جن پر واردات موجود ہو اور جن میں رِقت ہو۔ آنسو والے کے لئے رات جاگتی ہے۔ اگر معمول کی عبادت کرنی ہے تو پانچ نمازیں بہت ہیں۔ اگر معمول سے ہٹ کر کچھ دریافت کرنے کی کوئی تمنا ہے تو پھر یہ کیفیت ہو گی کہ

یا میں نہیں یا گردشِ افلاک نہیں ہے

تو پھر خود بخود جاگ آ جائے گی۔ زندگی میں کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو پھر نیند نہیں آتی۔ اس لئے اگر مسئلہ خالی عبادت ہے تو پھر آپ اس کے رحم کے حوالے سے سو جاتے ہو۔ اگر آپ نے اسے دریافت کرنا ہے تو یہ محبت کا کھیل ہے۔ اس میں تو رات کو جاگ ضرور آ جائے گی۔ خالی رحمت کے طلب گار کا جاگنا کوئی بات نہیں ہے۔ اگر آپ خالی طلب گارِ رحمت ہیں تو پھر جاگے بغیر بھی خیر ہے۔ اگر آپ کو کچھ دریافت کرنا ہے تو پھر بیداری ہونی چاہئے۔ دریافت کے لئے جاگنا ضروری ہے۔ نیند غفلت کا نام ہے۔ جب انسان غافل ہو جائے تو زندگی ایک نیند ہے۔ اگر زندگی کا پتہ نہ چلے تو یہ ساری غفلت ہی غفلت ہے۔ اگر دن میں

آنکھیں کھلی رہیں مگر شعور نہ ہو تو پھر بھی نیند ہی نیند ہے۔ مطلب یہ کہ شعور بیدار ہونا چاہئے' صرف جاگنا کافی نہیں ہے۔

سوال :۔

حضور! بیماری کے متعلق کچھ فرمائیں۔

جواب :۔

بیماری کی اپنی وجوہات ہوتی ہیں۔ جس شخص کی زندگی اور مزاج اللہ کی طرف راغب ہو' اس کے لئے بیماری اور غریبی ایک جیسی چیزیں ہیں۔ دو قسم کے انسان ہوتے ہیں' ایک اللہ کی طرف مائل اور ایک اللہ کی طرف نہ مائل۔ جو اللہ کی طرف مائل نہیں ہے اس پر بیماری سزا ہے' بڑی ابتلا ہے' بڑی پریشانی ہے اور غریبی عذاب ہے۔ اللہ والے کو غریبی اللہ کے قریب کرتی ہے' جو اللہ کے تقرب میں رہتے ہیں ان کو بیماری بھی اللہ کے قریب کرتی ہے۔ یہ دونوں اللہ کے تقرب میں ہیں کیونکہ اللہ کے محبوب ﷺ جو ہیں وہ بیماری سے بھی گزرے ہیں اور غریبی سے بھی۔ نیک آدمی کے لئے بیماری پیغام ہے اللہ کا۔ برے آدمی کے لئے بیماری سزا ہے۔

ایک درویش کے پاس دو تین مرید گئے۔ انہوں نے سب کے لئے دعا کی۔ ایک کا بچہ بیمار تھا' ٹھیک ہو گیا۔ مرید پھر آیا اور سوال کیا کہ ہم نے دیکھا آپ خود بیمار تھے۔ آپ اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا میں نے دعا کی تھی' جواب آیا کہ پہلے فیصلہ کرو کہ یہ وجود تمہارا ہے یا ہمارا ہے۔

بس جو اللہ کے قریب رہنے والے ہیں وہ اپنے وجود کو اپنا نہیں سمجھتے۔ یہ بات واضح ہے کہ جس دل میں اللہ کی یاد ہو وہ اللہ کا اپنا دل ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ اس شخص کا وہ حصہ اللہ کا اپنا ہے۔ اگر آپ کی آنکھ اللہ کے جلوے دیکھنے لگ جائے تو یہ فانه ینظر بنوراللّٰه یعنی "وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" یعنی وہ آنکھ اللہ کی آنکھ ہو جاتی ہے۔ اللہ خود فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں۔ اب اگر آپ کی آنکھ غیراللہ کو نہ دیکھے تو یہ آنکھ اس کی اپنی بن جائے گی۔ جب دل غیراللہ کو نہ دیکھے تو یہ آنکھ اس کی اپنی بن جائے گی۔ جب دل غیراللہ کے لئے نہ ہو تو یہ دل اللہ کا بن جائے گا اور اسی طرح وجود بھی اس کا بن جائے گا۔ وہ انسان جس کو اللہ کا قرب حاصل ہے' وہ اپنے وجود کو اللہ کے حوالے کر دے۔ اب اللہ بیمار کرے' صحت مند رکھے' جو مرضی کرے' کیونکہ وہ آپ کا مالک ہے۔ وہ جو گھر کامالک ہے وہ جو مرضی کرے۔ تو تقرّب والا آدمی بیماری کو ابتلاء نہیں سمجھتا بلکہ اس کا فضل سمجھتا ہے اور اسے خوشی سے گزارتا ہے۔ یہ کیفیت اس کی یاد ہے یعنی اللہ کی یاد ہے۔ یاد آری کے دندے کی طرح ہے۔ بیماری کی آری چلتی ہے لیکن یہ اس کی یاد ہے۔

شہید تو اللہ کے بہت قریب ہوتا ہے۔ کسی کے ہاتھوں میں اس کا بیٹا شہید ہو جائے تو پھر کون برداشت کرے گا لیکن منزلت اور مرتبت کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں۔ لیکن تجربہ کے لحاظ سے اس سے زیادہ خوفناک شے کوئی نہیں۔ آپ کے بچے کے بیمار ہونے کا امکان پیدا ہو جائے تو آپ کی زندگی میں زلزلہ آ جاتا ہے اور اپنے ہاتھ پر

بچہ تڑپتا رہ جائے تو یہ انہی کا حوصلہ ہو سکتا ہے۔ مرتبے اور منازل کے لحاظ سے ان مقربینِ حق کے مقامات' ان کے مقامات ہیں۔ بیماری برداشت کرنا بھی اسی مقام کا فیض ہے۔ یہ فیض ہے کسی شہید کے ساتھ نسبت کا' کسی طاقت ور شے کے ساتھ نسبت کا اور کسی قلندر کے ساتھ نسبت کا۔ اب بات سمجھ لو کہ یہ انہی کا فیض ہے' انہیٰ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔ نسبت نہ ہو تو پھر پریشانی کی بات ہو گی۔ اگر اس کے ساتھ نسبت ہے تو پھر تیرا حال اس مالک پر کہے بغیر ظاہر ہو گا کیونکہ وہ ہر کسی کا مالک ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔

میرا خیال ہے قریب رہنے والوں کو اس نے ہمیشہ تھوڑی سی دِقت میں رکھا ہے' اور انہیں جگاتا رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قریب ہونے کا ثبوت ہی یہ ہے کہ تھوڑی صحت اور تھوڑی بیماری رہتی ہے۔ اس کے باوجود بھی چونکہ آپ آج اس محفل میں آئے ہیں' اس لئے آپ کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ بیماری سے نجات مل جائے' اللہ کا قرب بھی رہے اور بیماری سے نجات بھی مل جائے۔

اللہ آپ سب کو صحت کے ساتھ سلامت رکھے۔ عبادت اور محبت میں زندہ رکھے اور سب توفیق اسی کی ہے !!۔

○

۱ آپ فرماتے ہیں کہ کسی کا گلہ نہ کیا کرو لیکن بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے؟ پھر ہم کیا کریں؟

۲ آپ فرماتے ہیں کہ کم کھایا کریں لیکن خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا لنگر بڑا وسیع تھا اور لوگ کھاتے تھے۔

۳ آج کل بازار میں صوفی ادب پر بہت سی کتابیں ملتی ہیں مگر اکثر بزرگ کتابیں پڑھنے سے منع کیوں کرتے ہیں؟

۴ آپ جو باتیں دین کی بتاتے ہیں تو اس کے ساتھ دنیاداری کے امور بھی تو لگے ہوئے ہیں' پھر ہم کیا کریں؟

سوال :۔

ایک تو ابھی تک ہمیں اپنا ہونا سمجھ نہیں آ رہا کہ ہم کیا ہیں اور کیا کر رہے ہیں، اس پر روشنی ڈالیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کسی کا گلہ نہ کیا کرو لیکن بہت دفعہ ایسا ہو جاتا ہے۔ پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

زندہ لوگوں کو زندہ رہنے دیں اور جانے والوں کو جانے دیں۔ وہ اپنا کام کریں اور ہم اپنا کام کریں۔ کیونکہ In the middle of life you are in death and in the middle of death you are in life یعنی اسی زندگی میں آپ مردہ ہیں اور اسی موت میں آپ زندہ ہوں گے۔ بس آپ چلتے جا رہے ہیں۔ آپ کے لئے موت کی تمنا ایسے ہی ہے جیسے کہ زندگی کی تمنا ہو۔ اس صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ ابھی تک زندہ ہیں اور یہ افسوس کی بات ہے کہ You are yet away from Paradise یعنی کہ آپ ابھی بہشت سے

دور ہیں۔ آپ کو یہ کوئی نہیں کہے گا کہ بڑی خوشی ہوئی ہے' آپ اللہ کے گھر پہنچ گئے اور Safe and sound بالکل خیریت سے پہنچ گئے۔ اس لئے یہ بات آپ صرف گفتگو کی حد تک کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی مرضی ہے' حالانکہ حقیقت میں اللہ کی مرضی ہی تو ہے۔ اور یہ Routine کی بات ہے کہ اِدھر آپ بچوں کے پاس رہتے ہیں اور اُدھر اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ ماں باپ بھی آپ کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ زندگی میں ایک Routine ہے کہ پہلے ہم ماں باپ کے گھر ہوتے ہیں' پھر ہم اپنے گھر میں ہوتے ہیں اور پھر ہم اولاد کے گھر میں ہوتے ہیں۔ وہ مکان جس میں آپ نے بچوں کو پالا ہے' اسی کو بچے کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا مکان ہے اور ابا حضور آپ پیچھے ہٹ جائیں۔ حالانکہ آپ اس مکان میں اس وقت رہتے تھے جب They were not yet even conceived یعنی جب آپ کے بچے دنیا میں آئے ہی نہیں تھے۔ بچوں کے رویے سے ہمارا مکان Meaningless یعنی بے معنی ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں ابا حضور آپ تو ادھر ہی جاؤ کیونکہ اب وہ کہتے ہیں کہ آپ Unwanted person ہیں جو کہ مالک تھا اور یہ بڑے غور والی بات ہے۔ تو جب آپ ماں باپ کے گھر میں ہوتے ہیں تو اس وقت اور پوزیشن ہوتی ہے اور جب آپ بچے ہوتے ہیں تو Wanted ہوتے ہیں۔ یعنی ماں باپ آپ کو چاہتے ہیں اور پھر جب وہ رخصت ہوتے ہیں تو پورا مکان آپ کے اپنے ہاتھوں میں دے جاتے ہیں۔ جب تک آپ بچے ہوتے ہیں تو والدین کا احترام کرتے ہیں اور جب بڑے ہو جاتے ہیں تو والد سے کہتے ہیں کہ آج پھر آپ کہاں گئے تھے' جلدی گھر آ جایا

کریں۔ جب یہ حالت ہو تو آپ کی زندگی Meaningless یعنی بے معنی ہو جاتی ہے۔ بچے آپ کو گھر واپس آنے پر یہ کہیں Once again he is here یعنی ایک مرتبہ پھر واپس آ گیا ہے' تو پھر زندگی بے معنی ہے۔ جب آپ اپنے گھر میں ایسے بن جاؤ جیسا کہ اولاد کے گھر میں ہیں تو پھر زندگی بے معنی ہے۔ محلے میں پہلے لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں بچہ' آپ کا بچہ ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے جب لوگ کہتے ہیں کہ آپ فلاں کے باپ ہیں۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کیونکہ آپ کی گواہیاں رخصت ہو گئی ہیں اور وہ جو آپ کو جاننے والے تھے وہ چلے گئے:

ایہہ جیون اک گورکھ دھندا
ایہہ بازار ہمیشہ مندا
قدر شناس جے ٹر نہ جاندے
گلیاں وچ کیوں رلدا بندا

تو اصل بات یہ ہے کہ قدر شناس چلے گئے۔ جب قدر شناس چلے گئے اور آشنا لوگ چلے گئے تو آپ کی کوئی شناخت نہیں رہی۔ Then you are no body آپ کچھ بھی نہیں رہتے۔

اب تو اپنا ہونا بھی مشکوک ہوا
اس نے میرا نام مجھی سے پوچھا ہے

تو یہ بڑا مشکل وقت ہوتا ہے جب کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کہیں گے کہ There was a time ایک وقت تھا کہ جب ہم اس علاقے میں رہا کرتے تھے اور یہ ہمارا ہی علاقہ ہے اور سب سے بڑی حیرانی کی بات یہ ہے کہ آپ کے اس مکان کے دروازے پر جب آپ کا

پوتا آپ سے پوچھے کہ آپ کون ہیں اور کس سے ملنا ہے؟ اس مکان میں جو مکان آپ کا تھا' آپ بڑی دیر سے آئے ہیں اور آپ کا پوتا پوچھتا ہے کہ یہ بابا جی کون ہیں' اور وہ بچہ کہتا ہے کہ بابا جی باہر ہی رہیں تو بہتر ہے۔ اور ایسا ہوتا رہا ہے کہ اولاد کی اولاد نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ تو اس وقت بتانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ شروع ہی سے یہ سلسلہ چلتا جا رہا ہے۔ آپ ایک خاص Limited period یعنی محدود عرصے کے بعد اپنا مخرج بھی بھول جاتے ہو اور آپ کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اب بھی کچھ لوگوں کو یاد ہو گا There was just a time ایک وقت تھا جب کچھ لوگ ایک گاؤں سے شہر میں آئے تھے۔ اگر آپ اب گاؤں میں جائیں تو سارے اجنبی ہوں گے کیونکہ آپ کے واقف لوگ تو چلے گئے۔ شہر تو بھر گئے لیکن آپ کی واقفیت خالی ہو گئی۔ آپ شہر کے اندر Restricted یعنی محدود ہو گئے اور پرانے دوست آپ کو بھول گئے۔ کچھ لوگ اللہ کو پیارے ہو گئے اور آپ کو خبر نہیں ہوئی۔ اس طرح آہستہ آہستہ دکانیں بند ہو جاتی ہیں۔ واقف لوگ چلے جاتے ہیں اور انسان حقیقت سے خواب بنتا چلا جاتا ہے۔ And this is called life یعنی اسی کو زندگی کہتے ہیں۔ Everything جو ہے وہ Nothing ہو جاتی ہے اور Nothing سے اور بھی آگے یعنی Forgotten ہو جاتی ہے۔ یعنی ہر شے پہلے چلی جاتی ہے اور پھر بھلا دی جاتی ہے۔ پھر کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ کون کیا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے جب بندہ خود بھی بھول جاتا ہے۔ حالات انسان کو غافل کر دیتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے الھٰکم التکاثر حتٰی زرتم المقابر کہ "غافل کر دیا تمہیں کثرت نے

حتیٰ کہ تم قبروں میں جا گرے"۔ کثرت کیا ہے؟ کثرتِ مال' کثرتِ اولاد' کثرتِ تمنائے مال اور کثرتِ حبِ دنیا۔ "تکاثر" یعنی کہ کثرت اور ہر شے کی بہتات خواہ وہ خیال کی ہو' خواہ وہ واقعات کی ہو یا آرزوؤں کی ہو۔ آرزوؤں کی بہتات بڑی بیماری ہے۔ اس کثرت میں انسان پھنس جاتا ہے' غافل ہو جاتا ہے اور غافل ہوتے ہوتے قبر میں جا گرتا ہے۔ کثرت اور خواہشِ کثرت وہیں رہ جاتے ہیں اور انسان ختم ہو جاتا ہے اور Consume ہو جاتا ہے۔ انسان ساتھ کچھ نہیں لے کے جا سکتا۔ وہ جو بوریاں بھرتا رہتا ہے' سب کچھ یہیں چھوڑ جاتا ہے کیونکہ You can not take away anything یعنی یہاں سے آپ کچھ لے کے نہیں جا سکتے۔ آپ صرف دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کو یہ زمین اور آسمان دیکھنے کے لئے ملے ہیں لیکن آپ کے شہر میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہوں نے Rising Sun نہیں دیکھا اور Setting Sun نہیں دیکھا یعنی طلوع اور غروبِ آفتاب نہیں دیکھا۔ تم نے دیکھا ہی نہیں کہ اللہ کی قدرت کیا ہے؟ ڈوبتے سورج کا منظر نہیں دیکھا' چاند نہیں دیکھا' چاندنی رات نہیں دیکھی اور منظرِ کائنات نہیں دیکھا۔ بس اس نے دیکھا کیا؟ صرف خواہشات اور کثرتِ خواہشات۔ کسی کو کہیں کہ دیکھو انسان خوب صورت ہے تو وہ کہتا ہے میرا حساب Tally نہیں کر رہا۔ لوگوں کو Share کی بیماریاں پڑ گئی ہیں' Shares خراب ہو گئے' Upset ہو گئے' آگے نکل گئے' پیچھے چلے گئے' Up ہو گئے اور Down ہو گئے۔ لوگ بھول گئے ہیں کہ وہ اس دنیا میں آئے ہیں تو ایک روز جانا بھی ہے۔ سب لوگ جانا بھول گئے۔ یہاں صرف کاروبار ہو رہا ہے۔ کاروبار یہیں رہ جائے گا اور

آپ چلے جائیں گے۔ دنیا کا کام کوئی مکمل نہیں کر سکا۔

ع کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد

تو دنیا کا کام کسی نے پورا نہیں کیا بلکہ ہر ایک ادھورا چھوڑ گیا اور انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ہو گیا اور کام ادھورا اور نامکمل رہ گیا۔ آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا۔ مثلاً" کسی نے ایک پراجیکٹ بنانا تھا۔ It was great project وہ بڑا عظیم منصوبہ تھا لیکن وہ بنا نہیں اور خیال ہی کے اندر رہ گیا۔ دل کی بات دل ہی میں رہ گئی اور آگے نہ چل سکی، تو آپ کے لئے بڑا آسان حل ہے کہ کسی ایک کے ساتھ وفا کر جاؤ، کسی کے لئے قربانی دے جاؤ، کسی کا بھلا کر جاؤ، کسی اندھے کو ہی راستہ دکھا دو، کسی کے لئے دعا کر جاؤ۔ غصہ نہ کیا کرو اور زندگی میں گلہ نہ کرو تو آپ کی زندگی کامیاب ہو جائے گی۔ آپ موسم کا گلہ کرتے ہیں، بھائی کا گلہ کرتے ہیں، کاروبار میں شریک کا گلہ کرتے ہیں اور میاں بیوی ایک دوسرے کا گلہ کرتے ہیں۔ بیوی سے پوچھا گیا کہ تمہیں سب سے زیادہ آرام کس آدمی سے ملا؟ بولی خاوند سے ---- اور سب سے زیادہ تکلیف کس نے دی؟ خاوند نے ---- زندگی میں سب سے اچھا بندہ کون ہے؟ خاوند ----اور سب سے برا آدمی کون ہے؟ خاوند ---- عجیب بات ہے کہ جس کے لئے جینا اور جس کے لئے مرنا ہے اس کو یہ کہتے ہیں۔ یعنی آدھی زندگی ایمان اور آدھی بے ایمانی۔ زندگی میں تو گلے بھی ہوتے ہیں، رنجشیں بھی ہوتی ہیں، الزامات بھی ہوتے ہیں اور شکوے بھی ہوتے ہیں۔

بات میری خاک تم سن کر چلے

سینکڑوں الزام مجھ پر دھر چلے

ایسے آنے سے نہ آنا خوب تھا

شام آئے شب سے پہلے گھر چلے

آپ جس کا گلہ کرتے ہیں دراصل اس کو اپنی نیکیاں دے رہے ہیں۔ اس طرح آپ کی عبادت رائیگاں گئی۔ اور جس کا گلہ کر رہے ہیں اس کو آپ کی عبادت مل گئی۔ گلہ کرنا دراصل غیبت ہوتی ہے اور غیبت یہ ہوتی ہے کہ کسی آدمی کے بارے میں وہ بات کرنا جو اس آدمی کے منہ پر آپ نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ غیبت کرنا ایساُ ہے جیسے تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو۔ یعنی غیبت ایسے ہے کہ پہلے تو بھائی مر گیا اور پھر آپ نے اس کا گوشت کھایا اور یہ بہت بری بات ہے۔ صحابہ کرامؓ نے حضورپاک ﷺ سے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ اگر ہم برے شخص کے منہ پر کہہ دیں کہ وہ برا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ بے حیائی ہے۔ تو اندازہ لگا لو! نہ آپ بے حیائی کرو اور نہ غیبت کرو۔ انسانوں کو معاف ہی رکھو! لوگوں کے ساتھ Adjust کرو۔ آپ کو جتنا جتنا راستہ ملتا ہے وہ طے کرتے جاؤ۔ خواہش سے اور خواہش کی کثرت سے بچو۔ قبر میں جاؤ گے تو اس لمحے کوئی ٹائم نہیں رہے گا' قبر میں جا کے کوئی خواہش بھی نہیں ہو گی۔ اس لئے آپ اس بات کا خیال کرو کہ آپ کیا سوچ رہے ہو اور آپ کا خیال کیا ہے۔ اتنا پیسہ جو مانگ رہے ہو تو استعمال کب کرو گے۔ استعمال کی تو مہلت بھی نہیں ہے۔ یہ جو کچھ بنا رہے ہو اس کی مہلت نہیں ہے۔ اور جن بچوں کے لئے کر رہے ہو کل یہی بچے

غیر ہو جائیں گے اور اس طرح آنکھیں پھیر لیں گے کہ بس کمال ہو جائے گا۔

یہ کیا غضب کہ مجھے دعوتِ سفر دے کر
کڑکتی دھوپ میں آنکھیں چرا گئے اشجار

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اتنی زندگی دے جتنی آپ استعمال کر سکو اور سب سے بڑا کام یہ ہے کہ آپ لوگوں کے کام آ جاؤ' دین کے کام آ جاؤ' کوئی ایسا کام کر جاؤ جو آپ کو آگے جا کے Receive کرے۔ یعنی وہاں آپ کا استقبال کرے اور کہے کہ میں وہی اچھا کام ہوں جو تم نے کیا تھا۔ اپنی نیت پر بھروسہ رکھو اور سچے ہو جاؤ۔ آپ سچے ہو جاؤ گے تو آپ کو سب سچے بزرگ ملیں گے۔ یہ اصول ہے کہ جواری کو سب جواری ملتے ہیں اور جھوٹے کو سب جھوٹے ملتے ہیں۔ یہ کائنات کا اصول ہے۔ Birds of feather flock together یعنی اگر کبوتر اڑ رہا ہو گا تو دو چار اور کبوتر اکٹھے ہو جائیں گے۔ یہ سارے قدرت کے کھیل ہیں اس لئے آپ سچے ہو جاؤ' نیک ہو جاؤ اور شفیق ہو جاؤ۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ محمد رسول اللّٰہ والذین معه اشداء علی الکفار رحما بینهم یعنی "حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے شدید ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم کرنے والے ہیں"۔ تو مسلمان کی خوبی کیا ہے؟ آپس میں رحم کرنے والا ہو اور دشمن کے لئے سخت ہو۔ اس لئے بھائی' بہنیں' میاں بیوی' بچے اور ماں باپ آپس میں شفیق ہونے چاہئیں۔ اس شفقت کا آغاز کون کرے گا؟ آپ خود! اس بات کا آغاز وہ کرے گا جو اللہ کو زیادہ پیارا رکھتا

ہے۔ ایسا آدمی جو ہے وہ نیکی میں پہل کرے، اگر کسی پہ گلہ بنتا ہو تو اسے معاف کر دے۔ معاف کرنے کی خوبی یہ ہے کہ اس کو دوبارہ یاد نہ کیا جائے۔ بس یہ سمجھ لو کہ وہ انسان ہے اور غلطی کرے گا بلکہ ضرور کرے گا۔ آپ سے بھی غلطی ہو سکتی ہے، عین ممکن ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اپنے آپ کو اتنا بلند نہ کرو کہ لوگوں کو حقیر سمجھو۔ لوگ اتنے حقیر نہیں ہوتے۔ ان حقیروں کے لئے پیغمبر رات بھر جاگتے تھے اور دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ ان پر مہربانی فرما۔ کن پر؟ وہ جو اللہ کو یاد نہیں کرتے تھے اور پیغمبر کو بھی نہیں مانتے تھے۔ سب لوگ بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ غافل لوگ اور جاہل لوگ بھی بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ آپ نے ان کے لئے دعا کی اور انہوں نے آپ کو نیک بنایا۔ تو جن لوگوں کو آپ نے معاف کیا وہ لوگ بڑے قیمتی ہیں کہ انہوں نے آپ کو معاف کرنے والا دل دیا۔ جو سائل آپ کے گھر میں آیا اور جس نے سوال کیا اسی نے تو آپ کو سخی بنایا۔ سائل کی قدر کرو کیونکہ وہ آپ کو سخی بنانے آتا ہے۔ اسی طرح اپنے عزیزوں کی قدر کرو۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خیال کرو کہ آپ کے ساتھ جو لگ گیا اس کو بخشا جانا چاہئے اور اس کو خوش ہونا چاہئے لیکن آپ نے اس کو غمگین کر دیا۔ اب آپ بچ کے نہیں جا سکتے۔ اور آپ کو تعلیم دی جاتی ہے کہ اگر مسلمان ہو تو تمام کتابیں پڑھو ورنہ قبر میں آگ برسے گی اور تم جہنم میں جاؤ گے۔ اس طرح انسان کو پریشان کر دیا گیا ہے کیونکہ دین سے رحمت کا تصور نکال دیا گیا ہے۔ تو انسانوں کو

مایوس نہیں کرنا چاہئے' ان کی زندگی میں پریشانی نہیں بھرنی چاہئے اور انگارے نہیں بھرنے چاہئیں۔ جو کوئی آپ سے وابستہ ہے اس کی زندگی اچھی بنا دو اور آج یہ وعدہ کرو ---- گلہ بند کر دو اور لوگوں کو معاف کر دو ---- گلہ کرنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں ---- اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان کو لوگوں کے لئے نیک بنا دے' لوگوں کے لئے آپ کی دعائیں بہتر ہو جائیں۔ اگر آپ وعدہ کریں کہ کسی انسان کا گلہ نہیں کریں گے تو آپ سے وعدہ ہے کہ آپ کو انسان کے روپ میں رحمان ملے گا' یہ پکی بات ہے کہ اگر انسان کا گلہ نہیں کرو گے تو انسان کے روپ میں راز ملے گا' اگر کبھی گلہ پیدا ہو جائے تو اپنے اللہ سے معافی مانگو کہ یا اللہ مجھے نیک کر دے اور میرے اندر گلہ نہیں پیدا ہونا چاہئے۔ آپ صرف اس آدمی کا گلہ کر سکتے ہو جس سے آپ کے خیال میں خدا ناراض ہے اور یہ فیصلہ صرف قیامت کو ہو گا کہ اللہ کس سے ناراض ہے۔ لہٰذا قیامت سے پہلے گلہ نہیں کرنا' تو آپ مجھ سے یہ پکا وعدہ کر لو کہ کسی کا گلہ نہیں کریں گے ---- اب اور سوال پوچھ لو ---- پوچھو۔

سوال :-

آپ فرماتے ہیں کہ کم کھانا چاہئے لیکن خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا لنگر بڑا وسیع تھا اور لوگ کھاتے تھے۔ ہم اپنی زندگی میں یہ اعتدال کیسے پیدا کریں؟

جواب :۔

اللہ کی نعمتوں کو استعمال کرنا ایک Level of life یعنی

زندگی کا ایک درجہ ہے۔ اسے کہتے ہیں Common یا عام۔ ایک اور Level of life کو کہتے ہیں Special یا خاص۔ ایک پیغمبروں کا Level ہے کہ وہ ہدایت دینے والے ہیں اور ایک ہدایت لینے والا گروہ ہے۔ ان میں ایک غافل ہے اور ایک باغی ہے۔ تو ایک گروہ اصحاب الشمال کا ہے اور ایک گروہ اصحاب الیمین کا۔ یہ سارے جو کچھ بھی ہوں' ہیں سارے انسان۔ آپ پہلے اپنا درجہ طے کریں کہ آپ کس Level کے انسان بننا چاہتے ہیں۔ You want to be a good common man ' کیا آپ اچھے انسان بننا چاہتے ہیں' تو آپ A good common life گزارو۔ یعنی اچھے انسانوں والی زندگی گزارو۔ وہ کیا ہوتی ہے؟ کہ صبح اٹھے' نماز ادا کی' حق والے کو حق دیا' اپنے حق کے لئے Fight کیا' یعنی اپنے حق کے لئے اگر عدالت تک جانا پڑے تو جاؤ۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا حق اللہ کے پاس ہے اور اگر کوئی انسان ہمارا حق لے گیا تو لے جائے۔ چور مال لے گیا تو لے جائے۔ کیونکہ جو وہ لے گیا وہ اس کا تھا اور جو رہ گیا وہ ہمارا ہے۔ اگر یہ مال بھی کسی اور کا ہوا تو میں اس تک پہنچا دوں گا۔ یہ خاص آدمی کا Level ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ جو نیند پوری نہیں کرے گا وہ بیمار ہو جائے گا اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ آدھی رات کو آسمان سے آواز آتی ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو دیا جائے۔ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔ بھرے ہوئے برتنوں میں سب سے برا برتن بھرا ہوا پیٹ ہے۔ دنیا دار کو نیند صحت دیتی ہے لیکن اللہ

کے طالب کو نیند غافل کر دیتی ہے۔ صحت کے لئے کھانا ضروری ہے لیکن روح کے لئے کھانا ضروری نہیں۔ کہتے ہیں گندم سے صحت بنتی ہے لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ:

ایں فساد از خوردنِ گندم است

کہ یہ سارا فساد گندم کھانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ لٰہذا آپ کو درجہ پہچاننا پڑے گا۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بہت بڑے بزرگ تھے اور ان کا بہت وسیع لنگر تھا۔ مگر خود روزے سے ہوتے تھے۔ داتا صاحبؒ کے لنگر سے روزانہ ہزاروں لوگ کھاتے ہیں مگر وہ خود روزہ رکھتے تھے یہ فاقے میں ہوتے تھے۔ آپ فقیر بننا چاہتے ہیں تو اگر فقیروں کے راستے پہ چل پڑے تو بھوکے مر جائیں گے۔ تو فقیری کے راستے پہ چلنا ہے تو فقیروں کی زندگی کی کاپی کرو۔ اپنے راستے پر چلنا ہے تو اپنے انداز سے چلو۔ اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اپنا گرو پہچانو کہ کس کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ تو آپ اس گرو کے مطابق چلو۔ آپ اگر حضور پاک ﷺ کی زندگی کے مطابق چلیں گے تو یہ بڑی برکت کی بات ہے لیکن پیغمبر کی زندگی اور آپ کی زندگی میں تو بڑا فرق ہے۔ آپ نیکی کرو تو ہو سکتا ہے کہ وہ غلطی ہو چاہے وہ ان کے نقش قدم پر ہی ہو۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اور مقام ہے کیونکہ وہ بولتے ہیں تو صرف اللہ کے حکم سے بولتے ہیں، جاگتے ہیں تو اللہ کے حکم سے جاگتے ہیں اور جہاں بھی کوئی کام کرتے ہیں اللہ کی مرضی سے کرتے ہیں۔ آپ وہی کام کرو تو مشکل ہو جائے گا۔ آپؐ لگا تار تین دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ لوگوں نے رکھنا شروع کر دیا تو آپؐ نے منع فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلاتا ہے تو میں کھاتا ہوں،

مگر تم کیسے یہ کر سکو گے۔

تو اس لئے وہ بات پیغمبرؐ کو زیب دیتی ہے' صحابہ کرامؓ کو زیب دیتی ہے اور کاپی کرنے والے جو ہیں وہ اس بات تک نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ مقام نہ ملے۔ لہٰذا آپ اپنی جنس پہچانو' اپنا Cadre پہچانو اور اپنا درجہ پہچانو' پھر اس کے مطابق چلو۔ بے شمار فقیر ایسے ہیں جو ان کے راستے پہ چلے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بڑا فاقہ کرتے تھے اور روزے بھی رکھتے تھے اور ان کے ہاں لنگر پکنے کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا جب لنگر پکتا تھا' اس کے لئے جو سبزی آیا کرتی تھی اس کے چھلکے اونٹوں پر لاد کے لے جایا کرتے تھے یعنی چھلکوں کا Camel load بنتا تھا اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کی بڑی مشہور دیگ تھی۔ اس میں روزانہ ایک سو بیس من چاول پکتے تھے۔ روزانہ ہزاروں لوگ کھا جاتے تھے اور خواجہ صاحبؒ خود روزہ سے ہوتے تھے۔ تو یہ ان کے درجے کی بات ہے۔ تو ان کے اپنے اپنے درجے ہیں۔ ایک جگہ فقرا میں بحث ہو رہی تھی کہ توکل کیا ہے؟ ایک نے کہا توکل یہ ہے کہ اگر مل جائے تو کھا لینا اور نہ ملے تو اللہ کا شکر ادا کر دینا' دوسرے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا یہ کیا توکل ہے' یہ تو ہمارے کتوں کے ساتھ بھی ہوتا رہتا ہے' مل جائے تو کھا لیتے ہیں' نہ ملے تو چپ کر جاتے ہیں' توکل تو یہ ہے کہ مل جائے تو دے دو اور نہ ملے تو شکر ادا کرو۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سب کے اپنے اپنے درجے ہیں۔ تو بات یہ ہے کہ جس مسئلے پہ ہم صبر کرتے ہیں' درویش لوگ اس پر شکر ادا کرتے ہیں۔ اس لئے اپنی جنس پہچانو اور درجے پہچانو۔

اگر آپ شیر ہو تو گوشت کھاؤ کیونکہ شیر کے لئے گوشت نہ کھانا بیماری ہے اور وہ مر جائے گا۔ گھوڑے کے لئے گوشت کھانا بیماری ہے اور وہ مر جائے گا۔

تم کون سی جنس ہو، یہ پہچانو۔ آپ کی جو جنس ہو آپ اس کے مطابق کام کرو۔ یہ آپ کا اصل ہے اور آپ کا جو اصل ہے اس کے مطابق چلو۔ اصل سے باہر نہ جانا۔ کل شئی یرجع الی اصلہ یعنی "ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع کرے گی"۔ تو وہ ضرور رجوع کرے گی اور کرنا بھی چاہئے۔ کچھ لوگ ایک لقمہ کھاتے ہیں اور ایک گھونٹ پانی پیتے ہیں اور کچھ لوگ کھاتے ہی چلے جاتے ہیں۔ لوگ ایسے ٹیبل پہ بیٹھے ہی رہتے ہیں اور کھاتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ویسے ہی کھانے کی میز سے ڈرتے ہیں جیسے کوئی مصیبت ہو۔ یہ اپنی اپنی بات ہے اور اپنا اپنا مزاج ہے۔ آپ کو اپنا مزاج معلوم ہونا چاہئے اور پھر آپ کو یہ ضرورت معلوم ہونی چاہئے کہ آپ نے خوراک میں کیا حاصل کرنا ہے۔ غافل کرنے والی خوراک اور ہوتی ہے، جگانے والی اور ہوتی ہے۔ غمگین کرنے والی خوراک اور ہوتی ہے، خوش کرنے والی خوراک اور ہوتی ہے۔ خوراک وہ کھاؤ جو آپ کے مزاج اور پیشے کے مطابق ہو۔ جس نے رات کو جاگنا ہے وہ Heavy غذا کھائے گا تو مر جائے گا یعنی نہیں جاگ سکے گا۔ خوراک غافل کرنے والی ہوتی ہے۔ جاگنے والا Light خوراک لے گا تو پھر جاگے گا۔ یہ اپنے مطابق اپنا اپنا حساب ہے۔ اس لئے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ٹھیک کرتے تھے لیکن وہ نظام الدین اولیاءؒ تھے اور ان کے واقعات تو انؒ کے واقعات

ہیں۔ آپ ان کی نقل نہ کرنا۔ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے فرما دیا ہے کہ آپ اس طرح چلو۔ اگر آپ نے راستے پہ چلنا ہے تو پھر Special لوگوں کے پاس جاؤ اور درخواست کرو کہ ہم آپ کی راہ پر چلنا چاہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہزاروں قبریں بے نام ہیں۔ کوئی کوئی قبر نامور ہوتی ہے جس پر نام لکھا ہوتا ہے اور اس کے اوپر گنبد ہوتا ہے اور جھنڈا لگ جاتا ہے۔ باقی سارے لوگ تو آرام سے خاموش پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ سارے غلط آدمی تو نہیں تھے کہ اس طرح خاموش پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں شہرت نہیں چاہئے، ہم چپ چاپ اور بے نام ٹھیک ہیں، مزار ٹھیک نہیں ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم یہاں بھی جھنڈا لگائیں گے اور وہاں بھی جھنڈا لگائیں گے۔ یہ مزاج ہوتا ہے۔ آپ اپنا مزاج دیکھو کہ کیا ہے، پھر اس کے مطابق کام کرو۔ ہاں آپ بولو ---- اور کوئی سوال۔

سوال :-

آج کل بازار میں صوفی ادب پر بہت سی کتابیں ملتی ہیں مگر اکثر بزرگ کتابیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ رہنمائی فرما دیں۔

جواب :-

آپ جانتے ہیں کہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی کل کتابیں کتنی ہیں۔ آج کل صوفی ادب بہت چھپتا ہے اور بکتا ہے، لوگ پڑھتے ہیں لیکن صوفی نہیں بن سکتے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ بات یہ ہے کہ صوفی بننے

کے لئے علم کے ساتھ موقعہ پر ایک معلم ہونا چاہئے۔ کتابوں میں علم تو بزرگوں کا ہوتا ہے اور وہ خود اپنے آپ کا معلم بن جاتا ہے' اپنے ساتھ رعائتیں کرتا جاتا ہے اور دھوکہ کھاتا جاتا ہے۔ اگر کوئی معلّم ساتھ کھڑا ہو تو وہ بتائے گا کہ اس فقرے کا مطلب یہ ہے اور یہ بات یوں ہے۔ تصوّف کی کتابوں میں جو مشاہدات ہیں اور واقعات ہیں وہ اپنی جگہ پر درست ہیں لیکن کوئی واقعات سمجھائے تو پھر سمجھ آتی ہے۔ ایک پیر صاحب تھے' انہوں نے اپنے بچے کو دینی تعلیم دینا شروع کی اور ڈھیر ساری کتابیں پڑھا دیں۔ پھر انہوں نے اسے اپنے خلیفے کے پاس بھیجا کہ اس کو فقیری کی تعلیم کرو' ویسے ہی جیسے میں نے تمہیں علم دیا تھا۔ کیونکہ میں اس پر وہ سختی نہیں کر سکتا جو تم نے اس پر کرنی ہے۔ خیر تو وہ پیر زادہ وہاں گیا اور کہا میں تعلیم لینے کے لئے آیا ہوں اور مجھے ابا حضور نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا دروازے کے باہر کھڑے ہو کر انتظار کرو' میں نے تمہارا استقبال اس لئے کیا تھا کہ تو ہمارے پیر کا فرزند ہے اور اب تُو علم کا متلاشی ہے' اس لئے باہر جا کر انتظار کرو جیسا کہ ہم تمہارے والد صاحب کے پاس کیا کرتے تھے۔ تو اس طرح تعلیم شروع ہو گئی۔ جب تعلیم مکمل ہو گئی تو انہوں نے کہا میں نے پہلے ہی دن تمہارا غرور توڑ دیا تھا' وہ غرور جو تمہیں پیرزادہ ہونے کا تھا اور اس غرور کو توڑے بغیر علم نہیں ملتا ـــــ تو کتاب سے علم نہیں ملتا' معلّم سے علم ملتا ہے۔ کتاب آپ کو معلوم کا پتہ دیتی ہے' علم دیتی ہے لیکن علم وارد کرنے والا ایک بندہ ہونا چاہئے۔ ورنہ تو آپ کو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ صحیح علم کیا ہے اور غلط علم کیا ہے' دنیا میں تو علم ہی علم ہے۔ دنیا میں کیا سے کیا ہوتا جا رہا ہے؟

ہر وقت ہو رہا ہے۔ ہر چیز ہر وقت ہو رہی ہے' صبح ہو رہی ہے' شام ہو رہی ہے' اور دنیا چلتی جا رہی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میں آپ کا کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے ساتھ جو ہو رہا ہے وہ آپ کا علم ہے۔ اس کے علاوہ باقی جو ہو رہا ہے وہ تو ہو ہی رہا ہے۔ لیکن جو نظر آرہا ہے وہ بھی علم نہیں ہے کیونکہ وہ تو دوسرے کا ہے۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ دوسرے کا علم ہے۔ جو آپ سن رہے ہیں یہ بھی دوسرے کا علم ہے۔ سنانے والا دوسرا بندہ ہے Second person اور Third person تو Real life کیا ہے؟ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ کام استاد مکمل کرتا ہے۔ یہ استاد علم کو آپ پر وارد کرتا ہے' صرف علم پڑھا نہیں دیتا۔ استاد کا کمال یا اعجاز یہی ہے کہ وہ علم کو وارد کر دے۔ مثلاً اگر کوئی "درد" پر ایک کتاب لکھ دے تو آپ کو درد کی سمجھ نہیں آسکتی مگر آپ کا شیخ آپ کو محسوس کراتا ہے کہ یہ "درد" ہے۔ مثلاً پہلے تمہیں کوئی بڑی چیز دے دے گا اور پھر کہے گا کہ اس کو چھوڑ دو ---- محبوب بھی "درد" وارد کرتا ہے کہ پہلے وصال ہوتا ہے اور پھر فراق دے جاتا ہے۔ یہ محبوب کی ایک ادا ہے۔ دنیا میں محبت کے جتنے قصے ہیں وہ فراق کے قصے ہیں۔ رانجھا کہیں گیا اور ہیر کہیں اور گئی۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ہیر' ہیر نہ ہوتی اور رانجھا' رانجھا نہ ہوتا۔ اگر دونوں کی شادی ہو جاتی تو مر جاتے اور غرق ہو جاتے۔ جدا ہو کے دونوں زندہ ہو گئے۔ جدائی نے رانجھے کو زمین سے آسمان کر دیا اور ہیر بھی زمین سے آسمان ہو گئی اور پھر دونوں کو وارث شاہؒ نے امر کر دیا۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے وارث شاہؒ کو زندہ کر دیا۔ بس دونوں باتیں ٹھیک ہیں ---- تو صوفیاء نے

فراق کی داستان کو زندگی کی داستان بنا دیا۔ اسی طرح شہزادہ سیف الملوک ایک پری بدیع الجمال کی تلاش میں نکل پڑا ---- میاں محمد صاحبؒ کے پاس جب یہ واقعہ آیا تو انہوں نے کیا سے کیا بنا دیا۔ سیف الملوک کا قصہ بِن دیکھے کی محبت کا قصہ ہے کیونکہ وہ جس محبوب کی تلاش میں نکلا تھا اسے دیکھا ہوا نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ بِن دیکھے کی محبت دیکھے ہوئے کی محبت سے بہت زیادہ ہوتی ہے ---- تو میاں محمد صاحبؒ نے آپ پر یہ داستان وارد کر دی ---- استاد اس لئے ضروری ہے کہ وہ آپ پر واقعہ کو وارد کر دیتا ہے۔ اس لئے زیادہ کتابیں نہ پڑھا کرو بلکہ اس کی بجائے زندگی کو دیکھا کرو۔ آپ زندگی کو کتابوں سے ڈھونڈ رہے ہو اور زندگی آپ کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہے۔ زندگی گھر کے پاس سے گزر جاتی ہے یا گھر کے اندر سے روٹھ کے چلی جاتی ہے، ایسا نہ ہو کہ آپ کتاب میں مگن ہوں، کتاب سے زندگی تلاش کرتے رہیں اور زندہ بندوں کو ناراض کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے گھر میں زندہ بندے آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں اور آپ کتابیں پڑھتے جا رہے ہوں۔ میاں بیوی کی ہی بات دیکھ لیں۔ پاکستان کی دس کروڑ آبادی میں سے ایک انسان یعنی آپ کی بیوی آپ کے مقدر میں آئی ہے اور آپ کو وہ راس نہیں آئی اور آپ اسے راضی نہ کر سکے۔ کیا انسان ہیں آپ بھی! اس کو تکلیف دے کے، اذیت دے کے، مار کے یا گھر سے نکال کے خوش ہو جاتے ہو۔ اللہ آپ کو فرعون کی زندگی نہ دے اور فرعون کا مزاج نہ دے۔ آپ اس ساتھی کی قدر کرو جو آپ کے لئے لاکھوں میں ایک ہے بلکہ کروڑوں میں ایک ہے اور اس کا مقدر دیکھو کتنا

خراب ہے کہ آپ جیسا آدمی اُسے ملا۔ تو آپ خوش رہا کرو اور اس پر بھی خوشی وارد کرو۔ تب ہم آپ سے خوش ہوں گے۔ خوشی اس طرح وارد کرو جس طرح استاد علم وارد کرتا ہے۔ استاد آپ کو اصحابِ کہف کا قصہ سنائے گا کہ اس طرح غار میں لوگ مردہ پڑے رہے۔ یہ غار قبر ہی تو تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد یہ لوگ زندہ ہو گئے۔ یہ قصہ سنا کر وہ آپ سے کہے گا کہ تمہارے پاس روز ہی یہ واقعہ ہوتا ہے۔ تم ماں کے رِحم میں قبر کی طرح مردہ تھے' پھر زندہ نکالے گئے۔ روزانہ سو جاتے ہو تو نیند میں مرے ہوتے ہو' پھر جگا کر زندہ کر دیے جاتے ہو۔ موت سے زندگی اور زندگی سے موت' روزانہ ہی یہ عمل ہوتا رہتا ہے۔ مرغی سے انڈہ اور انڈے سے مرغی روز ہی دیکھتے ہو ---- اس لئے اللہ کو پہچانو ---- غرور کو نکال دو ---- انسانوں کی قدر کرو ---- اپنے ساتھی کی قدر کرو ---- اپنے ساتھی کے ساتھ جو عمل کرو گے وہ اوپر والا اس کو ضرور دیکھ لے گا کیونکہ وہ بھی ساتھ ہے' اس لئے ہر بات اوپر والے تک جا رہی ہے ---- اس لئے اوپر والا اصل میں ساتھ والا ہے ----

سوال :۔

آپ جو باتیں دین کی بتاتے ہیں تو اس کے ساتھ دنیا داری کے امور بھی تو لگے ہوئے ہیں' پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

انسان کے کردار پر ہر بات کا اثر ہوتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دنیا کا کام ضرور کرو اور ضرورت کے مطابق کرو لیکن ایسا کام نہ کرنا جو دین کو

نقصان پہنچائے۔ ضرورتِ دنیا بجا ہے لیکن ضرورتِ دنیا کہیں دین کی اہمیت کم نہ کر دے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آخر کرنا پڑے گا ہمیں۔ یہ نہ کرنا کہ آپ کو حرام کھانا پڑ جائے۔ یہ بات سمجھ آئی! یعنی حرام کمانے والے کے ساتھ نیکی تو کر لو لیکن خود حرام نہ کھانا۔ یہ خیال رکھنا کہ کہیں کوئی دینی حکم Violate نہ ہوجائے۔ دنیاوی مجبوریوں کا خیال ضرور رکھو لیکن دنیاوی مجبوریوں کی بناء پر دینی احکامات کو Violate نہ کرنا۔ یہ بات یاد رکھنا۔ لوگ کہتے ہیں کہ کام میں نماز Miss ہو گئی۔ نماز اگر نہ Miss ہو تو بہت بہتر ہے۔ کبھی بہت بڑی مجبوری آ جائے' حادثہ' موت آ جائے تو مصروفیت ہو سکتی ہے لیکن دین کے احکامات کو نہ چھوڑنا۔ نیکی کرنے کا کوئی موقعہ نہ چھوڑو۔ عمر میں کوئی بڑا مل جائے تو اس کے ساتھ نیکی کرنا نہ بھولنا۔ کوئی چھوٹا ہو تو اس کے ساتھ احسان کرنا نہ بھولنا۔ کوئی نیک ہو تو اگر اس کے ساتھ بھلائی کرو تو اس کی نیکی آپ کو مل جائے گی۔ اگر گناہگار مل جائے تو وہی تو وقت ہے نیکی کرنے کا۔ گناہ گار کے ساتھ نیکی کرو کیونکہ آپ کے علاوہ اس سے کوئی اور نیکی نہیں کرے گا۔ تو نیکی کرنے کے بہت سارے موقعے ہیں۔ تو اچھے آدمی کے لئے

Every time is good برے کے لئے ہر وقت ہی برا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ جہاز ٹوٹا ہوا ہو تو اسے کوئی ہوا راس نہیں آئے گی۔ مشرق کی ہوا ہو یا مغرب کی' جہاز کا بیڑہ غرق کر دے گی کیونکہ جہاز تو شکستہ ہے۔ اس میں بادبان کا گلہ نہیں ہے' جہاز ہی اندر سے ٹوٹا ہوا ہے۔ اسی طرح جس آدمی کا دل ٹوٹ جائے اسے کوئی ہوا راس نہیں آتی۔ نہ سردی راس آتی ہے' نہ گرمی راس آتی ہے' نہ مال اور نہ دولت۔

کیونکہ اس کا دل ٹوٹ گیا ہے' اس کا محبوب ہی چلا گیا ہے' اب اس کے لئے کیا رہ گیا۔

بلبل نے آشیانے چمن سے اٹھا لئے
اس کی بلا سے پھول رہے یا ہُما رہے

جب آنکھیں ہی غائب ہو گئیں تو گلاب کو کیا کریں۔ ناک بند ہو جائے تو خوشبو کس کام کی۔ تو دعا کرو کہ وقت کے اندر ہی بات حاصل ہو جائے' آرزو پوری ہونی ہے تو وقت کے اندر ہی پوری ہو جائے ورنہ آرزو چھوڑنے کا حوصلہ مل جائے۔ اللہ ہمیں آسانیاں عطا فرمائے وگرنہ تو زندگی بڑی مشکل ہے' جینا بڑا مشکل ہے اور مرنا تو ویسے ہی بہت مشکل ہے۔ یا اللہ تو آسانیاں عطا فرما۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○

۱ کئی دفعہ یہ خیال آتا ہے کہ موت کا تو ایک دن معین ہے مگر یہ موت جو ساتھ چل رہی ہے' اس کا ہماری زندگی میں کیا مقام ہے؟

۲ اگر کوئی شخص غلامی بھی قبول کرے اور اپنا راستہ بھی تلاش کرے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟

۳ مستقبل میں زندہ رہنے کی خواہش اور اپنے بعد نام چھوڑنے کی خواہش کو کیا کہیں گے؟

۴ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مستقبل کے شوق میں انسان حال کے تقاضوں اور فرائض سے بے خبر ہو جائے؟

۵ اگر سب مزاج پر منحصر ہے تو پھر تعلیم' تربیت' تزکیہ' رشد و ہدایت اور پیری فقیری کیا ہیں؟

۶ ہم اپنے مزاج کو کیسے تلاش کریں؟

۷ کیا مقصدِ حیات کی تلاش میں کوئی شخص ہماری مدد کر سکتا ہے؟

۸ ایک تو قدرتی موت ہوتی ہے اور ایک مایوسی کی حالت ہوتی ہے' اس کا کیا سبب ہے۔

۹ عام طور پر جب مایوسی ہو جاتی ہے تو موت سے ڈر لگتا ہے؟

۱۰ کیا اللہ تعالیٰ نے موت کے لئے وقت مقرر کر دیا ہے؟

۱۱ موت کے بعد کیا حال ہو گا؟

۱۲ مرنے کے بعد جو خوفناک مناظر ہوں گے ان سے بڑا ڈر لگتا ہے؟

۱۳ اگر استعداد حاصل میں نہیں بدلتی تو کیسے پتہ چلے گا کہ استعداد کیا تھی؟

۱۴ جو شخص یہ سوچے کہ میں نے معاشرے میں ایک اچھائی کی خاطر تبدیلی کرنی ہے تو اس شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

۱۵ مجھے میرا اصل نہیں مل رہا کہ میرا اصل کیا ہے؟

سوال:

زندگی کے خاتمے پر موت تو ضرور آئے گی لیکن زندگی کے اندر بھی موت ہے کیونکہ جیتے جیتے سب کام کرتے کرتے بندہ بعض اوقات محسوس کرتا ہے کہ جی نہیں رہے اور موت زیادہ قریب ہے اور زندگی کم قریب ہے' تو کئی دفعہ یہ خیال آتا ہے کہ موت کا ایک دن تو معین ہے لیکن یہ موت جو ساتھ چل رہی ہے' اس کا ہماری زندگی میں کیا مقام ہے۔ کیونکہ ہمارے اپنے احساس میں موت کا احساس ساتھ ساتھ رہتا ہے' چاہے یہ بے عملی کی شکل میں ہو یا نیند کی شکل میں ہو' ایسی کیفیت کے وقت ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ انسان اس کیفیت سے کس طرح سبق سیکھے؟

جواب:

دیکھو یہ کیفیت سب کے لئے نہیں ہے۔ ایک واقعہ پر سب کو ایک سا احساس نہیں ہوتا' بے شمار لوگ مرتے ہیں اور احساس نہیں ہو

پاتا' بے شمار لوگ زندہ ہیں اور احساس نہیں ہوتا اور بے شمار لوگ کوئی خبر پڑھتے ہیں لیکن احساس نہیں ہو پاتا' نفرت کرتے ہیں اور احساس نہیں ہوتا۔ یہ احساس جو ہے اس سے کچھ لوگوں کو Bless کیا جاتا ہے یا آگاہ کیا جاتا ہے اور آپ کو Awareness دی جاتی ہے تاکہ یہ بتایا جائے کہ آپ زندہ ہیں۔ زندگی سب کے لئے ہے مگر زندگی کا احساس کچھ لوگوں کے لئے ہے۔ وہ God Blessed لوگ ہوتے ہیں' اس Blessing کے لئے رحمت ضروری ہے۔ اگر موت کا احساس بے عملی کی شکل میں ہو تو موت کا یہ احساس دراصل زندگی کا ہی احساس ہے' زندگی کا احساس ہے ہی موت کے دم سے' ورنہ زندگی کا احساس ہی نہ ہوتا۔ زندگی اگر As it is چھوڑ دی جائے' جس طرح کوئی مادہ چیز پڑی ہوئی ہے تو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ زندگی کا احساس تو موت ہی کے ذمہ ہے۔ موت دو کام کرتی ہے' ایک زندگی کا احساس دیتی ہے' دوسرا زندگی کی حفاظت کرتی ہے۔ احساس اس لئے دیتی ہے کہ آپ کا جو عمل ہے اس کو آگے روکتی ہے۔ تقریریں کرنے والا' لکھنے والا اور بولنے والا انسان نیند کی آغوش میں چلا جائے گا اور محسوس کرے گا کہ میں اور دنیا میں آگیا ہوں' اس طرح عمل میں بے عملی پیدا ہو جائے گی یا عمل سے بیزاری پیدا ہو جائے گی۔ زندگی کا مشاہدہ بعض اوقات موت کی شکل میں آئے گا کہ وہ آدمی میرا دوست تھا جو کہیں چلا گیا۔ یہ چلا جانا جو ہے اس کا احساس ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کو زندگی کی تھوڑی سی آگہی میسر ہوتی ہے۔ لہٰذا موت کا احساس جو ہے یہ بڑی مبارک چیز ہے اور زندگی کے فہم کے لئے ضروری ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ زندگی کیا چیز ہے؟ زندگی' موت سے ملاقات سے قبل

کا لمحہ ہے۔ موت آپ کے آمنے سامنے اور ساتھ ساتھ پھرتی ہے اور اس سے ملاقات سے پہلے عرصے کا نام زندگی ہے۔ موت سے پہلے کا Fear پیدا ہو تو یہ اور کیفیت ہے اور آگہی کا پیدا ہونا اور کیفیت ہے۔ میں موت کے ڈر کو کیفیت نہیں کہہ رہا۔ موت کا ڈر نااہلی کا ثبوت ہے۔ موت کا ڈر ایک اور چیز ہے۔ یہ زندگی چھن جائے گی۔ زندگی کو سرمایہ سمجھنے والا یہ کہتا ہے کہ زندگی چھن جائے گی۔ موت کا ڈر جو ہے یہ موت سے بھی بدتر ہے۔ موت تو جو ہے' سو ہے' اصل میں تو زندگی کے اندر موت کا ڈر ہی زندگی سے خوف زدہ کرتا ہے۔ زندگی میں کوئی آدمی موت سے نہیں ملا اور جو موت سے ملا وہ موت کے ڈر سے مرجائے گا۔ اور جو آدمی مرگیا اسے کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ وہ تو چلا گیا۔ جو زندہ رہ گیا اس کو خوف ہے' زندہ رہنے والا آدمی Imagine کرتا ہے کہ مرنے والا خوف زدہ ہو رہا ہے' بیچارے کی شکل دیکھو' اس کا رنگ پیلا زرد ہو گیا ہے حالانکہ یہ پیلا' زرد رنگ اس کے مزاج کی بات ہے۔ خوف جو ہے وہ زندہ آدمی میں ہوتا ہے۔ مرنے والا کمال یہ کر جاتا ہے کہ وہ زندہ آدمی کو خوف دے جاتا ہے جس کو ہم قبر کہتے ہیں۔ قبر میں سے کسی مردے نے یہ نہیں کہا کہ میرا دم گھٹ رہا ہے کیونکہ دم تو زندہ آدمی کا گھٹتا ہے۔ آدمی کہتا ہے کہ وہ قبر کے اندھیرے میں کیسے رہے گا' کیا کرے گا۔ اس آدمی کو دیکھ کر زندہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ قبر کے اندر Move کرنا چاہتا ہے اور اسے Move کرنے کی خواہش ہی کوئی نہیں' اسے کھلا میدان دے دیا جائے تب بھی نہیں' کیونکہ وہ اور دنیا میں چلا گیا ہے۔ سو موت جو ہے وہ زندہ آدمی کو شعور کے ساتھ ساتھ ایک خوف دیتی ہے۔

خوف سے بچنا ضرور چاہئے۔ موت کا خوف ان لوگوں کو ہوتا ہے جو لوگ زندگی میں صرف زندہ رہنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ ایسے لوگوں کو موت کا خوف ہے اور یہ ان کی سزا ہے۔ زندگی کے اندر بے عملی یا بد عملی کی سزا موت کے ڈر کی شکل میں ہے۔ عمل کرنے والے شخص کا عمل چاہے محبت ہو' وہ موت کو دیکھتا رہے گا تب بھی نہیں ڈرے گا' اس کو کہو کہ موت آ رہی ہے تو وہ کہے گا موت تو آئے گی لیکن اس لفظ کا معنی بتا دو۔ وہ کہے گا آپ مر رہے ہیں لیکن لفظ کا معنی پوچھ رہے ہیں۔ مرنے والا کہے گا میں باعزت ہو کے مرنا بہتر سمجھتا ہوں' تھوڑا سا آگاہ ہو کے مرنا چاہتا ہوں۔ اب وہ شخص Otherwise ہو گیا۔ ایسے کچھ لوگ بھی ہوتے ہیں۔ موت کا مشاہدہ دراصل زندگی ہی کا مشاہدہ ہے۔ اس سے نہ Fear Create کیا جائے' نہ کوئی اس میں اچھنبہ ہے' نہ یہ Super natural قسم کی Power ہے۔ زندگی کا ایک نام ہے موت اور انسان کو اس بات کی آگاہی حاصل کرنا چاہئے۔ انسان کو کرنا یہ چاہئے کہ زندگی کو کسی مناسب کام میں مصروف کرنا چاہئے۔ عام طور پر ان لوگوں کو نیند نہیں آتی جن کو محنت نہیں آتی۔ جو محنت کرتے ہیں' مزدور قسم کے لوگ' ان میں سے کسی نے شکایت نہیں کی کہ نیند نہیں آتی۔ وہ دن بھر دھوپ میں اینٹ' گارہ' پتھر کرتے رہتے ہیں اور رات کو ان کو باقاعدہ نیند بھی آتی ہے اور بھوک بھی لگتی ہے۔ باقی لوگوں میں نیند اور بھوک کا پرابلم ہوتا ہے۔ تو موت کا احساس جو ہے یہ بہت اچھے لوگوں کو ملا کرتا ہے۔ اکثر لوگوں کو یہ احساس نہیں ملتا۔ اگر یہ احساس مل جائے تو زندگی کو اس کی Proper Value دو اور اس کی Proper قیمت لگاؤ۔

اگر موت خیال کے قریب قریب سے گزر جائے کہ اب مجھے موت آنے والی ہے تو زندگی کو اس کا مقام دیا جائے' یعنی محنت کا' اور زندگی میں بے شمار خواہشات جو ہیں ان کو سمیٹا جائے اور ایک خواہش پر زندگی کو Firm کیا جائے اور اس خواہش کا نام زندگی رکھا جائے' وہ کوئی خواہش ہو یا عمل ہو' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زندگی کے اندر ایک تمنا کرلی جائے تو موت کا ڈر ختم ہو جاتا ہے۔ موت کے ڈر کا نسخہ کیمیا ہے "یک آرزو" ہو جانا اور ایسے شخص کو کبھی موت نہیں آتی۔ زیادہ آرزوؤں کو کبھی زندگی نہیں ملتی اور ایک آرزو کو کبھی موت نہیں آتی۔ ایک آرزو کا سفر کبھی نہیں مرا کرتا۔ ایسے شخص کو کوئی Fear نہیں ہے کیونکہ اس کی ایک ہی آرزو ہوتی ہے۔ زیادہ زندگیاں ہی زیادہ موت کا شکار ہوتی ہیں کیونکہ اگر زندگی میں زیادہ خواہشات ہیں تو لازمی بات ہے کہ جوں جوں سفر گزرتا جاتا ہے تو خواہشات مرتی جاتیں ہیں' خواہشیں وقت کے ساتھ مرجاتی ہیں' کچھ خواہشیں ماحول کے ساتھ مرجاتی ہیں' کچھ تبدیلی کے ساتھ ساتھ مرجاتی ہیں۔ خواہش کا مرنا ہی انسان کی موت ہے۔ انسان بے بسی سے دیکھتا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ موت کی زد میں آ جاتا ہے۔ ایک آرزو والے نہ زندگی میں مرے ہیں اور نہ زندگی کے بعد مرے ہیں۔ اگر آج ہم اپنا علم دیکھیں اور اپنے آپ کو دیکھیں تو ہمارا علم' سارے کا سارا علم کچھ لوگوں کی باتوں کو یاد کرنے کا نام ہے' یہ بڑی ٹریجڈی ہے لیکن بہت بڑی حقیقت ہے کہ ہمارا علم کچھ لوگوں کی باتوں کا نام ہے۔ مثلاً" امام غزالیؒ کی بات ہمارا علم ہے اور غالب' میرؔ' عربی کا کلام' انگریزی کا کلام' شیکسپئر کا نام اور دوسرے

جتنے لوگ جو ہیں اگر ان کو آپ یاد کرتے جاؤ گے تو پتہ چل جائے گا کہ آپ کا علم کہاں سے آتا ہے۔ آپ کا علم چند لوگوں کی باتوں کا نام ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو آپ کا علم بنے پڑے ہیں۔ شیکسپیئر کی بات ہمارے ذہن پہ اثر کرتی ہے۔ غالبؔ کا نام ہمارے ذہن میں آتا ہے اور ہماری زبان پہ غالبؔ کا شعر آ جاتا ہے۔ اقبال کا کہا ہوا آپ کا علم ہے۔ انگریزی بولنے والے ان لوگوں کی Quotations بولتے ہیں۔ یہ سب لوگ اس دور سے نکل کے کیسے آ گئے؟ تو گویا کہ وہ لوگ ایسے تھے کہ انہوں نے ایک عمل Create کیا اور یہ سارے کے سارے ایک خیال کے لوگ تھے۔ ایک خیال اور ایک آرزو۔ اسی طرح وارث شاہؒ کو دیکھو۔ نہ رانجھے نے کوئی خاص کام کیا اور نہ ہیر نے، کوئی قابل ذکر واقعہ۔ بس یہ وارث شاہؒ کی ایک آرزو تھی کہ وہ ہیر رانجھا Create کر گئے اور وارث شاہؒ کے بعد ایک کتاب Create ہو گئی اور آپ لوگوں پہ ایک اور اضافی بوجھ ہو گیا۔ یہ ہیں ایک آرزو والوں کے واقعات، کہ ایک آرزو والی ہیر ہے اور ایک آرزو والا رانجھا ہے۔ وارث شاہؒ ہیر رانجھا Create کر گیا، تو یہ ہے موت سے نکلنے کا فارمولا۔ اور اب محمد بن قاسم کا اندازہ لگاؤ کہ سترہ سال کا نوجوان کیسا کام کر گیا۔ کیا اس کا کوئی طریقہ ہے؟ ایک سمت میں جانے والے، ایک آرزو میں رہنے اور اسی پر زندگی کا دارومدار کرنے والے، موت سے ایسے نکلتے ہیں کہ تاریخ میں یہ مقام حاصل کر جاتے ہیں اور وہ جو کثرتِ خیال میں رہنے والے ہیں ان کا نام تاریخ میں نہیں آتا۔ آپ ہزاروں خواہشات رکھتے ہیں اور بہت سی زندگیاں گزارتے ہیں، اس لئے آپ کو بہت سی موتیں ملتی ہیں۔ اگر ایک زندگی گزارو تو ایک موت کا ڈر

نہیں ہو گا، کبھی نہیں ہو گا، کوئی خوف نہیں آئے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ایک آرزو کا سفر مانگا جائے تو زندگی کے اندر موت نام کی چیز نہیں آئے گی، جب آئے گی، تب بھی نہیں آئے گی، یہ ایسی بات ہے کہ موت میں موت آتی ہے، تب بھی نہیں آتی ہے۔ جتنے بھی لوگ ایک آرزو والے ہیں ان کے جذبات ہوں گے، Expressions ہوں گے، Emotions ہوں گے، Ambitions ہوں گی، دوسرے واقعات ہوں گے، ستاروں کے جہاں ہوں گے اور اپنی جگہ پر موت سے بھی بچ جائیں گے۔ وہ لوگ موت کے ساتھ تو ایسے کھیلتے ہیں جیسے گھر کا کوئی ملازم ہو، وہ موت کی پرواہ نہیں کرتے۔ موت سے ڈرتا کون ہے؟ موت دو بندوں کو بڑا ستاتی ہے، ایک تو اس کو ستاتی ہے جس کو لالچ ہو۔ لالچ کی سزا Fear of death ہے۔ ضرورت سے زیادہ اکٹھا کرنے کا جذبہ بیماری کی حد تک ہو تو یہ لالچ ہے۔ تو لالچ جو ہے یہ موت کا ڈر دیتی ہے کیونکہ اس کو ڈر ہوتا ہے کہ میرا سرمایہ حیات چھن نہ جائے۔ اس شخص کو پتہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسہ ہے اور اسے استعمال تو کرنا نہیں ہے۔ استعمال سے زیادہ جو کچھ رکھا ہوا ہے وہ اسے پتہ ہے کہ یہ بیکار واپس چلا جائے گا، اس لئے اسے موت کا ڈر ہوتا ہے کیوں کہ موت اس کی اس تمنا کو نقصان پہنچاتی ہے۔ دوسرا اُس شخص کو موت کا ڈر ہوتا ہے جو ایک نقلی زندگی یعنی Artificial Life گزارے اور دوسروں کو Misguide کرے۔ اسے پتہ چل جاتا ہے کہ موت اصل روپ میں میرے پاس آ جائے گی۔ جب ہم ہم نہیں ہوتے اور ہم ایک بہروپ میں ہوتے ہیں تو اس آدمی کو اندر سے سزا ہو جاتی ہے اور وہ ہے موت کا ڈر۔ وہ شخص جو

کچھ کہہ رہا ہوتا ہے وہ' وہ نہیں ہوتا۔ اس کے اندر خدا نے کوئی ایسا سسٹم رکھا ہوا ہے کہ اس کو موت کا ڈر لگا رہے گا۔ مثلاً" ایک بادشاہ ہے لیکن وہ اصل میں بادشاہ نہیں ہے بلکہ غاصب ہے' اب اسے ڈرانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کی رعایا کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ اسے ڈرائے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خاص مقام پہ رکھا ہوا ہے اور اسے Fear of Death ہو گا۔ وہ اندر ہی اندر فرعون کی طرح کانپے گا۔ جب بھی کوئی فرعون ہو تو ڈر کا نام ہے موسیٰ علیہ السلام۔ یہ ایسا حال ہوتا ہے کہ وہ خود بخود ہی ڈرے گا۔ تو غاصب' ظالم اور نقاب پوش کو سزا کے طور پر موت کا ڈر ہو گا' وہ جو ہے موت کے ڈر سے نہیں بچ سکتا۔ ایک آرزو کو موت کا ڈر نہیں ہے' "یک آرزو" جو ہے یہ خدائی کر جاتی ہے اور خدائی کسے کہتے ہیں؟ خدا کی خدائی کو۔ تو ایک آرزو والوں نے ہی خدا کی خدائی میں خدائی کی۔ دنیا کے اندر جتنے لوگ ہیں' خدا کی خدائی میں خدائی کرنے والے' وہ سب اللہ کی طرف سے آئے ہیں' یا اللہ کی طرف سے ہی آتے ہیں اور وہ سارے کے سارے ایک آرزو والے ہیں۔ ایک فقرہ سنو کہ " اگر تم ہمارے ایک ہاتھ پر سورج رکھ دو ایک ہاتھ پر چاند رکھ دو تو ہم اپنے خیال سے باز نہیں آئیں گے"۔ اس سے بڑی "یک آرزو" کوئی نہیں ہے۔ اب یہ انسان خدائی کر رہے ہیں۔ سلام انؐ پر اور درود انؐ پر یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ تم دربدر پھرتے ہو اور ہمارے گھر میں ہی پلے ہو' اتنی بڑی ریاست ہے' ہمارے کام بھی آئے گی' تمہارے کام بھی آئے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں میں نے تمہارا

رزق نہیں کھایا بلکہ میں نے اللہ کا رزق کھایا ہے اور اسی نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے آگاہ کر دوں کہ تیرا وقت آ گیا ہے جس پر کوئی Compromise نہیں ہے۔ پھر ایک اور شخص سے کہا گیا کہ تم کھیڑوں کے ساتھ راضی نامہ کر لو تو اس نے کہا کہ کھیڑے میرے ازل سے دشمن ہیں' رانجھے اور کھیڑے کا آپس میں کوئی کام نہیں۔ رانجھا ایک ذات ہے اور رانجھا ایک آرزو ہے اور کھیڑا اس کا حجاب ہے' ایک آرزو والے کسی حجاب کو قبول نہیں کرتے۔ ایک آرزو والے غالبؔ سے کہا گیا کہ تم شعر کہنا چھوڑ دو' ہم تمہیں ریاست دے دیں گے' اس نے کہا کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ غالبؔ کے پاس غریبی میں کھانا نہیں ہے' دانہ نہیں ہے' کرایہ نہیں ہے' مکان نہیں ہے' حال ابتر ہے' لیکن اس کے بعد بھی شعر جاری ہے اور اس میں بھی غالبؔ' غالب ہی ہے۔ تو یہ "ایک آرزو" ایسی چیز ہے کہ موت کی تو اس کو پرواہ ہی نہیں ہے۔ تو ایک آرزو زندگی سے موت کو نکال دیتی ہے۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ ایک آرزو جو ہے عام طور پر خدائی کر جاتی ہے۔ جتنے لوگ آپ کو زندگی میں ملیں گے' اپنی زندگی کے بعد مشہور ہونے والے' وہ ایک آرزو والے لوگ ہیں' ایک آرزو کے مسافر ہیں' انہیں موت کا تو ذرا فکر نہیں ہے۔ وہ موت کو ساتھ لے کر چلتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ موت تو ہمارے ساتھ ہے۔ اب یہ جملہ انہی لوگوں کا ہے کہ موت تمہاری محافظ ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیسے محافظ ہے جی؟ انہوں نے کہا کہ موت جو ہے یہ تمہاری حفاظت کرتی ہے' جو مقرر شدہ وقت ہے' اس وقت تک کوئی حادثہ تمہارے قریب نہیں آنے دے گی' یہ اُس کی حفاظت کرے گی۔ تم بے شمار حادثوں کی زد میں

ہو لیکن موت جو ہے کوئی حادثہ نہیں آنے دے گی۔ نوے آدمی ایکسیڈنٹ میں ختم ہو گئے اور ایک آدمی بچ گیا اور ٹھیک ٹھاک تھا کسی نے کہا تجھے کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔ اس نے کہا مجھے پتہ نہیں کہ یہ ہوا کیا ہے۔ دیکھا تو سارے کا سارا جہاز تباہ ہو گیا تھا۔ جہاز Crash ہو گیا اور وہ آدمی آرام سے بیٹھا ہوا ہے۔ اب یہ ہے موت کا عمل۔ موت کا عمل جو ہے وہ زندگی کی حفاظت کرنا ہے، اس چراغ کو گُل ہونے سے بچانا ہے اور جب تک وہ وقت نہ آ جائے یہ چراغ گُل نہیں ہو گا اور اس زندگی کی ایک Limit ہے۔

روزِ اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ
پیر، پیغمبر، ولی، درویش، مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا

اب یہ غور کریں کہ موت کیا ہے؟ موت حق سے بندے کو ملانے کا سبب ہے اور یہ بندہ حق پہ زندہ ہے اور حق کیا ہے؟ زندگی گزارنے کا ایک انداز اور ایک نظریہ حیات بھی ہو سکتا ہے۔ حق کیا ہے؟ مقصدِ حیات بھی ہو سکتا ہے۔ حق کیا ہے؟ صفت بھی ہو سکتی ہے، محبوبِ ظاہری بھی ہو سکتا ہے، محبوبِ باطنی بھی ہو سکتا ہے اور خداوند تعالیٰ بھی ہو سکتا ہے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں۔

موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب

رات کو جاگنا شروع ہو جاؤ تو موت کا ڈر نکل جائے گا' تو جس نے اپنی رات بیدار کر لی اس نے موت کو Conquer کر لیا۔ جو دن کو سو گیا' رات کو سو گیا اور سو ہی گیا' بس وہ مر گیا۔ موت سے بچنے کا طریقہ ہے کہ رات بیدار ہو جائے کیونکہ رات کو کوئی ایسا وقت ہوتا ہے کہ ماضی' حال اور حال' مستقبل بن جاتا ہے:

روشنی کائنات کی خوشبو
چار سو حسنِ ذات کی خوشبو
فاصلے وقت کے سمٹتے ہیں
جب مہکتی ہے رات کی خوشبو

نیم شب کا کوئی لمحہ ایسا ہوتا ہے کہ ماضی' حال میں آ جاتا ہے اور حال' مستقبل میں بیٹھا ہوتا ہے اور زمان و مکان کی گردش رک جاتی ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو جو جاگنے والے ہوں' شب بیدار ہوں' ان کو نالہ و آہِ سحر گاہی دونوں ملتے ہیں۔ بلکہ دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ ایسا آدمی موت سے بچ جاتا ہے۔ جس آدمی کی زندگی کے دو Consecutive days جو ہیں وہ Identical ہوں' وہ موت سے نہیں بچ سکتا۔ بس جس کے دو دن برابر گزریں یعنی کل اور آج کا دن برابر گزرا' اس پر موت کا ڈر آ ہی جاتا ہے۔ اس لئے کل کے دن سے آج کا دن مختلف کرو۔ کل جو بنایا ہے اسے آج توڑ دو تو موت سے بچ جاؤ گے' اور موت کے ڈر سے بچ جاؤ گے' کچھ نہ کچھ نیا واقعہ کرو' یا پرانے واقعہ میں کوئی نیا پن پیدا کرو۔ کچھ نہ کچھ Create کرتے رہنا چاہئے۔ پھر

موت کا ڈر کبھی نہیں ہو گا۔ تو آپ کا مشاہدہ بالکل برحق ہے، موت جو ہے ٹوٹنے کا نام ہے، چاہے خیال ٹوٹ جائے، انسان ٹوٹ جائے، رشتۂ حیات ٹوٹ جائے یا رشتۂ انتظار ٹوٹ جائے۔ سب سے خوفناک وہ موت ہے جب رشتۂ انتظار ٹوٹ جائے، یہ زیادہ خوفناک موت ہوتی ہے ورنہ انتظار قائم ہو تو وجود کے مرنے کے بعد بھی انتظار قائم رہتا ہے۔ اگر انتظار نہ ٹوٹے تو انسان موت سے بچ جائے گا۔ انسان ہمیشہ موت ہی سے تو بچا ہے، کمال تو یہ ہے کہ آپ آج کے انسان ہو اور آپ کا سارا عمل ماضی کے انسانوں کا علم ہے اور وہ سارے انسان موت سے بچے ہوئے ہیں۔ آپ کہتے ہو کہ ہم آزاد ہیں مگر آپ کی کوئی شے بھی آزاد نہیں ہے، آپ کہتے رہتے ہو کہ فلاں شخص بڑا فلسفی تھا، رسل یہ کہتا تھا، فلاں شخص Mathematician تھا یا Statastician تھا اور ان کو Quote کرتے رہتے ہو۔ گویا کہ آپ یہ ثابت کر رہے ہو کہ آپ نے اس کو پڑھا ہے، کل بھی آپ اس کی کتابیں سیکھتے رہیں گے اور پڑھتے رہیں گے، گویا کہ اس آدمی کی بادشاہی دیکھو کہ مرنے کے باوجود بھی نہیں مرا۔ اور آپ زندہ ہونے کے باوجود زندہ نہیں ہو۔ گویا کہ یہی زندگی ہے۔ آج کا انسان ثبوت دے رہا ہے کہ ماضی کا انسان مرا نہیں ہے۔ ماضی بہت شان دار ہے۔ کوئی پیغمبر کیوں نہیں مرا؟ کیونکہ وہ مرنے کے باوجود تمہارے تذکروں میں ہے، تمہاری باتوں میں ہے اور تمہاری سانسوں میں ہے جب تک آپ اپنے باپ کو یاد کرو گے وہ نہیں مرے گا۔ آپ کے والدین تو ویسے بھی نہیں مر سکتے کیونکہ اس میں ایک بڑا راز یہ ہے کہ وہ مرتے وقت زندگی اپنے خون کی شکل میں آپ کو دے جاتے ہیں۔ جب

تک آپ زندہ ہیں، آپ کے والدین زندہ ہیں۔ تو گویا کہ زندگی جب تک جاری ہے وہ پچھلا بندہ نہیں مرتا کیونکہ اب وہ خون کی شکل میں ہے، باپ کی شکل میں ہے، یا علم کی شکل میں ہے۔ تو آپ کو علم ہو یا نہ ہو آپ والدین کا خون ہو۔ اب یہ عجب بات ہے کہ والدین کے مرجانے کے بعد بھی ان کا خون زندہ بن کے ان کی اولاد میں زندہ ہے۔ یہ بھی زندہ رہنے کا ایک طریقہ ہے۔ خیال بن کر زندہ انسانوں کے ذہن میں رہ جانا بھی زندہ رہنے کا ایک طریقہ ہے۔ بعض اوقات کوئی شکل بن کر واقعہ زندہ رہ جاتا ہے یعنی کوئی Monument، کوئی نشانی، کوئی Memorial بنا دیا گیا۔ جس قسم کا نشان لگا دیا وہ نشان مرنے والوں کی یاد بن گیا۔ مثلاً" ۲۳ مارچ کا نشان لگ گیا یا سمِٹ کانفرنس کا نشان لگ گیا، اس نشان کو دیکھ کر آنے والا پوچھے گا کہ یہ کیا ہے، تو اسے پتہ چلے گا کہ یہاں ایک واقعہ ہوا تھا، تو جانے والوں نے جانے سے پہلے آنے والوں کے لئے کوئی کتاب نہیں چھوڑی ہے بلکہ ایک واقعہ چھوڑ دیا اور ایک نشان چھوڑ دیا۔ اگر کسی بدھ مت والے نے پہاڑ پر کوئی نشان لگا دیا تو آج تک وہ نشان لگا رہے گا۔ تو یہ ہے اپنی زندگی کے بعد بھی زندہ رہنے کا ایک عمل، مثلاً" کچھ شخص خیال بن کر، شکل بن کر، Monument بن کر یا کتابیں بن کر زندہ رہے اور سب سے اعلیٰ جو ہیں، وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ کلمہ بن کے اور درود پاک بن کر، آج تک زندگی کے اندر موجود ہیں۔ اب سب لوگ آپؐ کا نام بھی لیتے ہیں، آپؐ کو ایمان بھی سمجھتے ہیں اور درود بھی پڑھتے ہیں۔ تو آنے والے جو ہیں یہ جانے والوں کی زندگی کو نمایاں کرتے ہیں۔ کون لوگ ہیں جو مرگئے ہیں؟ مرا وہ جو یاد نہ

رہا' Forget ہو گیا' ایسا شخص زندگی میں مرجاتا ہے۔ اگر آپ اس شہر کے بیں ہزار آدمیوں کو جانتے ہیں تو باقی شہر کی جو آبادی ہے وہ لوگ آپ کے لئے نہیں ہیں کیونکہ آپ انہیں نہیں جانتے۔ وہ آدمی جو زندگی میں بھول جائے یا بھلا دیا جائے' وہ آدمی پہلے ہی مرچکا ہے اور مرنے کے بعد بھی جس کو نہ بھلایا جائے وہ ویسے ہی زندہ ہے۔ آپ یہ دیکھو کچھ لوگ زندگی میں مر گئے اور کچھ لوگوں کی قبریں آج تک زندہ ہیں' مزار زندہ ہیں' اگر آپ بچپن میں کسی مزار پر جائیں تو اس کے ساتھ وابستگی ہو جاتی ہے۔ اب مزار کے ساتھ آپ کی بچپن کی جو وابستگی ہے وہ آپ کا ماضی Preserve کرے گی اور اس طرح آپ کے اندر موت کا ڈر ختم ہو جائے گا۔

موت کا ڈر کب ہوتا ہے؟ جب کوئی واقعہ زوال پذیر ہو رہا ہو اور اگر آپ کسی ایسی جگہ جا رہے ہیں جو ہمیشہ سے ویسی ہی جگہ ہے اور ہمیشہ سے وہی خیال موجود ہے' جیسے کوئی آستانہ یا مزار ہو اور اس میں تبدیلی نہ آئی ہو بلکہ وہ مزار بہتر سے بہتر ہوتا جا رہا ہو تو آپ کا خیال Preserve ہو جائے گا۔ تو خیال کو کسی ایسی جگہ وابستہ کرنا چاہئے جہاں زوال نہ ہو۔ پھر یہ خیال آپ کو موت کے ڈر سے بچا دے گا۔ اسی طرح اگر خیال خدا سے وابستہ ہو گیا تو یہ خیال ایسا خیال ہے جو ختم نہیں ہو گا اور آپ کے اندر سے Fear of Death نکل جائے گا۔ خدا کا خیال ایسا ہی رہے گا' اس میں نعوذ باللہ تبدیلی نہیں آ سکتی کہ خدا پچھلے سال کچھ اور تھا اور اب کچھ اور ہے۔ خدا تعالیٰ تو الآن کما کان ہے' یعنی جیسے تھا ویسے ہی اب ہے۔ اس طرح آپ موت کے خوف سے بچ جائیں گے۔

موت جو ہے' یہ آپ کے اپنے زوال کے احساس کا نام ہے' بڑھاپے کے احساس کا نام ہے اور اگر آپ کسی ایسی چیز سے وابستہ ہو جائیں جس کو زوال نہیں' مثلاً" Nature کے ساتھ ہو جائیں تو آپ موت کے ڈر سے بچ جائیں گے کل من علیھا فان یعنی جو کچھ ہے فنا ہو جائے گا اور ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور صرف تیرے شان و اکرام والے رب کا چہرہ باقی رہ جائے گا۔ اب اس چہرے کا خیال تجھے باقی رکھے گا۔ لہٰذا جب آپ کی وابستگی ان لوگوں کے ساتھ ہو گی جن کو موت نہیں آیا کرتی اور وہ لوگ ایک آرزو کے لوگ ہیں' اگر ان کو یاد کرو تو پھر موت سے بچ جاؤ گے۔ موت سے بچنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کی قدر و قیمت محسوس کرو اور اس کو کسی ایک کام پہ لگا دو۔ صرف زندہ برائے زندہ رہنا ہے تو پھر موت کا ڈر پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اس کے علاوہ موت سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ آج آپ کا علم یہی بتا رہا ہے کہ پرانے لوگ جو ہیں وہ مرے نہیں ہیں کیونکہ وہ کسی طریقے سے اپنی زندگی سے نکل کر آپ کے دلوں میں آ گئے یا آپ کے دماغ میں آ کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے کوئی آپ کا دل بن گیا' کوئی رائٹر ہو گا' کوئی کسی خیال کا ہو گا' کوئی کسی بات کا کہنے والا ہو گا' کوئی فلسفی ہو گا جو آپ کے ذہن میں آ کے بیٹھ گیا' یہ ان لوگوں کا کمال ہے کہ ماضی سے نکل کے حال میں جلوہ گر ہو گئے۔ اگر آپ اتنا کام کر جاؤ تو آپ حال سے نکل کر مستقبل میں جلوہ گر ہو جاؤ گے' اس طرح آپ کو موت کا ڈر نہیں رہے گا۔ اگر مستقبل کے لئے کوئی سا کام کر جاؤ تو بھی موت کے خوف سے بچ جاؤ گے۔ اپنی آرزوؤں کو حال سے نکال کر کسی مستقبل کی

طرف لے جاؤ اور کوئی ایسا کام کر جاؤ جس کا تعلق مستقبل کے انسان سے ہو اور مستقبل کے انسان کے دل میں بیٹھ جاؤ یا اس کے دماغ میں بیٹھ جاؤ تو آپ کے پاس کبھی بھی موت نہیں آئے گی۔ یہی ہے شہیدوں کا عمل' یہی ہے پیغمبروں کا عمل' یہی ہے مفکرین کا عمل' یہی ہے Social Reformers کا عمل' سب کا عمل' ساری کائنات کا عمل یعنی جتنے بھی انسان اس دنیا میں' قابلِ ذکر ہیں' سارے اپنے حال سے نکل کے مستقبل میں جا کے بیٹھ گئے۔ آپ کو بھی یہ دعوت ہے کہ حال سے نکلو اور ماضی میں جانے کی بجائے مستقبل کا سفر کرو۔ مستقبل کا سفر ہے کوئی واقعہ دے جانا۔ کوئی سی Contribution کر جانا مستقبل ہوتا ہے اور حاصل جو ہے یہ ماضی ہوتا ہے۔ آپ جو حاصل کر رہے ہیں اس کا نام کیا ہے؟ ماضی۔ Contribution کیا ہے؟ وہ مستقبل ہے۔ اب حال کے آدمی کو صرف Impress کرنے کے لئے اگر آپ کی کوئی Contribution ہے تو آپ موت سے نہیں بچو گے۔ اگر یہ Contribution مستفید کر رہی ہے تو آپ موت سے بچ جاؤ گے۔ تو اپنی Contributions کو آنے والے انسان کے ذہن سے سوچا کرو اور آنے والے انسان کے دل سے سوچا کرو اور آنے والے زمانوں کی روح سے سوچا کرو۔ اگر اس کے اندر آپ اپنی Contribution دے گئے تو پھر آپ موت سے بچ گئے۔ داتا گنج بخشؒ کی "کشف المحجوب" بہت سے لوگوں نے نہیں پڑھی ہو گی لیکن ان کی یہ Contribution آج تک آ رہی ہے۔ یہ ہے ان کا کمال کہ کہاں سے چلے ہیں اور کہاں آ کے لوگوں کے دلوں پر جلوہ گر ہیں۔ ان کو موت کا ڈر نہیں ہے' ان کے لئے سلام

ہے! بس اتنی سی بات کرنی ہے کہ ایک آرزو پیدا کر لو' لالچ سے نکل جاؤ' خوف سے نکل جاؤ اور ان لوگوں سے وابستہ ہو جاؤ جن کو موت نہیں آئی ہے' ایسی ذات سے وابستہ ہو جاؤ' Eternal Class سے وابستہ ہو جاؤ' ہمیشہ رہنے والی بات سے وابستہ ہو جاؤ' کوئی Contribution ایسی کر جاؤ یا اگر شب بیداری کر جاؤ تو بھی موت کا ڈر نہیں ہے' یا کسی کی اطاعت میں لگ جاؤ پھر بھی موت کا ڈر نہیں ہے۔ غلام کو موت نہیں آتی' کیونکہ وہ گمراہ نہیں ہوتا یعنی کہنا ماننے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا کیونکہ اس نے کہنا ہی ماننا ہے' اس نے گمراہ کیا ہونا ہے۔ گمراہ وہ ہوتا ہے جو خود راہ تلاش کرے' اس کے گمراہ ہونے کا امکان ہے۔ اس کو موت کے ڈر کی کیفیت رہے گی۔

سوال:

اگر کوئی شخص غلامی بھی قبول کرے اور اپنا راستہ بھی تلاش کرے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟

جواب:

یہ تو ان دونوں کا Mutual Agreement ہے کہ اس نے جس کی غلامی قبول کی ہے' اگر اس نے اس کو راستہ تلاش کرنے کا اذن دے رکھا ہو تو ٹھیک ہے۔ راستہ تلاش کرنا یا تو گستاخی ہے یا عین اجازت ہے۔ اجازت کے ذریعے راستہ تلاش کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ جس کی بھی غلامی ہو اس کا حکم ماننا ضروری ہے۔ اجازت سے تلاش کرنے والا حکم مان رہا ہے اور یہ ٹھیک ہے' وہ شخص یا تو کہنا مانے یا پھر اپنا حساب خود دیکھے۔

خود راستہ دیکھنا Meaningless Quest ہے اور اس کی سزا ہے موت کا ڈر۔ بے مصرف یا بے مقصد زندگی کی سزا اللہ تعالیٰ نے موت کا ڈر رکھی ہے۔ بامقصد اور بامصرف زندگی کو موت کا ڈر نہیں ہے' وہ زندگی بھی مرتی ہے مگر ڈرتی نہیں ہے' پروانہ مرے گا ضرور' مرے گا لیکن موت کا شوق ہو گا' شوقِ شہادت ہو گا اور انوارِ شمع ہوں گے۔

سوال:

مستقبل میں زندہ رہنے کی آرزو یا خواہش یا اپنے بعد اپنا نام چھوڑنے کی آرزو یا خواہش کو کیا کہیں گے؟

جواب:

اس وقت آپ اس جذبہ کو اصلاح ہی کہو' اگر آپ کا اس طرح کا مزاج نہیں ہے تو یہ صرف اطلاع ہی ہے اور اگر آپ کے مزاج' آپ کے Taste اور آپ کے اندر وہ چیز موجود ہو گی تو شاید اس کو کوئی رخ مل جائے گا۔ اگر آپ کا مزاج یا خواہش نہیں ہو گی تو علم کو کتنا ہی بیان کرو' وہ گھر سے باہر نہیں نکلے گا۔ بہتر یہ ہے کہ حال کے فیصلے مستقبل کی طرف نہ بھیجے جائیں۔ فی الحال اپنے حال سے نکل کر مستقبل کی طرف جانا اتنا ہی اہم ہے جتنا حال سے نکل کر ماضی کی طرف جانا ہے۔ جو علم ماضی کی طرف نہیں جاتا' اسے مستقبل کا کوئی پیغا نہیں ملتا۔ ایسا علم آزاد ہے' پنچھی ہے' وہ نہ زندہ ہے نہ مرتا ہے۔ اس کو چھوڑ دو' اس کی بحث ہی نہیں ہے۔ انسان درمیان میں ہے۔ باشعور آدمی وہ ہے۔ اضی سے علم حاصل کرتا ہے۔

سوال:

حضور کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مستقبل کے لئے کوئی Contribution کرنے کے شوق میں انسان حال کے تقاضوں اور فرائض سے بے خبر ہو جائے؟

جواب:

میں مستقبل کے Contribution کی دعوت نہیں دے رہا۔ میں صرف اطلاع دے رہا ہوں کہ اس کام کے لئے اللہ نے انسان بنائے ہوئے ہیں۔ وہ الگ مزاج کے ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں بحث نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ آج کل کے زمانے میں محبت کرنا بیوقوفی سمجھا جاتا ہے اور جو محبت کے لئے پیدا ہوا ہے اس کو آپ کیا اطلاع دیں گے۔ اب آنکھ لڑ جانے کا کوئی فارمولا اسے بتائیں یا نہ بتائیں وہ پیدا ہی اس کام کے لئے ہوا ہے۔ مجنوں جس کا نام ہے وہ پیدا ہی اس کام کے لئے ہوا ہے' لیلیٰ اس کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ اب یہ مزاج الگ الگ ہیں' ان کے لئے سب زمانے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ غم زدہ انسان کے لئے ہر زمانہ ایک جیسا زمانہ ہوتا ہے۔ غم زدہ انسان سے پوچھیں کہ سناؤ کیا حال ہے؟ تو وہ کہے گا کہ وہی حال ہے' جو غم کل تھا وہی آج ہے اور آنسو جو ہیں بے تاب ہیں کسی نئے غم کے انتظار میں۔ یہ اس لئے ہے کہ اس کی عادت بن چکی ہے' اب وہ نئے غم کے انتظار میں رہتا ہے اور یوں اس کا رونا قائم رہتا ہے۔ اگر اسے کہیں کہ کل تُو کسی اور بات پر رو رہا تھا اب تُو کسی اور بات پر رو رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ رونا جو ہے یہ میرا مزاج ہو

گیا ہے۔ تو محبت مزاج بن جاتی ہے۔ جن لوگوں کا مزاج نفرت ہو ان کو محبوب کا راستہ نہیں ملا کرتا۔ جس کا مزاج محبت ہے وہ خود ہی محبوب ڈھونڈ لے گا۔

منتِ رہبر نہ کر منزل و کارواں نہ پوچھ
ڈھونڈ ہی لے گی خود جبیں حسن کا آستاں نہ پوچھ

تو یہ پوچھنے والی بات نہیں ہوتی بلکہ جبیں خود ہی آستانہ دریافت کر لیتی ہے۔ یہ مزاج کی بات ہے۔

سوال:

اگر یہ مزاج ہی کی بات ہے تو پھر تعلیم' تربیت' تزکیہ' رشد و ہدایت' پیری فقیری' یہ سب کیا ہیں؟

جواب:

یہی تو بتا رہا ہوں آپ کو کہ یہ سب مزاج کی بات ہے۔ تزکیہ کا اپنا مزاج ہے' پیری کا ایک مزاج ہے' عمل اگر غیر مزاج والے کو دے دیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائے گا' خودکشی کر لے گا' وہ مرجائے گا لیکن یہ کام نہیں کر سکے گا۔ یہی آسان بات تو بتا رہا ہوں آپ کو کہ جو اس کام کے لئے نہیں بنا اس کے لئے وہ کام آسان نہیں ہے اور جو جس کام کے لئے بنا ہے اس کے لئے وہی کام آسان ہے۔ عام آدمی کی بات دیکھیں' جو کام آپ نہیں جانتے وہ کام آپ کے لئے مشکل ترین واقعہ ہے۔ اور جس کام کا آپ کا مزاج نہ ہو وہ آپ نہیں کر سکتے' پیری ایک مزاج ہے'

مریدی بھی مزاج ہے، تزکیہ بھی مزاج ہے۔ پیدا کرنے والے نے بتا دیا کہ یہ شخص دنیا کا طلب گار ہے اور یہ دین کا طلب گار ہے، میں یہ سب بناتا ہوں اور شہد کی مکھی پر ہم نے الہام کر دیا کہ تو شہد بنا اور خوبصورت کو خوبصورت بنایا اور مزاج بھی ہم بناتے ہیں۔ کچھ لوگ انسانوں سے بیزار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ انسانوں سے محبت کرتے ہیں اور اس میں مر جاتے ہیں لیکن انسانوں کو تکلیف نہیں دیتے۔ بے شمار ایسے لوگ ہیں۔ اگر کوئی پوچھے کہ آپ کی زندگی میں کیا خاص بات ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے انسانوں سے محبت ہے۔ انسانوں سے محبت ایک مزاج ہے اور ایسے لوگ قربانی دیتے جاتے ہیں اور یہ بھی مزاج ہے کہ کچھ آدمی جو ہیں وہ حاصل کرنے لگتے ہیں۔ ؎ اگرچہ سب نے چھوڑ جانا ہے لیکن وہ حاصل والا آدمی اور ہو گا اور دینے والا آدمی اور ہو گا۔ یہ سب مزاج کی بات ہے۔

سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

یعنی پروانے کا دل مگس کو نہیں ملے گا۔ پروانے کا دل اور ہوتا ہے اور مگس کا دل اور ہوتا ہے۔ پروانہ اور مزاج ہے اور مگس ایک اور مزاج ہے۔ دونوں کے مزاج الگ ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ آپ اپنے مزاج کو دریافت کرو، اگر آپ اپنا مزاج دریافت نہیں کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ کبھی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاؤ۔ شیکسپیئر ایک مزاج ہے، غالب ایک مزاج ہے، تم وہ نہیں بن سکتے کیونکہ وہ مزاج سے بنے ہیں، کسی ٹریننگ سے نہیں بنے کہ مشقِ سخن سے ایسے ہو جائیں۔ اسی

طرح بابا بلھے شاہؒ اور وارث شاہؒ ہیں۔ یہ کسی اکیڈیمی سے نہیں بنتے۔ غالبؔ سے بہتر کوئی شاعر نہیں ہو گا' Waris Shah is Waris Shah یہ مزاج ہیں' خالقِ مطلق نے تخلیق فرمائے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو شام کے وقت آزردہ ہو جاتے ہیں کہ آج مہمان کوئی نہیں ملا اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اُس لئے آزردہ ہوتے ہیں کہ آج میزبان کوئی نہیں ملا۔ کچھ لوگ اس لئے آزردہ ہوتے ہیں کہ آج مجھے کسی نے زچ نہیں کیا۔ ایسے مزاج بھی ہوتے ہیں کہ کہتے ہیں آج سارا دن کچھ نہیں کیا' چلو کچھ ہنگامہ کرنا چاہئے' کچھ ہل چل کرنی چاہئے۔ ساری کائنات میں ہر ایک کا اپنا مزاج ہے' وہ جو ہم مزاج ہیں وہ بھی الگ مزاج ہیں۔ یہ خاص بات یاد رکھنا یعنی دو ہم مزاج' بھی الگ مزاج ہوتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ان دونوں کے مزاج کے اندر اگر Kind کا فرق نہ ہو تو Degree کا فرق ضرور ہو گا اور یہ جو فرق ہے آگے جا کے بہت بڑا فرق بن جائے گا۔

سوال:

اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر اللہ نے ہر شخص کو ایک خاص مزاج دیا ہے تو اس کا ایک خاص کام بھی ضرور اس نے کہیں رکھا ہوا ہو گا جو کہ صرف اور صرف وہی مزاج کر سکتا ہے۔ اس مزاج کو کیسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔

جواب:

کیوں نہیں! اس کا ضرور پتہ چل سکتا ہے اگر کوئی شخص پوچھ کے

جوانی گزارے' جو شخص پوچھ کے شادی کرے اور جو شخص پوچھ کے سونا چاہے کہ مجھے نیند آ رہی ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ سو جاؤ۔ جس شخص کو سونے کا پتہ ہے' جاگنے کا پتہ ہے' کھانے کا پتہ ہے' شادی کا پتہ ہے' حاصل کا پتہ ہے' محرومی کا پتہ ہے اس کو مقصدِ حیات کا پتہ کیوں نہیں چلے گا' اس کے پاس اختیار ہو گا۔ اس کا ایک مقصدِ حیات ہو گا ورنہ وہ Common Lot میں سے ہو گا' جس طرح باقی سب لوگ ہیں' بے شمار لوگ ہیں جن کو مقصدِ حیات سمجھ نہیں آیا۔ وہ اس دنیا میں آئے' رہے اور چل دیئے۔ مقصدِ حیات جو ہے یہ بغیر Effort کے دریافت ہوتا ہے' یہ خود چمک مارتا ہے' مقصدِ حیات تنہائی کی Discovery ہے' شب بیداری کی Discovery ہے' مقصدِ حیات اپنے اصل نام کی دریافت ہے۔ کوئی شخص آپ کو اس طرح Oblige نہیں کر سکتا کہ آپ کو کوئی مقصدِ حیات دے دے۔ آپ مقصدِ حیات خود ہی تو ہو' یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ موزوں ترین ہو' یہ آپ کا اللہ تعالیٰ سے تقاضا ہوتا ہے کہ یا اللہ میں اس زندگی میں یہ کام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تقاضا یا دعا آپ کی اپنی دریافت ہے۔

سوال:

کیا اس مقصدِ حیات کی تلاش میں کوئی شخص ہماری مدد کر سکتا ہے؟

جواب:

سب لوگ مدد کریں گے' سارے آپ کی مدد کریں گے' سارا

ماحول مدد کرے گا بشرطیکہ آپ بھول نہ جاؤ کہ آپ مقصدِ حیات کی تلاش میں ہو' آپ نے دس منٹ بعد اپنا راستہ بدل جانا ہے اور کہو گے کہ پہلے میں نے گھر جانا ہے۔ مقصدِ حیات تلاش کرنے والا تو مقصدِ حیات لے کے آتا ہے۔ وہ جو باقی چیزیں رکاوٹ کی ہیں وہ بند کرو۔ جو کام مقصدِ حیات نہیں ہے وہ چھوڑ جاؤ اور جو اس میں رکاوٹ والی باقی چیزیں ہیں وہ چھوڑ جاؤ۔ ان کو Eliminate کر دو۔ جو مقصدِ حیات نہیں ہے اس کو چھوڑ دو کہ یہ میرا مقصدِ حیات نہیں ہے۔ جو چیز راستے سے اٹھائی تھی اب اسے پھینک دو۔ مثلاً" آپ نے دیکھا کہ ایک عقاب کو زمین پر کوئی چیز نظر آئی' اس نے زمین پر آ کے جھپٹا مارا اور وہ چیز اٹھا کے لے گیا۔ راستے میں اس نے دیکھا کہ یہ تو کوئی مری ہوئی چیز ہے تو اس نے وہ چیز وہیں پھینک دی' وہ چیز جتنی دیر اس کے پنجے میں رہی' اتنی دیر وہ مری ہوئی چیز پرواز کرتی رہی اور پھر جب بے جان چیز اپنے بے جان لاشے سمیت گر گئی تو روح سوئے لامکاں اڑ گئی۔ جب تک روح ساتھ تھی تو روح اور جسم دونوں پرواز کر رہے تھے اور روح جب واپس چلی گئی تو اسے کہو کہ اب بولو' اب وہ کیا بولے گا؟ اس چیز کو پرواز دینے والی چیز روح ہے۔ بزرگ ایک بڑی مثال دیتے ہیں کہ جب آپ دیوار پر روشنی ڈالیں تو دیوار کہتی ہے میں منوّر ہوں' جب روشنی چلی گئی تو اب دیوار سے پوچھو کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گی میں وہی دیوار ہوں۔ تو دیوار کو منوّر کرنے والی کوئی اور چیز تھی۔ اسی طرح آگ کے اندر جو لوہا ہے وہ لوہا بھی آگ ہو جاتا ہے۔ لوہا یہ سمجھتا ہے کہ میں آگ ہو گیا ہوں اور اگر آگ بجھ جائے تو لوہا پھر لوہے کا لوہا رہتا ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ مقصدِ

حیات کی تلاش کرنے کا الگ فارمولا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ وہ آدمی ڈھونڈو جس کا نام آپ کا مقصدِ حیات ہو۔ تو مقصدِ حیات جو ہے وہ کسی کو خوش کرنے کا نام ہونا چاہیئے لیکن وہ "اَنَا" نہیں ہونی چاہیئے۔ "اَنَا" کے لئے مقصدِ حیات جو ہوتا ہے وہ بھی موت ہی ہے۔ مثلاً "انا" کے لئے مقصدِ حیات یہ بنا لیا جائے کہ کارخانہ، ترقی، مکان وغیرہ حاصل کرتے جائیں تو یہ موت ہی ہے۔ مقصدِ حیات کسی شخص کی خوشنودی بناؤ اور اگر آپ اس تک پہنچ گئے اور وہ آپ سے خوش ہو گیا تو سمجھو کہ آپ کا مقصدِ حیات پورا ہو گیا۔ تو مقصدِ حیات ایک تو یہ ہوا کہ منزل کا پتہ مل گیا کہ کس کو خوش کرنا ہے یا پھر اپنی استعداد کو دریافت کر لینا بھی مقصدِ حیات ہے۔ اللہ کی کائنات بڑی وسیع ہے، ایک آدمی پہلوان ہو اور دوسرا رائٹر ہو تو ہر آدمی دونوں کام تو نہیں کر سکتا، ان میں سے ایک کام چننا ہو گا اور پھر اس کو کبھی بدلنا نہیں۔ اس طرح کچھ نہیں ملے گا۔ اس طرح موت سے نہیں بچ سکتے۔

موت سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی کوئی استعداد یا صفت دریافت کر لو، ایسی صفت جس پر باقی صفات کو آپ قربان کرنے کے لئے تیار ہوں اور ایسا بندہ ڈھونڈ لو جس کے لئے باقی بندے چھوڑنے کے لئے آپ تیار ہو جائیں۔ وہ بندہ آپ کا محبوب ہو گا اور محبوب کی نشانی یہ ہے کہ جس کی خاطر دوسروں کو چھوڑا جا سکے۔ محبوب کی نشانی یہ ہے کہ اس کے نام کے سامنے اور کوئی نام نہ رہے، کوئی مفہوم نہ رہے، نہ کوئی اور مقصدِ حیات رہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ "اَنَا" ہے جو بگڑتی رہتی ہے، مرتی رہتی ہے، اور فنا ہوتی رہتی ہے ---!

اور سوال پوچھو.....!

سوال:

سر ایک تو قدرتی موت ہوتی ہے اور ایک مایوسی کی حالت ہوتی ہے جسے Mini Death بھی کہہ سکتے ہیں۔ آپ کے فرمان کے مطابق اگر کسی سے وابستگی ہو تو موت کا ڈر ختم ہو جاتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ طبعی موت کا ڈر تو ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی ٹارگٹ کو حاصل نہ کر سکیں تو بڑی مایوسی ہوتی ہے اور Mini Death کی حالت ہو جاتی ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟

جواب:

موت کے باب میں ٹارگٹ کوئی نہیں ہوتا' موت کے باب میں صرف زندگی ہوتی ہے اور وہ موت کے ڈر سے آزاد ہوتی ہے۔ زندگی میں جتنا حاصل کرو گے وہ موت کا ڈر بنے گا۔ موت کا ڈر ،ابستگی کے مطابق ہے۔ آپ اگر کسی سے وابستہ ہو جاؤ اور اس کے برعکس چیزوں سے بھی وابستہ ہو جاؤ یعنی یہ کہو کہ میں خدا سے وابستہ ہو گیا ہوں لیکن دنیا کے واقعات کی بھی بڑی ضرورت ہے تو موت کا ڈر ضرور رہے گا۔ جس کے پاس جتنی بڑی سلطنت ہو گی اس کو موت سے اتنا بڑا ڈر ہو گا۔ جتنا سرمایہ بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی موت کا ڈر بڑھتا جاتا ہے' جتنا حاصل بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی چھن جانے کا اندیشہ بڑھتا جاتا ہے تو موت کا ڈر نکالنے کے لئے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ایک آرزو چاہئے۔ Mini Death کوئی نہیں ہوتی کہ ہر روز کوئی شخص مرتا جائے اور ہر روز جیتا جائے۔

آپ روزانہ رات کو سو جاتے ہو اور صبح کو جاگ جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تمہیں صبح کا جاگنا نظر نہیں آیا کہ رات کو تم تھے ہی نہیں اور آج صبح پھر میرے فضل سے تم بیدار ہو گئے ہو۔ کیا تمہیں شکر کرنا نہ آیا' راستہ بڑا ناخوشگوار تھا لیکن گھر پہنچ گئے ہو اور اب گھر آ کے گا رہے ہو۔ شکر ادا کرو' اب راستہ کی خرابی کا گلہ کیا کرنا' اس لئے جو ہوا اس کی فکر نہ کرو اور جو نہیں ہوا اس کا شکر ادا کرو۔ اس طرح مایوسی یا موت کوئی شے نہیں رہتی۔ موت برحق ہے لیکن آپ گھبراؤ نہیں۔ موت کا خوف ایک واہمہ ہے۔ موت اپنے وقت سے نہ ایک منٹ پہلے آ سکتی ہے اور نہ ایک منٹ بعد۔ تو موت کا ڈر ایک واہمہ ہے کیونکہ جب تک آپ زندہ ہیں موت نے نہیں آنا اور جب اس نے آنا ہے تو آپ نے ہونا نہیں ہے۔ اس لئے ڈر کس بات کا' کیونکہ جب تک آپ ہیں وہ آپ کے گھر نہیں آ سکتی اور جب نہیں ہوں گے تو ڈر کس بات کا!

سوال:

عام طور پر جب حالات سے مایوسی ہو جاتی ہے تو موت سے ڈر لگتا ہے؟

جواب:

مایوسی لالچ کا نام ہے اگر لوبھ نکل جائے تو مایوسی نہیں آتی۔ لالچ' لوبھ اور Ambitions کا نام مایوسی ہے۔ آپ نے ایک پہاڑ حاصل کیا' اس کے اوپر ایک اور پہاڑ رکھنا' پھر تیسرا پہاڑ' چوتھا پہاڑ رکھتے ہی سب

کچھ دھڑام سے نیچے گرے گا اُس بات سے آپ ڈر جاتے ہیں۔ ورنہ تو خوف کوئی نہیں ہے۔ آرزوئیں تھوڑی کر دو یعنی کم سے کم آرزوئیں رکھو تو موت کا ڈر نہیں ہو گا۔ آرزو کا نام ہی ڈر ہے اور آرزو چھن جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ لالچ نکل جائے تو موت سے ڈر نہیں نکلے گا۔

سوال:

موت کا وقت مقرر ہے لیکن آج کل Scientific Advances سے پوری دنیا میں Average Life جو ہے وہ Increase کر گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے کیا موت کے لئے وقت مقرر کر دیا ہے؟

جواب:

اللہ میاں نے موت کے اوقات پہلے ہی مقرر کئے ہوئے ہیں۔ آج سے پہلے جب سائنس اتنی Advance نہیں تھی تو عمر آٹھ سو سال ہوتی تھی اور نو سو سال ہوتی تھی۔ ابھی تو آپ اوپر کی طرف جانے کی تیاری کر رہے ہیں، اگر ہمارے جانے کے بعد دو سو سال عمر ہو بھی گئی تو ہمارے کس کام کی۔ اگر وہ چیز زندہ نہ رہی جس کے لئے آپ زندہ تھے اور آپ زندہ رہ گئے تو پھر کیا زندگی ہے۔ سائنس جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی شے کا نام نہیں ہے، سائنس اور اللہ کی بڑی صلح ہے لیکن مسلمان اور سائنس کی صلح نہیں ہو رہی، یہ ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ Life کی Average کو سائنس کے بغیر بھی زیادہ کر سکتا ہے۔ سائنس کے بغیر بھی اس نے لمبی عمریں دی ہوئی تھیں۔ نو سو سال Average ہوتی تھی، آٹھ سو سال ہوتی تھی، پانچ سو سال ہوتی تھی۔

سوال:

سر! میں موت کے ضمن میں ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں کہ موت تو آنی ہے اور آ جائے گی لیکن اصل جو ڈر ہے موت کے بعد کا ہے کہ موت کے بعد کیا حال ہو گا؟

جواب:

یہ جو بات ہے کہ موت تو آنی ہے اور آ جائے گی' اصل میں یہ ہر آدمی کے لئے الگ سوال ہے اور اس کا الگ جواب ہے۔ موت یہ نہیں ہے کہ سانس ختم ہو جائے' موت یہ ہے کہ انسان لوگوں کی نگاہ سے گر جائے۔ لوگوں کے معیار الگ الگ ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت کی بات ہے کہ موت' آپ کی اپنی موت نہیں ہے بلکہ آپ کی اپنی پسندیدہ چیز کی موت ہے۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ محبوب مرنے کے بعد مل جائے گا تو بے شمار لوگ موت کو قبول کر لیں۔ اگر موت سے محبوب کی جدائی ہوتی ہے تو پھر وہ کہتے ہیں کہ موت کا ڈر ہے۔ اگر کسی کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ جو حاصل نہیں ہو رہا وہ مرنے سے حاصل ہو جائے گا تو بے شمار لوگ مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ بے شمار لوگ ایسی خواہش رکھتے ہیں۔ آپ مرنے سے پہلے کو یاد رکھو کیونکہ مرنے کے بعد کا نہ کوئی آپ کا بتائے گا اور نہ کوئی اس کا ثبوت ہے۔

سوال:

مرنے کے بعد کے جو خوفناک مناظر ہوں گے ان سے بڑا ڈر لگتا ہے۔

جواب:

میں نے یہ بات آپ کے لئے آسان کر دی تھی کہ مرنے کے بعد کچھ خوفناک نہیں ہے اگر توبہ کر لیں' کیونکہ توبہ کر کے مرنے والا جو ہے وہ عافیت میں ہے۔ توبہ کی بات آپ کو بتائی تھی کہ اپنے اللہ سے رجوع رکھنا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ جب آپ کے مستقبل کا خیال ماضی کی زد میں آئے تو یہ توبہ کا وقت ہے یعنی جب ماضی کا خیال' مستقبل کی فلائٹ پر اثر انداز ہونے لگ جائے تو یہ وقت توبہ کا ہے۔ مثلاً" آپ نے ایک عمدہ پلان بنایا ہے اور بہت شاندار سکیم بنائی اور اگر اِس پلان یا سکیم پر کام نہ کریں تو یہ توبہ والی بات ہو گی۔ یہ خیال آپ کو مستقبل کا منصوبہ نہیں بنانے دیتا۔ اگر آپ نے ایک نئی شادی کے لئے منصوبہ بنایا تو پرانی شادی اس کی اجازت نہیں دیتی ہے' یہاں توبہ کرو کیونکہ غلطی ہے اور آپ نے کوئی نیا منصوبہ بنایا اور پچھلے منصوبے جو ہیں وہ اس کو نہیں چلنے دیتے تو آپ اللہ والے بن گئے اور پیر بننے کے اہل ہیں۔ توبہ اس لئے ہے کہ زندگی میں آپ نے کئی غلط بیج بوئے ہیں اور توبہ سے انسان معصوم بن جاتا ہے۔ اگر ماضی میں کوئی ایسا عمل سرزد ہوا ہے جس کے نتائج مستقبل کو نقصان پہنچاتے ہیں تو ایسے مستقبل کے اندیشے میں ماضی یاد آتا ہے۔ یہ توبہ کا وقت ہے۔ توبہ کر کے مرنے والے کے لئے کبھی بھی مرنے کے بعد کا منظر خوفناک نہیں ہو گا۔ جس طرح آپ کا آخری سانس ہو گا ویسے ہی آپ کی پوزیشن ہو گی۔ انسان جس خیال میں مرے گا اسی میں اٹھے گا۔ جس کیفیت میں مرے گا اسی کیفیت میں اٹھے

گا اور جو چیز پڑھتے ہوئے مرے گا' وہی پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ لہٰذا زندگی کو ایک کیفیت دے دو تاکہ آپ اس کیفیت میں اٹھو ورنہ تو ڈرتے ڈرتے مرو گے اور مرتے مرتے ڈرتے جاؤ گے۔ انسان جب اٹھے گا تو پوچھا جائے گا کہ تم کتنا عرصہ مرے رہے ہو جیسے اصحاب کہف سے پوچھا گیا تھا تو انہوں نے کہا کہ ایک دن یا دو دن۔ ان کو کیا پتہ کہ کتنی مدتیں گزر گئیں اور کتنی صدیاں گزر گئیں۔ اس لئے آپ ایک خیال میں رہو۔ اس لئے سب سے اچھی چیز یہ ہے کہ کلمہ پڑھا جائے اور ہر روز کئی دفعہ پڑھتے رہنا چاہئے۔ ایک دفعہ کلمہ پڑھا جائے تو مرنے کا منظر موت کے بعد آسان ہو جائے گا۔ کلمہ مل کے بھی پڑھنا چاہئے' لہٰذا سب مل کے پڑھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ اگر ایک گھر میں رہنے والے بیس آدمی کلمہ پڑھیں تو بیس دفعہ کلمہ ہو گیا۔ اس لئے دعا کرنے والے آدمی بیس ہزار ہو جائیں تو دعا بیس ہزار ہو سکتی ہے۔ اسلئے آپ کے گھروں کے اندر جہاں مختلف قسم کی آوازیں آتی ہیں' وہاں اچھی آوازیں بھی آ جانی چاہئیں۔ کلمے کا اچھا اثر پڑے گا۔ اس کا اچھا اثر پڑتا ہے۔ آنے والے لوگوں کے لئے دعا کرو اور مرنے والے لوگوں کے لئے دعا کرو' جو آج یہاں آنا چاہتے تھے اور نہ آ سکے ان کے لئے بھی دعا کرو اور اہل خانہ کے لئے بھی دعا کرو بلکہ سب کے لئے دعا کرو۔ سب کو آسانی ہو اور مقصدِ حیات دریافت ہو جائے' ہاں ایک بات کا خیال رکھنا کہ مقصدِ حیات جس بیچارے کی استعداد نہیں ہے خدا کے لئے اسے معاف کر دو' اس کو کوئی مقصدِ حیات نہ دینا۔ جس میں استعداد نہیں ہے اسے کوئی مقصدِ حیات نہ دو بلکہ اسے کہو کہ اپنا وقت

آسانی سے گزارے اور محنت کرتا جائے' اندیشہ نہ کرے' سب مل جائے گا اور پھر وقت پورا ہو جائے گا۔

سوال:

مجھے وہم ہے کہ مجھ میں استعداد ہے لیکن میں عملی طور پر یہ دیکھتا ہوں کہ مجھے کوئی چیز حاصل نہیں ہو رہی' اگر استعداد حاصل میں نہیں بدلتی تو کیسے پتہ چلے گا کہ استعداد تھی؟

جواب:

استعداد اور حاصل میں بڑا فرق ہے۔ استعداد اور چیز ہے' حاصل اور چیز ہے' بے شمار لوگوں کی استعداد جو ہے وہ فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتی ہے کیونکہ سبزیاں جلدی اگ آتی ہیں اور ہیرے جواہرات دیر سے بنتے ہیں۔ استعداد کا فوری اظہار ضروری نہیں ہے۔ استعداد اپنے آپ کے ساتھ Truth ہے۔ اس کے ظاہر ہونے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ استعداد کے ظاہر ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ ایسے لوگ بھی آئے جو پچاس سال بعد ظاہر ہوئے ہیں' ایسے ایسے واقعات ہوئے ہیں جو بہت دیر میں جا کر ظاہر ہوئے ہیں۔

سوال:

حضور! عرض یہ ہے کہ اگر ایک آدمی جو معاشرے میں جی رہا ہے وہ دیکھتا ہے کہ مجھ میں تعلیم ہے' سوچ ہے' میں تجزیہ کر سکتا ہوں' میری کہی ہوئی بات دوسروں سے بہتر ہے' وہ اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ

میرے ذمہ اس معاشرے کی طرف سے ایک قرض ہے' میں نے اس میں ایک اچھائی کی خاطر تبدیلی کرنی ہے تو ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:

نہیں نہیں یہ غلط ہے' ہم اس کو مانتے ہی نہیں۔ اچھائی کی خاطر تبدیلی کرنے والا ہمیشہ اچھائی کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے۔ آپ کے پاس اگر کوئی بہت بڑا منصوبہ نہیں ہے تو معاشرے میں اتنا سارا کام کر لو کہ کسی ایک کو چھوٹی سی آسودگی دے دو۔ سمجھ لو آپ کا کام ہو گیا۔ معاشرے میں بہت بڑی تبدیلی کرنی ہے تو پھر معذرت خواہی کے ساتھ نہ کرو کہ میں بہت بڑا انقلاب لا سکتا ہوں اور زمین کو ہلا سکتا ہوں مگر مجھے لیور نہیں مل رہا کہ جس سے میں زمین کو ہلاؤں۔ اگر بڑا کام نہیں کر سکتے تو چھوٹا سا اچھا عمل کر لو۔ پہلے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو۔ اپنے اندر آسودگی پیدا کرو' اپنے حالات بدلو اور پھر سماج کے حالات بدلو۔ پہاڑ پر جانا ہے تو پہاڑ پر پہنچنے سے پہلے سانس تو نہ ٹوٹے' پہلے کھانا کھا کے جائے' اگر وہ شخص کھانا بھی پہاڑ سے لینا چاہتا ہے تو یہ غلط ہے۔ سماج میں اصلاح کرنے والا یہ سوچ رہا ہوتا ہے کہ اس سے میرے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ لوگوں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرو۔

سوال:

سر! مجھے میرا اصل نہیں مل رہا کہ میرا اصل ہے کیا؟

جواب:

آپ کا اصل ایسے نہیں ہے کہ چانس سے مل جائے۔ اصل سب سے پہلے یہ ہے کہ آپ پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام کو اپنی زندگی میں رائج کرو۔ اپنے حالات پہ راضی رہنے کی توفیق پیدا کرو' اپنے رزق کے اندر رہنے کی کوشش کرو' استعداد کو بروئے کار لانے کے لئے کام کرو' تب آپ کی استعداد بروئے کار آئے گی۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے' یہ آج کے دن نہیں تو کل کے دن ہو گا۔ استعداد کی خواہش میں سفر جو ہے یہ بھی کامیابی کا سفر ہے۔ آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ انسان کو اس کا اصل مل سکتا ہے۔

O

۱ غصے کو کیسے کنٹرول کیا جا سکتا ہے؟

۲ وحی کی کئی قسمیں کیوں ہیں؟ پیغمبر بھی تو ہماری طرح انسان ہوتے ہیں' پھر ان کو یہ مرتبہ کیسے ملتا ہے؟

۳ کیا پیغمبروں کے مقامات میں کوئی فرق ہے؟

۴ ہماری جو عقیدت حضور پاکؐ سے ہے وہ دوسرے انبیاء سے تو نہیں ہو سکتی؟

سوال :-

غصے کو کیسے کنٹرول کیا جا سکتا ہے کیونکہ اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں پہ غصہ آ جاتا ہے۔

جواب :-

عام طور پر دو طرح کے مزاج ہوتے ہیں۔ ایک وہ مزاج جو Instruction دیتا ہے اور دوسرا وہ جو Instruction لیتا ہے۔ Instruction دینے والا مزاج جو ہوتا ہے وہ جہاں خامی دیکھتا ہے وہاں اصلاح کر دیتا ہے۔ اصلاح کرنے والا سڑک کے درمیان ایک اینٹ پڑی دیکھے گا تو اٹھا دے گا۔ اصلاح لینے والے عام طور پر کسی دانا کے گرد بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بابا جی، آپ کوئی بات بتائیں، زندگی کے کوئی تجربات ہی بیان فرمائیں۔ تو Instruction لینا ایک مزاج ہے اور Instruction دینا بھی ایک مزاج ہے۔ جب مزاج کی بات سمجھ آ گئی ہے تو اب غصے کے بارے میں دیکھو۔ وہ آدمی جو Instruction دیتا ہے اس کے لئے حکم ہے "تو غصہ نہ کیا کر"۔ اور جس کو کوئی تکلیف ہوئی ہے اسے کہتے ہیں کہ تو بھی غصہ نہ کر! تو غصہ نہ کرنے کا حکم ظالم کے لئے ہے اور یہ حکم سائل کے

لئے ہے۔ اچھا ٹیچر وہ انسان ہے جو تعلیم حاصل کرنے والے انسان کی نالائقی پر غصہ نہ کرے۔ اگر شاگرد نالائق رہ گیا ہے تو یہ تو اس کی اپنی نالائقی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر بچہ تعلیم میں شوق نہیں دکھا رہا تو یہ اس استاد کی اپنی نالائقی اور نا اہلی ہے کہ وہ بچے میں کیوں شوق پیدا نہیں کر رہا۔ دوسرا مقام بڑا مشکل ہے کہ دوسرے کی پوزیشن میں جا کے یہ سمجھنا کہ اسے کیا پریشانی ہے۔ دوسرے کو اس کی پریشانی اور اس کی Limitation کے اندر سمجھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ہم غصہ کرتے ہیں دوسرے کی نااہلی پر اور اس کے ایک ایسے عمل پر جس کی ہمیں توقع نہیں ہوتی کہ وہ ایک ایسا کام کرے گا۔ مثلاً" ہم چاہتے تھے کہ وہ بندہ مسجد چلا جائے مگر وہ سینما چلا گیا تو غصہ تو آئے گا۔ تو غصہ کیوں آیا؟ کیونکہ جو ہمیں توقع تھی اس نے اس کے برعکس کام کیا۔ در حقیقت مسجد میں Attraction زیادہ ہے، مگر اس بچے کو سینما میں Attraction زیادہ مل گئی تو پھر وہ مجبور ہو کے ادھر چلا گیا۔ آپ نے اس کو دین کی Attraction نہیں دی۔ آپ نے اسلام کو بچے کی زندگی میں فعال اور متحرک عمل نہیں دیا۔ صرف حکم دے دیا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اس لئے نصیحت کرنے والا، جب تک اپنی زندگی کو ایک محبوب نمونہ نہ بنائے، اس کی بات پر خوشی سے کوئی عمل نہیں کرے گا۔ اپنی زندگی کو جب تک آپ محبوب نمونہ نہ بناؤ گے تو آپ کو دوسرے سے گلہ ہوتا رہے گا۔ دوسرا آپ کو Follow نہیں کرے گا۔ تو لوگ کس کو Follow کرتے ہیں؟ جو ان کے لئے محبوب نمونہ ہو اور کمال ہے ان لوگوں کی، جو محبوب نمونہ تھے کہ ہم آج اس دور میں بیٹھے ہوئے بھی ان کی تعریف کر رہے ہیں۔ آپ

مولا علیؑ کی شان میں تعریف کرتے ہو کہ کیا Great شخصیت تھی۔ یعنی ان کا کردار یہاں تک اونچا ہے کہ آپ بھی اس کی تعریف کرتے ہو۔ اسی طرح آپ داتا صاحبؒ کی بھی تعریف کرو گے کہ کیا شان تھی۔ کتنا مستند ہے یہ ماضی۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے۔ کوئی بھی درویش اب لاہور میں داتا صاحبؒ کے Level کا نہیں آ سکتا۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ داتا صاحبؒ اپنی سند آپ ہیں اور اب ان کی تقلید ہی سے راہ مل سکتی ہے۔ اب کوئی اس مقام سے آگے نہیں جا سکتا۔ وہ بڑے کمال کے لوگ تھے۔ آپ کو کہہ دیا جائے کہ آپ کا مقام آپ کے پیر سے زیادہ ہو گیا ہے تو آپ کیا کہیں گے؟ "ہم نہیں چاہتے"۔ یہ پیر کا کمال ہے کہ وہ ایسا عمل کر جائے اور اپنی زندگی کو ایسا نمونہ بنا جائے، اتنا محبوب نمونہ بنا جائے کہ ان کے چاہنے والے ان سے آگے بڑھنے کا خیال بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ یہ کمال ہے! جب نمونہ قبول ہو جائے اور وہ محبوب نمونہ ہو تو پھر اطاعت خوشی سے ہو جاتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! تو اطاعت اتنی Willingly ہو جاتی ہے کہ کسی کو غصہ کرنے کی اور گلہ کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ سچ بھی بولتے ہیں او ان کو Instruction بھی دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کی اطاعت کی جائے جب کہ آپ ان کے لئے محبوب نمونہ نہیں ہوتے۔ یہ اصل میں آپ کی نا اہلی ہے۔ یہ جو آپ غصہ کر لیتے ہو اصل میں آپ کو اپنی نا اہلی پہ غصہ آ رہا ہوتا ہے۔ یہ ثبوت ہے آپ کی نااہلی کا۔ نا اہل استاد بچوں کو تھپڑ مارتا ہے۔ ایسے استاد کا خلاصہ دیکھو اور سارا Study کرو تو ایک فقرے میں بات سمجھ آ جائے گی، "جب کسی آدمی کا ذہن کام نہ کرے تو

اس کے ہاتھ کام کرتے ہیں" جب ذہن نہ کام کر رہا ہو' ذہن فیل ہو جائے تو وہ کہتا ہے کہ ہاتھ سے کام لو۔ پھر وہ تھپڑ لگانا شروع کر دیتا ہے۔ کسی پر اختیار نہیں چلایا جا سکتا۔ اسی طرح نا اہل حکومت پولیس اور آرمی کے ذریعے حکومت کرتی ہے۔ اہلیت والی حکومت محبت سے حکومت کرتی ہے اور لوگوں کے ساتھ Co-operation کر کے حکومت چلاتی ہے۔ یہ حکومت کی اہلیت کی بات ہے اور حکومت کی نا اہلی کی بات یہ ہے کہ جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اس کی ٹانگیں توڑ دیں گے۔ ایسے لوگ کتنا ہی سخت اور Discipline والا قانون بنائیں' پھر بھی جرم ہو جائے گا۔ کوئی سیاسی جرم نہیں جو نہ ہوتا ہو حالانکہ ہر جرم کے ساتھ سزا لکھی ہے۔ سزا کے خوف کے باوجود جرم ہو رہا ہے۔ کوئی بھی شخص جرم کو Willingly یعنی چاہتے ہوئے نہیں کرتا۔ سب لوگ "Willingly Obey" ایک چیز کو کرتے ہیں اور وہ ہے محبوب نمونہ۔ اس لئے غصہ کرنے والا جو ہے اس کو چاہیے کہ دوسروں کی نا اہلی کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے اپنی نااہلی سمجھے اور دوسرے کی عمر' دوسرے کی زندگی' اس کی مجبوری' اور اس کی پابندیوں میں جا کے اس کے مطابق محسوس کرے کہ اسے کیا تکلیف ہے اور پتہ چلائے کہ اس نے کہنا کیوں نہیں مانا! شاید اسے کوئی تکلیف ہو۔ آپ اسے Encourage کر کے لے آؤ' پھر آپ کو غصہ نہیں آئے گا۔ اب جو بے چارہ آپ سے Instruction لینے والا آیا ہے' اس سے بالکل غصہ نہ کرنا۔ اور سیکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اگر Instruction دینے والا ذرا سختی کر رہا ہے تو وہ سختی برداشت کرے۔ اس طرح سیکھنے والے کی اصلاح ہو جائے گی۔ بڑے بڑے لوگ استاد کی چھڑی کے ساتھ وابستہ ہو

جاتے ہیں۔ لہٰذا دونوں کو یہ حکم ہے کہ غصہ نہ کرو۔ ٹیچر اس لئے غصہ نہ کرے کہ نالائق شاگرد اس کی اپنی نا اہلی ہے اور Student اس لئے غصہ نہ کرے کہ اس کے ساتھ استاد کا Instruction کا تعلق ہے اور وہ علم حاصل کرے۔ سٹوڈنٹ سختی برداشت کرتا جائے تو اس کو علم حاصل ہو جائے گا۔ غصہ وغیرہ Hurdles ہیں اور رکاوٹیں ہیں۔ ایک اور بات یہ ہوتی ہے کہ ہم دوسروں پر غصہ کرتے ہیں' گویا کہ دوسروں کی غلطی پر غصہ کرتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ غلطی اس نے کی ہے اور سزا ہم اپنے آپ کو دیتے ہیں۔ کیونکہ غصہ جو ہے وہ غصہ کرنے والے کو سزا ہے۔ اصل میں ہم غصے میں اس کو کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔ ہم کیا کر رہے ہوتے ہیں؟ اس پر غصہ ہو رہا ہے اور اصل میں ہو کس پر رہا ہے؟ اپنے آپ پر۔ اس طرح آپ کے دماغ کے Cells جل رہے ہوتے ہیں اور اندر خون خراب ہو رہا ہوتا ہے۔ دوسروں پہ غصہ کرنا اپنے آپ کو نقصان دینا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ آپ دوسرے سے غصہ کر کے اسے سزا دیتے ہیں۔ دوسرے کی غلطی کو سزا دینا قانون بن گیا تو پھر آپ کو بھی اپنی غلطی کی سزا ہو گی۔ تو یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر آپ کسی کو غلطی کی سزا دو گے تو آپ کو اپنی غلطی کی سزا ہو جائے گی۔ اس لئے غصہ کرنا جائز نہیں ہے۔ غصہ جو ہے وہ انسان کو Spoil کر دیتا ہے اور ذہن کو خراب کر دیتا ہے۔ جب غصہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ یہ میں نے کیا کیا؟ اکثر غصے کے عالم میں انسان اپنا نقصان آپ کر لیتا ہے۔ ایک بڑی اہم بات یہ ہے کہ غصہ کبھی کسی آدمی پر اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک اس سے نفرت نہ ہو جائے۔ غصے کے دوران محبت ختم ہو جاتی ہے چاہے باپ

بیٹے کا غصہ ہو۔ غصے کے دوران نفرت ضرور آئے گی۔ یہ غصہ دراصل محبت کا دشمن ہے۔ کیونکہ محبوب پر کبھی غصہ نہیں آتا۔ اس لئے دعا کرو کہ یا اللہ غصے میں مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو زندگی میں پچھتاوا بن جائے' کیونکہ غصے میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ غصہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے' غصہ ناعاقبت اندیش کر دیتا ہے۔ غصہ جو ہے یہ غصہ کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔ جو کسی پر غصہ کرتا ہے اس پر بھی کوئی نہ کوئی ضرور غصہ کرے گا۔ لوگوں کو معافی دے دو اور ان کی غلطیوں کو اور کوتاہی کو معاف کر دو۔ اگر کسی شخص سے آپ کو نفرت ہے تو نفرت تو ہے ہی سہی' اب غصہ تو نہ کرو۔ بعض اوقات غصہ اس لئے آتا ہے کہ یہ شخص ہماری خواہش کے مطابق نہیں چل رہا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر مولوی کا بیٹا مولوی ہوتا اور ڈاکٹر کا بیٹا ڈاکٹر ہوتا' لیکن ایسا نہیں ہے۔ ڈاکٹر کا بیٹا Engineer بن جاتا ہے یا کوئی اور شے بن جاتا ہے۔ اس لئے آپ کا غصہ سب بے کار ہے۔ ہر آدمی اپنا مقدر لے کر آیا ہے' ہر آدمی اپنا Carrier لے کے آیا ہے اور اپنا مزاج لے کے آیا ہے۔ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ بچے کے ذہن میں باپ کی زندگی اتنی قابلِ محبت نہیں ہوتی۔ دو بھائی تھے' ایک نوکری کرتا تھا اور دوسرا مزدوری کرتا تھا۔ نوکری والے بھائی نے مزدور بھائی سے کہا کہ یہ تُو سارا دن جو ٹوکری اٹھاتا رہتا ہے' اسے بند کر اور عزت کی نوکری کر۔ دوسرے بھائی نے کہا ایک بات میری بھی سن لے' عزت کی محنت کر اور اس بیماری سے بچ جا یعنی نوکری کی غلامی سے بچ جا۔ تو دونوں بھائیوں میں سے ایک کے ذہن میں اور معیار ہے اور دوسرے کے ذہن میں اور معیار ہے۔ ایک کہتا ہے کہ مزدوری عزت والی

ہے اور نوکری غلامی ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ مزدوری ذلت ہے اس لئے نوکری کرو۔ تو ہر بندہ اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے' جس طرح ہر ستارہ اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے' کوئی گھر بیٹھنے والا ہے' کوئی مقیم ہے اور کوئی مسافر ہے۔ اس لئے یہ ایک Paradox ہے۔ آج کل کامیاب ڈاکٹر وہ ہوتا ہے جس کے بہت مریض ہوں اور پہلے دور میں ڈاکٹر ایسی دوائی دیتے تھے کہ پھر سے بیماری نہ ہو۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا آج اللہ نے بڑا کرم کیا ہے کہ بڑی بکری ہو رہی ہے۔ دوسرے نے کہا آج تو نے بڑی لمبی چھری چلائی ہے اور بڑا منافع لیا ہے' تو بڑا ظالم ہے۔ تو اس لئے ظالم ہے کہ اتنا منافع لیتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ اللہ کا کرم ہو گیا۔ مگر تجھ پر اللہ کا کرم نہیں ہوا بلکہ کرم واپس چلا گیا کہ تو نے یہ کیا کام کر لیا۔

اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ پیر صاحب نے بڑی مہربانی کر دی' سارے کام ہونے شروع ہو گئے اور مکان بننے شروع ہو گئے۔ دوسرے نے کہا کہ تیرا پیر تیرے پہ ناراض ہے کیونکہ اگر پیر صاحب راضی ہوتے تو تیرا مکان ہی غائب ہو جاتا کیونکہ وہ تجھے اللہ کی طرف رجوع کرا دیتے۔ تو یہ ہر شخص کی اپنی مرضی ہے کہ وہ کیا پسند کرتا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ غصہ عام طور پر کب آتا ہے؟ اگر زندگی میں کوئی راستہ رک جائے' کوئی خیال رک جائے' کوئی توقع کچھ عرصہ کے لئے ٹل جائے' یا کوئی اچانک ناگہانی بات آ جائے۔ یہ ساری باتیں زندگی کے اندر لکھ دی گئی ہیں۔ اکثر اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ سکیمیں فیل ہو جائیں اور کبھی توقع پوری نہ ہو اور دوسرے آدمی پر آپ کی مرضی نہ چلے جس کو آپ نے بھیڑ بنا کے رکھا ہوا

ہے، عین ممکن ہے وہ شیر کی زبان بول پڑے۔ ایک مرتبہ ایک شیر کا بچہ آ رہا تھا۔ ایک بڑے شیر نے دیکھا کہ ایک شیر کا بچہ بھیڑوں میں چل رہا ہے، اس نے کہا یہ تو شیر کا بچہ ہے یہ یہاں کیسے۔ یہ "مَیں مَیں" کیوں کرتا ہے۔ شیر نے اس بچے کو پکڑا اور ایک ندی کے پاس لے آیا اور کہا نیچے دیکھو۔ پھر پوچھا کیا ہم دونوں ایک جیسے ہیں۔ اس بچے نے کہا ہم ہیں تو ایک جیسے۔ پھر شیر نے بھیڑ کو پکڑا اور کھا گیا۔ اس طرح اس بچے میں بھی شیر والی خصوصیت پیدا ہو گئی۔ تو اگر کوئی یہ بتانے والا ہو کہ Greatness کیا ہوتی ہے؟ تو پھر Greatness آ جاتی ہے۔ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

ایسا شاہین جو گدھوں میں پلتا رہا، اسے کیا پتہ کہ شاہبازی کیا چیز ہے۔ اصل میں بعض اوقات Greatness اس لئے نہیں آتی کہ جہاں کچھ کرنا ہوتا ہے وہاں ہم غصہ کر لیتے ہیں۔ غصہ اس لئے ناپسند کیا گیا کہ یہ تمہیں جلا دیتا ہے۔ غصے میں انسان کو صحیح نظر نہیں آئے گا اور آپ کی آنکھوں پر غفلت کی چادر آ جائے گی۔ غصے میں انسان کی بے شمار باتیں اور خاصیتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ اس بارے میں دنیا میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں اور غصے کے نتیجے میں بڑی بڑی Tragedies نے جنم لیا ہے۔ غصہ کرنے والے کو بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس نے غلط کیا اور ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ Jealous اور حاسد آدمی غصہ کرا دیتا ہے اور وسوسہ ڈال دیتا ہے۔ ایسا آدمی میاں بیوی کے درمیان غصہ پیدا کر دیتا ہے۔ غصہ کبھی نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو درست کر

لیں۔ اس طرح غصہ رک جائے گا۔ غصہ روکنے کا ایک اور آسان طریقہ یہ ہے کہ جس پر غصہ آ جائے اس پہ کچھ غصہ کر لو لیکن ساتھ ہی اسے کچھ دے دیا کرو۔ اگر آپ غصے میں آنے والے خیال کی Dictation کے مطابق عمل نہ کریں تو پھر غصہ نہیں آئے گا۔ جب آپ غصے کو دعوتِ عمل دیں گے تو غصہ بار بار آتا رہے گا۔ غصہ نہ کرنے والے کو کبھی غصہ نہیں آتا۔ اگر کسی نے گالی بھی دے دی تو اس شخص کو غصہ نہیں آئے گا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ یہ اس آدمی کا عمل ہے اور میرا عمل تو نہیں ہے اور اس کی وجہ سے تو میری Insult نہیں ہوتی۔ No man can ever be insulted by the action of others یعنی دوسروں کے عمل سے تمہاری تذلیل نہیں ہوتی۔ ایسا شخص غصہ دلانے والے کے لئے بھی دعا کرتا ہے۔ تو جس پر غصہ آیا آپ اس پر رحم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کا Title یہ بتایا ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمینؐ ہیں۔ یہ گناہ ثواب جو ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ نے بعد میں بتائے ہیں۔ توحید میں کیا ہوتا ہے؟ رب العالمین۔ اور رسالت میں کیا ہوتا ہے؟ رحمت اللعالمینؐ۔ یعنی کافروں کے لئے بھی رحم، شر کے لئے رحم، کائنات کے ہر انسان کے لئے رحم، بلکہ ہر شے کے لئے رحم۔ اللہ ہر شے کو پالنے والا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ لوگ تو مجھے مانتے نہیں ہیں، ماننے کی بات تو بعد میں دیکھی جائے گی، پہلے روٹی تو دو اس کو۔ یہ تو آپ کے بالکل مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رب کہتے ہیں اور وہ رازق ہے، تو جو رزق بند کرے وہ رب نہیں ہو سکتا۔ رب ہے تو رزق دینے والا ہو گا۔ اس لئے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اللہ کسی کا رزق بند

کر دے۔ حضور پاکؐ سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ رحم نہیں کریں گے۔ آپؐ ضرور رحم کریں گے اور ہر ایک پر رحم کریں گے۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو کیونکہ آپؐ رحمتہ اللعالمینؐ ہیں۔ مسلمان شاید دوسرے پر رحم نہ کرےؒ اس لئے وہ غصہ کرتا ہے۔ دین کا سطحی علم رکھنے والے غصہ زیادہ کرتے ہیں۔ اگر دین کی گہرائی کا علم ہو تو پھر غصہ نہیں آتا۔ دین کا مکمل علم ہونا چاہیئے اور گہرائی کے ساتھ علم ہو تو پھر غصہ نہیں آئے گا۔ آپ کو جب کبھی غصہ آ جائے تو پانی پیو اور لیٹ جاؤ اور Rest کرو۔ اگر غصہ آ جائے تو درود شریف پڑھو۔ غصہ آ جائے تو زمین پر ہاتھ لگا کر کانوں پہ لگا لو جیسے مسح کرتے ہیں اور خدا کو یاد کرو۔ ایک بادشاہ سلامت شکار کو گئے ہوئے تھے۔ پیچھے سے کنیز بادشاہ کے بستر پر آرام سے لیٹ گئی۔ بادشاہ واپس آیا تو کنیز کو بستر پر لیٹا دیکھ کر بڑے غصے میں آ گیا اور غصے میں اس نے کنیز کو مارنا شروع کر دیا۔ کنیز پہلے تو بہت روئی' پھر ہنسنے لگ گئی۔ بادشاہ نے پوچھا''تو روئی کیوں؟" اس نے کہا''مار بڑی پڑی"۔ ''اب ہنستی کیوں ہیں؟" "میں یہ سوچ رہی ہوں ظلِ سبحانی کہ میں تو کچھ دیر اس بستر پر سوئی ہوں تو مجھے مار پڑی ہے' آپ تو روزانہ سوتے ہیں' آپ کو کتنی مار پڑے گی"۔ یعنی اس کنیز نے پیغام دیا کہ اس بستر پر سونے کی سزا مجھے تو یہیں مل گئی مگر تجھے پتہ نہیں کہاں جا کے ملتی ہے۔ تو آپ غصے سے بہت پرہیز کرو کیونکہ یہ انسان کو بہت ہی زیادہ خراب کر دیتا ہے' سوچنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اور اپنا بیگانہ نظر نہیں آتا۔ حاسد لوگ غصے والے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سوال :۔

ذات باری تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے اور حاضرو ناظر ہے' تو پھر وحی کی دو قسمیں کیوں ہیں۔ یعنی ایک تو حضرت جرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے ہے اور اللہ خود بھی رابطہ فرما لیتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ پیغمبر بھی تو ہماری طرح انسان ہوتے ہیں پھر ان کو یہ مرتبہ کیسے ملتا ہے؟

جواب :۔

ذات باری تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے مگر ایک بات پہ غور کرنا چاہئے کہ سورج تو ہر جگہ موجود ہے مگر ہر روشن جگہ کو سورج نہیں کہتے۔ ذات باری تعالیٰ کا جلوہ تو ہر جگہ موجود ہے مگر وہ اللہ جو مکین ہے اس کے لئے ایک مکان ہے۔ وہ ایک ذات ہے اور باقی سب صفات ہیں اور اس ذات کے جلوے ہیں اور اس کا اظہار ہے۔ اللہ ایک جگہ مقید نہیں جیسے بیت اللہ' ہے تو وہ اللہ کا گھر مگر اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ عرش کا مقام اور ہے' لامکان اور ہے۔ حالانکہ ہر شے ہر جگہ موجود ہے لیکن ہر شے اس طرح ہر جگہ نہیں ہے۔ جرائیلؑ کا مقام اور ہے' وحی کا مقام اور ہے' اور قرب کا مقام اور ہے۔ جس کی آپ عبادت کرتے ہیں یہ اور ہے۔ جب آپ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو جو باہر ہے وہ کون ہے؟ وہ بھی اللہ ہے۔ اور جو اندر ہے وہ بھی اللہ ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کئی بڑے فقراء اس میں سے گزر گئے اور پھر کہتے ہیں کہ میں کس طرح بات کروں کیونکہ جب کبھی میں مستی میں مقامِ ہوش

سے نکل جاتا ہوں تو "اپنے سجدے کا حرم کو حکم فرماتا ہوں میں"۔ یعنی میں حرم کو سجدہ کروں اور حرم مجھے سجدہ کرے۔ یہ بظاہر ایک ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے وحی جبرائیل امینؑ کے ذریعے بھیجی ہے۔ ورنہ جبرائیل امینؑ کی کیا ضرورت تھی۔ عقل والوں نے کہا کہ خیال کا نام جبرائیلؑ ہے اور موت کا نام عزرائیلؑ ہیں۔ اسی طرح میکائیلؑ بارش برسانے والا اور پیسہ دینے والا ہوتا ہے۔ بادلوں کا نام ہی تو میکائیلؑ ہوتا ہے۔ یہ "رعد" اور "برق" فرشتے ہی تو ہوتے ہیں۔ باقی جو فرشتے ہیں وہ رکوع میں اور سجود میں ہیں۔ خود فرشتے جھکے ہوئے حالتِ رکوع میں ہیں اور جن کا سر نیچے زمین پہ لگا ہوا ہے وہ حالتِ سجود میں ہیں اور جو کھڑے ہوئے ہیں جیسے درخت ہیں تو وہ حالت قیام میں ہیں۔ یہ فرشتے ہیں جو عبادت گزار اور تابع دار ہیں۔ اور ایسے بھی فرشتے ہیں جو صرف تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ اسی طرح جنّات ہیں جو طاقت کا نام ہے۔ بجلی کی طاقت بھی جن ہے' تیز ہوا بھی جن ہے اور تیزی سے رواں پانی کو بھی جن کہتے ہیں۔ غصہ کیا ہے؟ یہ بھی ایک جن ہے جس کی طبیعت گرم ہے اس کو جن کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے اس کو بھی سمجھنے کی کوشش نہ کرو۔ ماننے کی کوشش کرو۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جبرائیلؑ ایک خیال کا نام ہے تو پھر کل کو وہ پیغمبر بننے کی کوشش کرے گا۔ بس وہ شخص یہاں مار کھا جائے گا۔ پیغمبر تو پیغمبر ہے' چاہے اس کے پاس جبرائیلؑ آئے تب پیغمبر اور نہ آئے تب بھی پیغمبر ہے۔ یہ نہ ہو کہ کبھی آپ یہ کہہ دو کہ فلاں شخص کا خیال بھی تو پیغمبر جیسا خیال ہے۔ اس طرح تو وہ گمراہ ہو گیا۔ اس لئے یہ ضروری بات ہے کہ علم صرف اطاعت کے ساتھ ملتا

ہے۔ اگر علم بظاہر نظر آتا ہو اور اطاعت نہ ہو تو وہ گمراہ ہو جائے گا۔ جو علم مطیع نہیں ہے' وہ گمراہی ہے۔ ایک بات یاد رکھو کہ اس آدمی کے علم کو قبول نہ کرنا جس کی آخرت آپ کو قبول نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی کہے کہ لارڈ برٹرینڈ رسل نے یہ بات کی ہے تو اگر اس کی عاقبت آپ کو پسند نہیں ہے تو اس کی بات وصول نہ کرنا۔ بس یہ بات یاد رکھو۔ اس لئے آپ کو وہ علم چاہیئے جو آپ کے اکابرین کا علم ہے۔ باقی علم کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے کیونکہ باقی سب جھوٹ ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں انگریز نے اسلام پر فلم بنائی ہے اور فلم سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے تو ایسا نہیں بلکہ ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ آپ اگر ایمان کو فلم میں دیکھنا چاہو گے تو یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ایمان صرف عقیدے میں ہے۔ اس لئے اس بات سے ڈرا کرو اور بچا کرو۔ پیغمبر اگرچہ عام انسان کی طرح ہوتے ہیں لیکن جب اللہ کی طرف سے وہ پیغمبر بن گئے اور اللہ کا نام بلند کرتے ہیں تو وہ عام انسان نہیں رہتے۔ اس لئے بہت ہی احتیاط کیا کرو۔ ان کا مرتبہ دیکھ لو اور اطاعت کرتے جاؤ۔ اگر آپ پیغمبر کے عمل کی Copy کرنے لگ جاؤ کہ ہم ان کی طرح کا عمل کر لیں لیکن پھر آپ کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی کہ ان کے پاس مرتبہ کہاں سے آ گیا اور وہ پیغمبر کیسے بن گئے۔ زیادہ اطاعت کرنے والے اور اطاعت پر فخر کرنے والے اور ان جیسا ہونے کی کوشش کرنے والے اکثر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس فرق کا خیال رکھنا چاہئے کہ میں بالکل ویسا انسان ہوں لیکن میں کبھی ویسا نہیں ہو سکتا۔ تو یہ جو فرمان ہے انا بشر مثلکم تو وہ ہیں تو "مثلکم" لیکن اس طرح "مثلکم" نہیں ہیں۔ اتنی بھی آسان

بات نہیں ہے کہ وہ ہمارے جیسے انسان ہیں۔ آپ خود دیکھو کہ انؐ کا نام ہے اور آپ لوگوں کا کلمہ ہے۔ یعنی انؐ کا نام ہے اور آپ کا دین ہے' تو وہ ہمارے جیسے کیسے ہو گئے؟ یہ جو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے جیسا ہوں تو وہ اور بات ہے۔ آپ کبھی یہ نہ کہنا کہ وہ ہمارے جیسے ہیں۔ یہ بھی نہ کہنا کہ پیغمبر ہمارے جیسے ہیں۔ یہ دراصل انہوں نے تب کہا جب لوگوں نے کہا کہ پھر آپؐ ہی اللہ ہو۔ پھر انہوںؐ نے فرمایا کہ انا بشر مثلکم یعنی میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ یہ اللہ نے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں ورنہ یہ آپ کو اللہ ہی کہنے لگ جائیں گے۔ اگر تم کہو گے کہ وہ ہماری طرح کے انسان ہیں تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ یہ بڑا باریک نقطہ ہے اور خیال کرنے والا مقام ہے۔ اگر ہمارا باپ کہہ دے کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں تو یہ بات ہم مان لیتے ہیں۔ لیکن ہمارا تو باپ ہے اور اس کا ایک مقام ہے اور ادب ہے۔ تو اطاعت گزاروں کے لئے وہ مقام اور ہے۔ تو آپ یہ واضح طور پر سوچ لو کہ ان کے کہنے کا مفہوم کیا تھا۔ اور آج آپ کے کہنے کا مفہوم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ ہر جگہ ہے۔ ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ لیکن جو اللہ ہے' وہ اللہ ہی ہے۔ بس یہ یاد رکھنا۔

سوال :۔

کیا پیغمبروں کے مقامات میں کوئی فرق ہے؟

جواب :۔

ایسا نہیں ہے کہ ان کے نمبر لگے ہوئے ہیں۔ لائن ایک ہی چلی آ

رہی ہے۔ کسی نے اُتنا کام کرنا تھا' کسی نے کچھ اور کام کر دیا۔ یہ پیغمبروں کی صفات کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کا ذکر ہے۔ ہم عنایات کی بات کرتے ہیں۔ یہ نہ کہنا کہ موسیٰؑ کو جوتیاں اتارنی پڑ گئی ہیں۔ پیغمبروں میں کبھی فرق نہیں نکالنا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ یعنی "ہم ان رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے"۔ خبردار! پیغمبروں میں کوئی فرق نہ نکالو۔ ان کے مرتبے اللہ کے ہاں ہیں۔

سوال :۔

سر! عرض یہ ہے کہ ہماری تو عقیدت حضور پاک ﷺ سے ہے اور جو دوسرے انبیاء علیہم السلام ہیں' یہ محبت اور عقیدت ان سے تو نہیں ہو سکتی۔

جواب :۔

عقیدت ٹھیک ہے لیکن آپ مقابلہ کیوں کرتے ہیں۔ مقابلے سے پریشانی ہو جائے گی۔ جو دوسرے پیغمبر ہیں آپ کو ان کی اطاعت کا حکم نہیں ملا۔ دوسرے پیغمبروں کی اطاعت کا حکم مل نہیں سکتا کیونکہ آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں۔ اس لئے حکم کیسے مل سکتا ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ باقی پیغمبروں کو ماننا ہے تو بس آپ نے مان لیا۔ لیکن مرتبے کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ اگر کسی کو کسی پیغمبر کا مرتبہ معلوم ہو تو مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایات ہیں کہ کوئی پیغمبر بن گیا۔ اب ایک عنایت کا دوسری عنایت سے مقابلہ کرنے کا کیا مطلب؟ یہ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں مقام کچھ اور ہے۔ تمام پیغمبر

آپ کے پیغمبر یعنی حضور پاک ﷺ کے مطیع ہیں۔ سب پیغمبروں کا کلمہ بھی " لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ " ہے۔ جب حضور پاک ﷺ کو معراج عطا ہوا تو وہاں موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضور پاک ﷺ سے کہا کہ حضور پاک ﷺ آپ کے جو اولیاءِ امت ہیں ان کا درجہ پرانے انبیاء کے برابر ہے، ہمیں بھی آنے والے زمانے کا کوئی ولی دکھائیں۔ آپ ﷺ نے امام غزالیؒ کو بلا لیا۔ موسیٰؑ نے امام غزالیؒ سے پوچھا " نام کیا ہے "؟ انہوں نے پورا شجرہ بتانا شروع کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ میں نے تم سے صرف تمہارا نام پوچھا تھا اور تم نے دادا کا نام بھی بتا دیا' سوال کا جواب لمبا نہیں دیتے۔ امام غزالیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے پوچھا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ اور آپؑ نے کہا تھا کہ یہ چھڑی ہے' اس سے درختوں کے پتے توڑتا ہوں اور بکریوں کو کھلاتا ہوں۔ حضور پاک ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی' آپ ﷺ نے اس کو غزالیؒ کی ٹانگ پر مار کر فرمایا کہ خیال کرو یہ پیغمبر ہیں۔ کہتے ہیں جب غزالیؒ پیدا ہوئے تو ان کی ٹانگ پر نشان تھا۔ یہ Recorded واقعہ ہے۔ تو پیغمبروں کا مکمل ادب کرنا چاہیئے۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے عیسائیوں کو جھوٹا ثابت کر دیا تو یہ تو بڑے حساب کتاب کی بات ہے اور بڑی احتیاط کی بات ہے' ہمارے لوگ اس طرح کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایک کا مقابلہ دوسرے سے کرتے ہیں۔ انہیں یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ ہر طرف شر پھیلا ہوا ہے' پہلے تم اس کو ٹھیک کرو۔ مگر یہ لوگ مقابلے اور مناظرے کر رہے ہیں۔ یہ ایسا کام کر رہے ہیں کہ دوسروں کو کافر ثابت کر دیں۔ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت

ہے۔ ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور دوسرا اسے کافر کہہ دیتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی اپنے آپ کو کافر کہتا ہے اور لوگ اسے مسلمان کہنے لگ جاتے ہیں۔ پتہ نہیں کیا کرتے رہتے ہیں۔ دین کو ایک شعبہ اور پیشہ بنا دیا گیا ہے۔ تبلیغ Practice بن گئی ہے اور سیاست بن گئی ہے۔ ہم نے خود دیکھا ہے۔ ایک بڑے جیّد عالم سے لوگ ملنے گئے کسی جگہ میلاد ہو رہا تھا اور لوگ انہیں بلانے کے لئے گئے۔ تو وہ فرمانے لگے کہ اتنے پیسے لوں گا۔ لوگوں نے کہا یہ تو بہت زیادہ ہیں تو انہوں نے کہا کہ پھر تم میرے بیٹے کو لے جاؤ۔ یہ Actual واقعہ ہے۔ یہ لوگ پیسے لیتے ہیں، ایئر ٹکٹ لیتے ہیں اور بڑے بڑے کھانے کھاتے ہیں اور پھر حکمرانوں کے حق میں فتوے بھی دے دیتے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ایوب خان کا زمانہ تھا جب دو عیدیں ہوئی تھیں۔ ایک دن لوگوں نے عید کی اور دوسرے دن گورنمنٹ نے، فتویٰ دینے والے سے کسی نے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ اس نے کہا عید کسے کہتے ہیں، عید تو خوشی ہوتی ہے اور اگر گورنمنٹ خوش ہے تو عید ہی عید ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ایک جگہ گئے تو وہاں دیکھا کہ مغرب کی اذان ہو گئی ہے مگر نماز نہیں ہو رہی۔ اس طرح نماز لیٹ ہو گئی۔ کسی کی مجال ہے جو نماز پڑھ سکے۔ ایسے کئی بار ہوا ہے کہ جماعت کھڑی ہونے والی ہے اور ٹیلی فون آ گیا کہ ابھی ٹھہرو، میں آ رہا ہوں۔ شاہی مسجد میں ایسا ہوا ہے، وہاں ظہر کی نماز تین بجے پڑھی گئی۔ آپ کبھی ایسے نہ ہونا، کبھی Ambitious نہ ہونا، کبھی مبالغہ نہ کرنا۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی حق چھپانے والوں میں نہ بنائے

اور جھوٹ بتانے والوں میں نہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے راستے پر چلاتا جائے۔ درمیانی راستہ مل جائے تو بہت اچھا ہے۔ سادہ زندگی گزر جائے تو بہتر ہے۔ نہ بہت حسرتیں ہوں اور نہ کوئی بوجھ ہو۔ نماز اللہ کی پڑھا کرو' اللہ کے لئے پڑھا کرو اور بندوں کی نہ پڑھا کرو۔ آپ سب لوگوں کے لئے خیریت کی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب پر اپنا فضل فرمائے۔ آمین۔

○

۱ کیا کسی کی فطرت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

۲ بعض لوگ فطرت اور خدا کو ہم معنی سمجھتے ہیں۔ کیا ان میں کوئی تفریق ہے یا نہیں؟

۳ کیا وجہ ہے کہ موت کا راز ہمیں سمجھ نہیں آتا؟

۴ رمضان شریف کے حوالے سے ہمارے لئے کیا جاننا ضروری ہے؟

۵ روزہ رکھنے کی فلاسفی کیا ہے؟

۶ انسانی فطرت میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں؟

۷ ہمیں اپنی تنہائی میں کس طرح رہنا چاہئے؟

سوال :۔ کیا کسی کی فطرت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

جواب :۔

ایک تو انسان کے اندر فطرت کا عمل ہے اور پھر اس فطرت میں شائستگی سکھائی جاتی ہے یعنی کہ سونا فطرت ہے اور سونے کے لئے بستر لگانا جو ہے یہ تہذیب ہے۔ کھانا فطرت ہے' آپ کی ضرورت ہے اور کھانے کو اچھے انداز سے پکانا' یہ فطرت کی ٹریننگ ہے۔ یہ تہذیب جو ہے اور یہ جو مہذب ہونا ہے یہی فطرت ہے۔ مثلاً" فطرت نے درخت بنائے ہیں تو آپ درختوں کو قطار میں لگا لیں۔ بیج کو ہم نے بویا تھا کہ پھول کھلیں گے' پھل لگیں گے' پھولوں کی ایک ترتیب بن جائے گی اور اس سے آگے سرخ پھول والا پودا ہو گا۔ آپ میں فطرت کی بات یہ ہے کہ روشوں کو درست کریں۔ جس طرح نماز پڑھنا فطرت ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے۔ آپ مسجد کو خوب صورت بناؤ اور نماز کے لئے صفیں باندھو۔ فطرت تو بنیادی ضرورت ہے اور اس کی اہمیت ہے۔ اب

اس سے آگے جو شائستگی ہے' وہ اصل میں ٹریننگ ہے۔ مثلاً" یہ ٹریننگ ہے کہ رمضان شریف کے آتے ہی یکم سے ہی زکوٰۃ دے دی جائے' غریبوں' رشتہ داروں' یتیموں' مسافروں اور مسکینوں کو زکوٰۃ دے دی جائے۔ پھر روزے رکھنا اور روزوں کے بعد عید منانا۔ عید کے لئے خود بھی لباس بنانا اور غریب کو بھی لباس دینا ضروری ہے۔ پھر فطرانہ ضروری ہے۔ اس طرح سارا کچھ بتا دیا گیا ہے اور یہ ٹریننگ ہے۔ فطرت کو یوں سمجھنا چاہئے۔ تو فطرت کیا ہے؟ کہ آج کے انسان کا پرانے انسانوں کے ساتھ. جو عمل مشترک ہے' وہ فطرت ہے۔ Throughout the country یعنی سارے ملک میں جو مشترک طور پر عمل ہو رہا ہے' اس کو فطرت بولتے ہیں۔ ہر چیز فطرت کے مطابق عمل کرے گی' اس کے علاوہ چارہ کوئی نہیں ہے۔ مثلاً" شیر گھاس نہیں کھائے گا بلکہ گوشت کھائے گا۔ اگر اس کے دانت گر جائیں گے تو شیر مر جائے گا۔ گوشت کے بغیر شیر زندہ نہیں رہتا۔ یہ اس کی فطرت ہے کہ شیر اگر بوڑھا ہو جائے تب بھی وہ گرجے گا ضرور! تو گرجنا' شیر کی فطرت ہے۔ اگر شاہین کو یہ ٹریننگ دی جائے کہ گوشت نہ کھایا کرو تو ایسا ہرگز نہیں ہو گا بلکہ وہ گوشت ہی کھائے گا۔ آپ ہزار بار کوشش کرو لیکن وہ گوشت ہی کھائے گا کیونکہ یہ تو شاہین کی فطرت ہے۔ تو فطرت تبدیل نہیں ہوتی بلکہ اس کے دائرے کے اندر اسے ٹریننگ یا کوشش سے نکھارا جا سکتا ہے۔

سوال :۔

حضور والا ! بعض لوگ فطرت اور خدا کو یا قدرت کو ہم معنی سمجھتے ہیں۔ کیا ان میں کوئی تفریق ہے یا نہیں؟

جواب:۔

فطرت ایک لفظ ہے یعنی Nature ۔ فطرت دو قسم کی ہوتی ہے'
ایک قسم انسان کے ارد گرد کی فطرت یعنی Nature outside the man
اور دوسری انسان کے اندر کی فطرت یعنی Nature in man ہے۔
Nature outside the man یعنی انسان کے ارد گرد کی فطرت یہ ہے
کہ درخت' پہاڑ اور دریا۔ پہاڑ سے دریا نکلے گا اور سمندر میں جائے گا'
درخت کی لکڑی پانی میں تیرے گی۔ یہ سب فطرت کے مظاہر یعنی
General manifestations ہیں اور فطرت نے ان چیزوں کی تخلیق
کی ہے۔ یہ تخلیق کا انداز جو ہے یہ سارا فطرت ہے۔ اسے Nature
کہتے ہیں اور ہر انسان کی اپنی ایک فطرت ہے۔ مقصد یہ کہ پرندہ بھی پیدا
ہوتا ہے اور انسان بھی پیدا ہوتا ہے' پرندہ بھی زندہ رہتا ہے اور انسان
بھی زندہ رہتا ہے' وہ بھی کھاتا ہے اور یہ بھی کھاتا ہے' وہ بھی مر جائے گا
اور یہ بھی مر جاتا ہے۔ لہٰذا سب برابر ہیں۔ پھر انسان اور پرندوں میں کیا
فرق ہے؟ اس کو سٹڈی کرنا چاہیئے کہ پرندے کی کیا نیچر ہے اور انسان کی
کیا نیچر ہے؟ مثلاً" پرندہ جو ہے وہ رشتے داری کو نہیں مانتا' وہ آشیانے کو
رشتہ مانتا ہے۔ پرندے کی ماں آشیانے کے اندر اس کو اپنا بچہ کہتی ہے
اور جو بچہ آشیانے سے گر پڑے یا اڑ کے علیحدہ ہو جائے' اس ماں کو اس
کی کوئی پرواہ نہیں۔ انسانی ماں اپنے بچے کی پرواہ کرے گی' ہر دم اس
کے خیال میں رہے گی' لیکن پرندوں میں یہ نہیں ہوتا۔ تو یہ فرق ہے
انسان اور پرندے میں۔ انسان کی یادداشت ہے اور پرندے کی یادداشت
کوئی نہیں ہوتی اور پرندے میں Compulsion کوئی نہیں ہوتی مثلاً"

پرندے کو اگر پانی پینے کی ضرورت محسوس ہو گی تو وہ دوبارہ جا کر اپنی پیاس بجھا لے گا۔ لیکن اس میں کوئی یادداشت نہیں ہے کہ کل اس نے کیا کیا تھا۔ یادداشت انسانوں میں ہوتی ہے۔ تو یہ ان دونوں میں فرق ہے۔ تو انسان کو ذاتی طور پر صفات ودیعت کی گئی ہیں یعنی انسان کی اپنی صفات ہیں اور باہر کی ساری دنیا میں تخلیق کا اور انداز کا جو جلوہ ہے' وہ سارا فطرت کا ہی ہے۔ تو انسان کی اندر کی صفت کو بھی فطرت کہتے ہیں اور اس کے گرد کی کائنات کو بھی فطرت کہتے ہیں۔ تو پتہ یہ چلا کہ فطرت کے دونوں معنی ہیں' لفظ ایک ہی ہے' مگر ایک فطرت Nature of man ہے اور دوسری فطرت Nature outside the man ہے۔

ایک آدمی میں اگر حسنِ اخلاق ہے تو لوگ کہیں گے کہ اس کی بڑی اچھی فطرت ہے اور کسی منظر کو دیکھنے والا کہتا ہے کہ واہ! فطرت کا کیا جلوہ ہے کہ بادل آ رہا ہے اور گھنگھور گھٹا چھا رہی ہے۔ یہ دونوں قسمیں فطرت ہیں اور ان دونوں کو بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے' ان کا خالق اللہ ہے اور ان کا فاطر اللہ ہے۔ فطرت کے خالق کو فاطر کہتے ہیں' یعنی فطرت کو پیدا کرنے والا' دریا کو بنانے والا اور اس زندگی کو موت دینے والا۔ تو ہمارے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ فاطر ہے جو فطرت کو پیدا کرنے والا ہے یعنی "فاطر السمٰوات والارض" تو فاطر وہ ہے جو فطرت کو پیدا کرنے والا ہے' انسان کی فطرت کو بھی پیدا کرنے والا ہے اور انسان کے باہر کی فطرت کو بھی پیدا کرنے والا ہے۔ تو یہ فرق ہے فطرت میں اور اللہ تعالیٰ میں۔ فطرت مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا خالق یعنی فطرت کو پیدا کرنے والا۔

سوال :۔

سر! موت بھی تو اللہ کی ایک تخلیق ہے' پھر کیا وجہ ہے کہ موت کا راز ہمیں سمجھ نہیں آتا۔

جواب :۔

یہ ٹھیک ہے کہ موت آتی ہے تو سب مرجاتے ہیں۔ موت کا سب سے خطرناک منظر کیا ہو گا؟ جب سب کی جان نکالنے والا عزرائیلؑ اکیلا رہ جائے گا تو پھر وہ اپنی جان نکالے گا' یہ اس کے لئے بڑا مشکل وقت ہو گا۔ That will be very tough time اور پھر کیا ہو گا؟ موت ہمیشہ کے لئے مرجائے گی' پھر کوئی موت نہیں ہو گی اور پھر سب کو زندہ کر دیا جائے گا۔ یہاں تو مرنے کے بعد آدمی کو رخصت کر دیا جاتا ہے' یہ ایک مختصر وقفہ ہے اور پھر سب کو جگا دیا جائے گا۔ And then we will wake up اور جب سب لوگ Eternally ہمیشہ کے لئے جگا دیے جائیں گے تو موت ہمیشہ کے لئے مرجائے گی۔ And death will forever die موت مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے۔ خلق الموت والحیوٰۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "زندگی اور موت کو ہم نے پیدا کیا"۔ یہ دیکھنے کے لئے پیدا کیا ہے کہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔ تو زندگی بھی مخلوق ہے اور موت بھی مخلوق ہے۔ پھر ایک دن آئے گا جب زندگی ختم ہو جائے گی اور موت بھی مرجائے گی۔ یہاں پر بھی Symbolically موت مرتی رہتی ہے' مثلاً" شہید کو موت نہیں آتی اور کئی لوگ جو اللہ کے بندے ہوتے ہیں وہ بظاہر مر کے بھی موت کو Avoid کر جاتے ہیں'

اور ہمیشہ کے لئے زندہ رہتے ہیں۔ اصل میں اس شخص کے لئے موت مرجاتی ہے جو لوگوں کے دلوں میں یاد رہتا ہے' اور دلوں میں زندہ رہتا ہے۔ بڑے لوگ اس طرح موت سے نجات پا جاتے ہیں۔ یہ موت نہیں ہے کہ سانس کا سلسلہ ختم ہو جائے' یہ موت نہیں ہے کہ آنکھیں دیکھنا بند کر دیں' یہ موت نہیں ہے کہ زبان کا ذائقہ ختم ہو جائے' یا انسان حرکت نہ کر سکے' یا چل پھر نہ سکے۔ اصل موت تو یہ ہے کہ جب یاد کرنے والے یاد کرنا چھوڑ دیں۔ تو یہ انسان کی موت ہے کہ جب زندہ رہنے والے بھول جائیں۔ تو جو لوگ ہمیشہ کے لئے لوگوں کے دلوں میں یاد بن کے رہتے ہیں' وہ زندہ ہیں۔ یاد رہ جانا ہی زندگی ہے اور بھول جانا موت ہے۔ ایک بار جب کبھی یہ کیفیت آپ پر وارد ہو تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ موت کیا ہے اور زندگی کیا ہے؟ باقی یہ بات یاد رکھنا کہ موت مخلوق کے سامنے مرجاتی ہے اور آخری موت جو ہے وہ موت کی ہوتی ہے۔ تو اس کائنات میں آخری موت جو ہے'وہ موت کی ہے۔ کیونکہ خالق نے ہمیشہ رہنا ہے اور مخلوق نے مرجانا ہے۔

سوال:۔

حضور میری یہ گزارش ہے کہ رمضان شریف کے حوالے سے ہمارے لئے جو کچھ جاننا ضروری ہے اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب:۔

رمضان شریف کے لئے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اگر آپ قرآن مجید پڑھ نہیں سکتے تو رمضان شریف میں ایک بار قرآن ضرور

سن لو۔ یہ ہر آدمی اپنے لئے فرض بنا لے۔ اس کے لئے آپ تراویح پڑھنے جاتے ہیں لیکن کسی وجہ سے اگر تراویح نہ پڑھی جا سکے تو گھر والوں کو کہہ دو کہ میرے لئے قرآن شریف پڑھو' یا قرآن مجید کا کیسٹ لگا دو۔ تو قرآن پڑھنا بھی فرض ہے' سمجھنا بھی' اور تو اور سننا بھی عین فرض ہے۔ جس نے توجہ سے اللہ کا کلام سنا' اللہ اس پر راضی ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا خوب صورت کلام ہے' لکھا ہوا ہے' پڑھا جاتا ہے اور یہ کلام تمہاری دنیا کی بہتری کے لئے بھی ہے اور عاقبت کے لئے بھی ہے۔ اس کلام کو ساری دنیا اچھا سمجھتی ہے اور اس کو مانتی ہے۔ وہ آدمی جو یہ کہے کہ "یا اللہ میں پڑھ نہیں سکتا' میں تو عجمی ہوں' عربی تو میں جانتا نہیں ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ تیرا کلام ہے' تو تیرے کلام کا میں ادب تو کر سکتا ہوں"۔ تو ایسا شخص قرآن پاک کو اٹھائے' ادب کرے' تعظیم کرے۔ اگر وہ یہ ادب کر گیا تو پھر اس کو بھی قرآن کی سمجھ آ جائے گی کیونکہ یہ کلام سچے خدا کا ہے اور آپ خدا کا کلام سمجھ کر اس کے قریب جاؤ' جتنا آپ قرآن پاک کے قریب جاؤ گے' یہ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو آپ پر کھولتا جائے گا۔ خالق موجود ہے تو خالق جب چاہے عطا کر دے اور بے حساب عطا کر دے۔ تو رمضان شریف میں کرنے والی پہلی بات یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو قرآن کریم کے قریب رکھو اور ایک بار ضرور پڑھ لو۔ جنہوں نے قرآن پاک پڑھا ہوا ہے وہ پڑھ لیں اور جنہوں نے نہیں پڑھا ہوا' وہ سن لیں۔ اس عمل کے اندر اس طرح بڑا فیض اور بڑی برکت ہو جائے گی۔ روزہ رکھتے ہوئے ایک بات ضرور یاد رکھو کہ جو روزہ نہ رکھ سکے' وہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا اہتمام کرے' روزے میں

بہت برکت ہے اور رمضان شریف میں روزہ رکھنا بہت برکت والی بات ہے۔ رمضان شریف میں پڑھنے کے لئے آپ سیرت النبیؐ پڑھو اور ضرور پڑھو۔ اس مہینے میں آپ کم گو ہو جاؤ' خاموش ہو جاؤ یا زیادہ نہ بولو اور باوضو رہنے کی کوشش کرو' صرف خاموش اور باوضو ہو کر آپ چل پڑو تو شہر میں سے کہیں سے کوئی آواز آ جائے گی اور تمہارا راز کھل جائے گا۔ ایسا بے شمار مرتبہ ہوا ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ "غیب سے آواز آ جاتی ہے"۔ تو بتانے والا کسی کی زبان سے آپ کو بات بتا دیتا ہے' اور اپنے حصے کے علم کا انتظار کرو۔ یہ ضرور کہیں سے مل جائے گا' یہ ضروری ہے کہ آپ انتظار کرو' توجہ کرو' اللہ آپ پر مہربانی کرے گا۔ رمضان شریف کی برکت سے کرم ہو جائے گا۔

سوال :۔

سر! روزہ رکھنے کی فلاسفی کیا ہے؟

جواب :۔

دیکھو' میری ایک نصیحت یاد رکھنا! کلمہ شریف' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ' جنہیں آپ فرائض کہتے ہو' اس کا فلسفہ کوئی نہیں ہے' بس یہ اللہ کا حکم ہے اور حکم میں فلسفہ ڈھونڈو گے تو حکم کمزور محسوس کرو گے۔ مثلاً" نماز میں بڑا فائدہ ہے کیونکہ انسان پاکیزہ رہتا ہے' اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نماز کے بغیر ہی پاکیزہ ہوں تو پھر آپ کیا کہو گے۔ پھر وہ کہے گا کہ نماز پڑھنے والے چوری کر گئے اور میں تو چوری نہیں کرتا۔ تو نماز کا فلسفہ کوئی نہیں ہے۔ بس نماز اللہ کا حکم ہے اور آپ اس کو Obey

کرو۔ آپ نے اللہ کو ماننا ہے تو اللہ کا حکم مانو۔ اللہ کو ماننے والا اور اللہ کا حکم نہ ماننے والا شیطان ہوتا ہے۔ شیطان نے کیا کیا تھا؟ وہ کہتا تھا کہ اللہ میاں آپ کو تو میں مانتا ہوں' رہا آپ کا حکم تو اس کے لئے معذرت ہے' آپ ہزار سجدے کرا لو' دو کروڑ سال اور عبادت کروا لو مگر آدم کو سجدہ نہیں کروں گا۔ یہ حکم نہیں مانوں گا۔ تو یہاں یہ شیطان ہوتا ہے۔ انسان کافر کب بنتا ہے؟ جب اللہ کو مانے اور اس کے حکم کو نہ مانے۔ اہلِ قریش کو یہ پہلا سبق بتایا گیا تھا جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حبشی غلام کو سرداری عطا فرمائی۔ وہ قوم بہت غیور تھی' کہنے لگی بلال رضی اللہ عنہ کس طرح ہمارا موذن ہو سکتا ہے کیونکہ وہ حبشہ کا رہنے والا ہے اور ہمارا غلام ہے۔ غلاموں میں سے ہی غلام کو سردار بنا دیا اور اسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرفرازی عطا فرما دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا بلال رضی اللہ عنہ جاؤ اور اذان دو۔ تو جاہل اہل عرب کا غرور وہاں ٹوٹ گیا۔ میں نے پہلے ہی آپ کو ایک بات یاد رکھنے والی بتائی تھی کہ جب کبھی فرائض کا پتہ چل جائے کہ یہ اللہ نے کہہ دیا ہے تو پھر افادیت یا فلسفہ نہ ڈھونڈنا۔ مثلاً" اللہ کا حکم ہے ڈھائی فی صد زکوٰۃ دے دو تو اس کا فلسفہ نہ ڈھونڈو بلکہ زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ جو فلسفہ ڈھونڈنے والے ہیں یہ باری تعالیٰ کے اس حکم کو کمزور کر دیتے ہیں جب کہ آپ کو یہ کہنا چاہئے کہ The best thing is that it is the order of Almighty یعنی سب سے بہتر بات یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس سے آگے کیا فلسفہ ہے؟ یہ اس نے کہا ہے جس اللہ نے مجھے بنایا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ تو نماز پڑھ' تو اب نماز کا اور فلسفہ کیا ہے' اس کا حکم ہے اور یہ بات کافی ہے۔ مثلاً" کوئی یہ

کہے کہ نماز کا فلسفہ یہ ہے کہ نماز جو ہے یہ سرور پیدا کرتی ہے۔ اگر نماز سرور نہ پیدا کرے تب بھی نماز فرض ہے۔ تو فرائض کے اندر Justification نہ ڈھونڈنا اور توجیہہ نہ ڈھونڈنا۔ ہم فرائض کو مقدم کہتے ہیں اور یہ مقام سمجھتے ہیں۔ فرائض کی Justification ہو یا نہ ہو' فرائض مقدم ادا کرنے چاہئیں۔ ہمیں توجیہہ سے کیا فرق پڑتا ہے۔ لہٰذا روزے کا فلسفہ یہی ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ یہ جو باقی لوگ بتاتے رہتے ہیں کہ روزے کا فلسفہ یہ ہے کہ غریب آدمی کا خیال کرو' بھوک کا خیال کرو' یہ خیال کرو کہ بغض کیا ہے اور نفس کیا ہے' تو یہ ایک خیال ہے لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ زندگی عطا فرمانے والے کا حکم ہے اور یہ کافی ہے۔ لہٰذا اللہ کا فرمان ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمه ومن کان مریضاً او علی سفر من ایام اخر اور جو روزہ نہ رکھ سکے وہ فدیۃ طعام مسکین یعنی کہ "جس کو رمضان نصیب ہو وہ اس میں روزے رکھے' اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اگلے مہینے میں روزے رکھ لے اور اگر روزے نہ رکھ سکے تو مسکینوں کو کھانا کھلائے"۔ ایک درویش وضو کر رہے تھے تو وہاں ایک بڑے کامل درویش آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ پہلے بزرگ نے کہا کہ میں وضو کر رہا ہوں۔ "کیوں وضو کر رہے ہو؟" "نماز پڑھنے کے لئے"۔ "کس کی نماز؟" اس نے کہا "اللہ کی"۔ "اللہ کدھر ہے؟" کہتا ہے ادھر ہی! پھر اس درویش نے کہا کہ میں آپ کے گاؤں میں پہلی دفعہ آیا ہوں' مجھے تو دکھاؤ کہ اللہ کدھر ہے۔ کہتا ہے میں نے تو اللہ نہیں دیکھا کہ اللہ کدھر ہے۔ درویش نے کہا پھر تو نے کس طرح اللہ کو مان لیا ہے؟ کہتا ہے ابا حضور نے کہا

تھا۔ درویش نے کہا اللہ کون ہے؟ کہتا ہے کہ اللہ خالق ہے ہر شے کا اور ہر چیز کا اسے علم ہے اور ہر چیز اس کے ماتحت ہے۔ درویش نے کہا کہ شیطان تو اس کے ماتحت نہیں ہے۔ کہتا ہے جی ہاں! کچھ باتیں ماتحت نہیں ہیں۔ اس طرح آنے والے درویش نے اس شخص کے دل میں بڑی بد دلی اور شک پیدا کر دیا۔ پھر درویش نے کہا کہ خدا نہیں ہے بلکہ یہ سب کاروبار خود بخود چل رہا ہے۔ آخر کار اس شخص نے اپنے شیخ کی طرف رجوع کیا' اور اس کی طرف پانی کا چھینٹا آیا اور ساتھ ہی یہ آواز آئی کہ اس کو یہ کہو کہ میں نے بغیر دلیل کے خدا کو مانا ہے۔ اس شخص نے کہا میں نے بغیر دلیل کے خدا کو مانا ہے۔ تو وہ درویش کہنے لگا تیرا شیخ کامل ہے' اس لئے آج بچ گئے ہو' میرا نام ابلیس ہے اور میں فلسفہ والے کو گمراہ کرتا رہا ہوں۔ تو مقصد یہ ہے کہ آپ بغیر دلیل کے خدا کو مانتے جاؤ اور نہ کوئی ثبوت مانگو اور نہ اس کی وضاحت مانگو۔ آپ یہ کہو کہ وہ اللہ ہے' طاقت والا ہے اور ہم تو اس کو مانتے ہیں' چاہے وہ چیزیں دے دے تب بھی ہمیں منظور ہے اور چیزیں لے لے تب بھی ہمیں منظور ہے' وہ چاہے ہنسائے' چاہے رُلائے' ہم ہر حال میں اس کو مانتے ہیں۔ ؎

میں نِر گُنیا گُن نہیں جانی
ایک دھنی کے ہاتھ بِکانی
چاہے ہنسائے' چاہے رلائے
چاہے وہ مجھے چِت سے بھلائے
راضی رہوں گی جی میں ٹھانی
میں نِر گُنیا گُن نہیں جانی

یعنی میرے پاس تو کوئی خوبی نہیں ہے اور میں ایک خوبی والے کے ہاتھ بک چکی ہوں' اب اس کی مرضی ہے مجھے ہنسائے یا رلائے' میں تو ہر حال میں راضی ہوں کیونکہ میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے۔

ایسا شخص ہر حال میں راضی رہتا ہے کیونکہ اب اس کا معاملہ اللہ سے ہے۔

رہنا ہے ہر حال میں راضی
خالق سنگ ہے جیون بازی

ہم نے خالق کے ساتھ یہ بازی لگائی ہے کہ ہم نے ہر حال میں راضی رہنا ہے۔ تو خالق کون ہے؟ کہتا ہے آپ کے شوق کا نام ہے۔ ثبوت کیا ہے؟ کہتا ہے ثبوت تو میں خود ہی ہوں' جب میں نہیں ہوں تو پھر ثبوت کیا ہے؟ تو جب آپ ہی نہ ہوں تو پھر ثبوت کون دے گا۔ سورج کا کوئی ثبوت نہیں ہے سوائے دیکھنے والے کی آنکھ کے۔ دیکھنے والے کی آنکھ نہ ہو تو سورج کا ثبوت ہی کوئی نہیں ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو اللہ کا ثبوت مانو اور اپنی پیشانی کو اللہ کا جلوہ مانو' بس یہی اس کا ثبوت ہے۔ آپ یہ کہو کہ روزے کا فلسفہ بس یہی کافی ہے کہ میں روزہ رکھتا ہوں۔ جس طرح عطر گلاب ہے' گلاب کا پھول ہے' آپ اس کو دیکھو اور لطف لو کیونکہ یہ جلوہ ہے' خوشبو ہے' رنگ ہے' بیوٹی ہے' زیبائش ہے اور پھولوں کا بادشاہ ہے۔ لیکن اگر حکیم صاحب سے کہیں کہ اس کی افادیت کیا ہے' وہ کہیں گے کہ اس سے گلقند بنا لو۔ تو اب گلقند بنانے سے گلاب تو وہ گلاب نہیں رہے گا بلکہ کچھ اور ہی کہانی بن جائے گی۔ اس لئے ہر کام کے اندر افادیت اور فلسفہ نہ ڈھونڈو۔ تو یہ کافی بات ہے کہ

آپ نے مان لیا کہ آپ اللہ کے ہو لوز اس گئے گزرے دور میں بھی آپ اللہ کی عبادت کرتے ہو' غریبی کے باوجود آپ کے پاس دولتِ خیال ہے اور یہ اس کی بڑی مہربانی ہے۔ غریب آدمی کے پاس اگر اللہ تعالیٰ کی یاد ہی نہ ہو اور غریبی بھی ہو تو وہ دوہرے عذاب میں پڑ جاتا ہے۔ وہ غریبی جو مایوسی کی طرف لے جائے' وہ عذاب ہے۔ فرمان ہے کہ کادالفقر ان یکون کفرا یعنی کہ "عین ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے"۔ تو اللہ تعالیٰ سے دور ہونے والی غریبی تمہیں کافر بنا دے گی اور ایک وہ غریبی ہے جو اللہ کی طرف جھکتی ہے۔ وہ غریبی تو وہ ہے جس کے بارے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غریب ہم میں سے ہیں۔ تو دعا کیا کرو کہ یا اللہ بایقین غریبی دے اور بایقین دولت دے یعنی کہ Gentle دولت دے' ایسی دولت جو مغرور نہ کرے اور میری دعا یہی ہے کہ یا اللہ ہمیں مغرور نہ کر اور ہمیں مایوس نہ ہونے دے' خدا آپ کو مایوسی سے بچائے اور خدا آپ کو غرور سے بچائے۔ یعنی کہ لوگ جو ہیں وہ آپ سے نہ ڈریں اور آپ سے پیار کریں۔ یاد رکھنا کہ لوگوں کو ڈرانا نہیں' دھمکیاں نہیں دینی ہیں' رعب نہیں ڈالنا کیونکہ رعب والا آدمی جو ہے وہ ہمیشہ پریشان ہی رہتا ہے۔ اپنی افادیت بناؤ' سورج روشنی ہے لیکن وہ کوئی رعب نہیں ڈالتا بلکہ سب سے بڑی روشنی دینے والا ہے' دن بھر روشنی دینے میں لگا ہوا ہے اور لوگ اس کی قدر کرتے ہیں۔

آپ اپنی فطرت کو اچھا بناؤ' جس طرح گلاب ہے کہ دوست ہو یا دشمن ہو' پاس سے گزر جائے تو خوشبو دیتا ہے اور بغیر کسی ترجیح کے سب کو خوشبو دیتا جاتا ہے۔ تو انسان جو ہے وہ انسانوں کی خدمت کرتا جائے اور

اللہ کا حکم مانا جائے۔ اس میں فلسفہ ڈھونڈنے والی کوئی بات نہیں ہے۔

سوال :۔

حضور والا! انسانی فطرت میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں؟

جواب :۔

انسانی فطرت میں پہلی بات یہ ہے کہ آپ تنہائی میں کیسے Behave کر رہے ہو' کیا عمل کرتے ہو۔ یعنی How you behave in your loneliness اور دوسری چیز یہ ہے کہ آپ سوسائٹی میں کیسے Behave کرتے ہیں یعنی لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

سوال :۔

سر! ہمیں اپنی تنہائی میں کیسے Behave کرنا چاہئے؟

جواب :۔

آپ یہ دیکھو کہ آپ اس صورت میں کیا عمل کرتے ہیں' لوگوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ آپ اپنے گناہ پر کبھی گواہ نہ بناؤ۔ اگر کسی جگہ جنگل میں کوئی چیز پڑی ہوئی ہے اور وہ چیز آپ کی اپنی نہیں ہے تو ہزار بار پڑی رہے' آپ اس چیز سے آگے نکل جاؤ۔ ایسا شخص نیک ہوتا ہے۔ اس کی تنہائی نیک ہوتی ہے۔ وہ آدمی جو تنہائی کا مومن ہے' وہی اصل مومن ہے۔ مومن کی تعریف میں نے آپ کو بتا دی ہے کہ جو لوگوں کے لئے نقصان دہ نہ ہو۔ تو پہلا کرنے والا کام یہ ہے کہ تیرے ہاتھ سے کسی کو نقصان نہ پہنچے اور ولی وہ شخص ہے جس کے ہاتھ سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ یعنی پہلے تو آپ بے ضرر ہو جاؤ اور پھر لوگوں کے

لئے منفعت بخش ہو جاؤ۔ تنہائی میں آپ کے دل سے کسی کے حق میں بد دعا نہ نکلے۔ ایسی تنہائی اچھی ہوتی ہے اور اس کو لوگوں نے بیان کیا ہے کہ سب سے اچھا وہ ہے کہ جس کا عیش کا زمانہ ہو اور وہ خوف خدا پر قائم رہے۔ یعنی پیسے کا دور ہو' فراوانی ہو لیکن خوف خدا ہو اور مغرور نہ ہو' یا تنگی کا زمانہ آ جائے تو پھر بھی ایسا انسان Mind نہ کرے' اچھے دنوں کی امید میں سفر کرتا جائے' خدا پر اعتبار کرے اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اب آپ دعا کرو یا رب العالمین! رحم فرما' اپنا فضل فرما دے' یا اللہ تکلیفوں سے آزاد کر دے۔ یا اللہ احتیاج سے آزاد کر دے' یا اللہ غریبی سے بچا۔ یا اللہ اپنا خاص کرم فرما۔ یا اللہ معافی دے دے۔ یا اللہ اب اچھے زمانے آ جائیں۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○

۱ نیکی کے سفر میں جو نیکیاں از خود ہو جاتی ہیں' ان کے بارے میں بتا دیں۔ اس سفر میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

۲ شیطان کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۳ جس کی فطرت ہی بد ہے اس کا حساب کیا ہو گا؟

۴ کیا ایسے دعوے کی گنجائش ہے جو واقعات کے مطابق ہو؟

۵ اختلاف رائے بھی کسی چیز کا علم ہے یا یہ برائی کی کیفیت ہے؟

۶ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسماء کا جو علم دیا' براے مہربانی اس پر روشنی ڈالیں۔

سوال :۔

سر! سوال یہ ہے کہ نیکی کے سفر میں انسان سے جو Unconsciously نیکیاں ہوتی ہیں، ان کے بارے میں بتا دیں، اس سفر میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب :۔

آپ کے نوے فیصد عمل Unconsciousness کے ہیں۔ اس میں علم شامل ہی نہیں ہوتا۔ اگر ہاتھ سے کوئی چیز گر جائے تو آپ یک لخت اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں یا کوئی حادثہ ہو جائے تو انسان وہاں رک جاتا ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ کسی کا کوئی عزیز مر جائے تو دوسرا شخص افسوس کرتا ہے، یہ سب خود بخود فطری ہوتا رہتا ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ یا تو نیکی کی طرف یا پھر بدی کی طرف مائل ہو گا۔ تو آپ میں سے کچھ لوگ نیک ہوں گے اور کچھ لوگ بد ہوں گے۔ کچھ لوگ دین کو بیچ کر دنیا بنائیں گے اور کچھ لوگ دنیا کو بیچ کر دین بنائیں گے، اب یہ فطرتی بات ہے اور خود بخود ہی ہو جاتی ہے۔ آپ کو پتہ ہے

آپ گھر میں کئی قسم کا پکاتے ہیں اور اس کے کتنے ہی Taste ہوتے ہیں پھر جب مہمانوں کو بلاتے ہو تو کچھ لوگ ایک چیز کھائیں گے اور کچھ لوگ دوسری چیز کھائیں گے۔ تو ذائقے یا Taste پیدائشی طور پر سب الگ الگ ہیں، کسی شخص کو میٹھا پسند آتا ہے اور کسی کو نمکین۔ اسی طرح مزاج پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ نے الگ الگ پیدا کر دیئے ہیں۔ بد آدمی بدی کرے گا چاہے ظاہری طور پر نیکی کر رہا ہو۔ جس کے مزاج میں چوری ہے، اس کا ہاتھ غیر ارادی طور پر آپ کی جیب میں چلا جائے گا۔ یہ اس کی فطرت کے اندر ہے، مزاج کے اندر ہے اور اس کی Genes کے اندر ہے۔ تو نیک ہونا یا نیکی کرنا بھی قدرتی طور پر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ "ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ۔" "تم میں سے ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں۔" ایک بادشاہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے نجومی سے پوچھا کہ یہ بچہ کیسا ہو گا؟ نجومی نے کہا کہ یا یہ بڑا بادشاہ بنے گا یا پھر دنیا چھوڑ دے گا۔ وہ بچہ کیونکہ بادشاہ کا بیٹا تھا اس لئے اس نے بادشاہ ہی ہونا تھا۔ بڑا ہوا تو اس کی شادی ہوئی اور اس کے ہاں بھی بیٹا پیدا ہوا۔ ایک روز وہ سیر کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک جلوس جا رہا ہے۔ اس نے اپنے مصاحبوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ جنازہ جا رہا ہے، اس نے پھر پوچھا یہ جنازہ کدھر جا رہا ہے اور یہ جنازہ کیا ہوتا ہے؟ مصاحبوں نے کہا کہ جب بندہ مرجائے تو اس کو آخری منزل پر لے جاتے ہیں۔ پوچھنے لگا کہ یہ آخری منزل کدھر ہے اور پھر ہم کون سی منزل میں ہیں اور یہ بری بات ہے کہ ہم آخری منزل کو پہچانے بغیر ہی مرجائیں۔

پھر اس نے بیٹے کو چھوڑا' بیوی کو چھوڑا' بادشاہ کو چھوڑا' Kingdom کو چھوڑا اور وہ جنگلوں میں چلا گیا۔ اس شخص کا نام گوتم بدھ تھا۔ اب یہ اس کا مزاج تھا اور کسی نے اس کو ایسا کرنے کی ٹریننگ نہیں دی تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ گیا اور پھر وہ اپنی Training کے بعد واپس آیا۔ انسان کا Taste خدا داد ہے' یہ پسند کرنا اور یہ ناپسند کرنا' نیکی کرنا اور نیکی نہ کرنا' مہمان کی مہمان نوازی کرنا' یہ سب اللہ کی طرف سے اس کے مزاج میں ہوتا ہے۔ اچھے انسان کا مزاج یہ ہے کہ وہ قتل کر سکتا ہے لیکن نہیں کرتا۔ اس کو بولتے ہیں عقلِ سلیم' قلبِ سلیم' فطرتِ سلیم' نفسِ مطمئنہ۔ ایسے اچھے لوگ بھی ہیں اور کچھ لوگ ذرا ٹیڑھے سے ہوتے ہیں۔ ان کو ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایسا کرنا' ایسا نہ کرنا۔ ورنہ وہ آدمی جو قلبِ سلیم اور عقلِ سلیم رکھتا ہے یا نفسِ مطمئنہ رکھتا ہے اس کو ٹریننگ کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ تو جو انسان Consciously نیکی کا عمل کرتا ہے وہ Code کے حوالے سے کرتا ہے' شریعت کے حوالے سے کرتا ہے اور جو Unconsciously نیکی کر رہا ہے وہ اس کی اپنی فطرت ہے۔ فطرت کا ہونا بھی خوبی ہے' ضابطے پر چلنا بھی خوبی ہے' اس سے آپ کو ٹریننگ ملتی ہے اور وہ آپ کی فطرت میں ہوتی ہے۔ فطرت میں نیکی ہونا اس طرح ممکن ہوتا ہے کہ آپ کی ماں نیک ہو گی' دادا نیک ہو گا' نانا نیک ہو گا' آپ کے گھر کا ماحول ٹھیک ہو گا یا پھر بچپن میں سنا ہو گا کہ نیکی یہ ہوتی ہے اور نیک اس طرح کے ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ باتیں آپ کی فطرت میں داخل ہو جاتی ہیں۔ جس طرح ماں اور بیٹے نے کتاب نہ بھی پڑھی ہو تو بھی فطری طور پر ان کو آپس میں محبت ہو گی

اور اب یہ محبت کیا ہے؟ یہ فطری ہے۔ حالانکہ ان میں سے کسی کی ٹریننگ نہیں ہوئی۔ اس کو بولتے ہیں بغیر Effort کے! Effort کے ساتھ کام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ساری چیزیں خود Allocate کرنا اور ایک آدمی اپنا حق مانگ سکتا ہے لیکن نہیں مانگتا بلکہ اپنی چیزیں بھی دے دیتا ہے تو یہ خدا داد ہے۔ اسی طرح نیکی بھی خدا داد ہوتی ہے۔ نیک لوگ بھی خداداد ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں۔ ان کو نیکی نہ سکھائیں تب بھی وہ نیک ہوتے ہیں۔ پیغمبر اپنی بعثت سے قبل بھی پیغمبرانہ عمل کرتے ہیں۔ پیغمبر نامزد ہونے کی ایک تاریخ ہوتی ہے جب وہ رسول' نبی اور پیغمبر بنتے ہیں۔ اس دن پیغمبر Appoint ہو جاتے ہیں۔ اللہ اس دن سے انہیں اتھارٹی دیتا ہے کہ آج سے آپ پیغمبر ہیں اور اس دن کے بعد وہ جو عمل کرتے ہیں' اس سے پہلے بھی ان کا عمل وہی تھا' وہ ہمیشہ سے سچ بولتے تھے' پیغمبری سے پہلے بھی انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا کیونکہ یہ ان کی فطرت تھی۔ تو کچھ لوگوں کی فطرت شریعت کے عین مطابق ہوتی ہے اور یہ شریعت میں داخل ہونے سے پہلے بھی شریعت کے مطابق ہوتی ہے۔ پیغمبری نازل ہونے سے پہلے بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی قرآن پاک کے مطابق تھی۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ ودیعت ہے! یہ فطرتِ سلیم ہے۔ ہم لوگ اسلام میں آ کر مسلمانوں کے عمل کی کوشش کرتے ہیں۔ اب مثلاً" اللہ کا حکم ہے کہ زکوٰۃ دو مگر کچھ لوگ ہیں جو زکوٰۃ سے پہلے ہی اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے۔ وہ اپنا مال غریبوں میں بانٹ دیتے ہیں' یہ ہے فطرت! تو فطرت کو نیک کرنے کی ٹریننگ ہی کوئی نہیں ہے۔ فطرت عام طور پر Mobilise نہیں ہوتی'

Mould نہیں ہوتی' بس تھوڑی سی Curtail ہو جاتی ہے یعنی تھوڑا سا بنا سنوار کے فطرت کو Alter کردیتے ہیں ورنہ عام آدمی کو آپ خبردار کرتے ہیں کہ برداشت، کرنا میرا مزاج ہے لیکن تھوڑا سا خیال کر' کیونکہ تیری آزادی وہاں ختم ہو جائے گی جہاں سے میری آزادی شروع ہو گی۔ اب یہ اس شخص کی ٹریننگ ہوتی ہے ورنہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک مزاج میں پیدا کیا ہے۔ کہتے ہیں ایک ملک آزاد تھا اور اس میں سڑک کے درمیان میں ایک بوڑھی عورت چل رہی تھی تو اس سے کسی نے کہا کہ آپ راستے کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ اس نے جواب دیا کہ ہم آزاد ہیں۔ اس نے کہا آپ کو سڑک کے درمیان میں چلنے کی آزادی ہے تو پھر سڑک پر گاڑی چلانے والے کو بھی آپ کو کچلنے کی آزادی ہے! تو بات اتنی ساری ہے اور یہ ٹریننگ کی بات ہے۔ ٹریننگ میں تب غلطیاں آ جاتی ہیں جب تک کہ اوپر سے کوئی ضابطہ نہ ہو۔ فطرت کے اندر یہ بات نہیں ہوتی ہے۔ دیہات کے اندر رہنے والے' پہاڑوں پر رہنے والے' ان پڑھ علاقے میں رہنے والے اور جزیرے میں رہنے والے ضابطہ اخلاق کے بغیر ضابطہ بنائے ہوئے ہیں' ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ ان کی فطرت ہے۔ انسان جو ہے اگر انسان کے کام آئے تو یہ فطرت ہے۔ انسان' انسان کے ضرور کام آئے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس گیا کہ بھائی ذرا حالات خراب ہیں' پیسے نہیں ہیں' دوائی لے دیں۔ اس نے کہا کہ پہلے آپ مجھے تیسرا کلمہ سناؤ۔ اس نے جواب دیا کلمہ تو یاد نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ Get Out' دوائی نہیں ملے گی۔ اب یہ آپ کو ٹریننگ دی گئی ہے کہ آپ نے کسی ایسے شخص کی مدد نہیں کرنی جب

تک کہ وہ آپ کے دین پر نہ آ جائے۔ اور اگر ایک آدمی فطری طور پر نیک ہے تو وہ کہتا ہے کہ کلمہ آپ گھر جا کر پڑھ لینا لیکن اب دوائی تو لے جاؤ۔ یہ نوٹ کرنا چاہئے کہ فطرت کیسی ہے اور کیا فطرت کا آپ کے ساتھ تعاون ہے؟ آپ کی نیکی Consciously ہے تو پھر آپ کا فطرت کے ساتھ تعاون ہے۔ تو آپ اس کے تعاون کا شکریہ ادا کرو اور اپنا تعاون پیش کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر مہربانی کی ہے کہ آپ کو پیدائشی طور پر نیک بنا دیا ہے۔ اس بات پر اس کا شکر ادا کرو۔ اس کا کس طرح پتہ چلتا ہے؟ اس کی مثال اس طرح ہے کہ اللہ نے بِن مانگے کی بہشت میں آپ کو رکھا۔ اور اللہ نے خود یہ مہربانی کی۔ اور اب جو ہے آپ وہ بہشت تلاش کر رہے ہو۔ یہ نیکی، عقلِ سلیم یا نیک فطرت کیا ہے؟ وہ ایک عطا ہے۔ پہلی جنت جو ہے وہ آپ کو عطا تھی۔ جنت کی تلاش جو ہے یہ آپ کا Adventure ہے۔ اب اس جنت کو تلاش کرو۔اس چیز کو تلاش کرو جو کبھی آپ کے پاس Free تھی۔ اس طرح بے شمار باتیں آپ کے غور کرنے کے لئے آ جائیں گی۔ آپ کا سب سے بڑا پرابلم کیا ہے؟ کہ کاش وہ گزرا ہوا وقت واپس آ جائے اور چین کا زمانہ آ جائے، سکون کا زمانہ آ جائے There was a time ایک وقت ہوتا تھا جب بڑا سکون ہوتا تھا اگرچہ اس وقت اتنا مال بھی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب سکون نہیں، اگرچہ اس وقت مال بہت ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مال کے آنے سے سکون آ گیا ہو؟ یہ Try کرکے دیکھ لو، مال چھوڑ کے دیکھ لو تو شاید سکون مل جائے۔ جو کچھ ہوا اُس کو انہونا کر دو، پھر دیکھو تو شاید کچھ ہو جائے، جو غائب ہوا ہے شاید وہ ظاہر ہو جائے۔ آپ یہ

دیکھو کہ آپ کو بے سکون کس نے کیا؟ آپ کو آپ کی کثرت کی خواہش نے بے سکون کیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "تمہیں کثرتِ مال نے غافل کر دیا ہے حتیٰ کہ تم قبروں میں جاگرے"۔ اللہ والے آخری دم تک یہ بتاتے رہتے ہیں کہ دیکھو آگے قبر آنے والی ہے اور تم کیا کر رہے ہو؟ لوگ آگے سے جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے لئے کچھ نہیں کر رہے بلکہ بچوں کے لئے کر رہے ہیں۔ اور پھر ایک دن خود ہی غائب ہو جاتے ہیں۔ تو وہ نیکی جو اللہ کراتا ہے' وہ اس کا احسان ہے اور جو نیکی آپ کرتے ہیں وہ آپ کی فطرت ہے۔ ان دونوں میں یہ فرق ہے۔ اس لئے آپ یہ دیکھا کرو کہ آپ کے اندر فطرت کا کیا عمل ہے۔ کچھ انسانوں کی فطرت بد ہوتی ہے' وہ نیکی کر رہے ہوں تب بھی بد ہوتے ہیں۔ یزید بد ہے اس لئے اس کو منافق کہتے ہیں۔ منافق اگر عبادات میں قائم ہو جائے تب بھی وہ عبادت نہیں کرے گا۔ اذا جاءک المنافقون اگر وہ منافقون کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں تو اللہ کہتا ہے کہ میں تو جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ منافق جھوٹ بول رہے ہیں۔ تو گویا کہ منافق سچ بولے تب بھی جھوٹ ہے۔ اصل میں سچ بات یہ ہے۔ تو نیکی کیا ہے؟ جو Consciously سفر کرے۔ نیک کون ہے؟ جو Consciously نیکی کا سفر کرے' جو Consciously نیکی کرے۔ وہ عقلِ سلیم ہے' وہ فطرتِ سلیم ہے۔ اس کی فطرت بڑی نیک ہے۔ تو یہ فطرت کی عطا ہے' وہ جس کو چاہے دے دے۔ گائے کی فطرت اور ہے' بھینس کی فطرت اور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مزاج ہیں' ایک مرغ اصیل ہوتا ہے اور سانپ بڑا خطرناک ہوتا ہے'

لڑنے والی چیز اور ہے' کاٹنے والی چیز اور ہے' سانپ کی فطرت اور ہے' سانپ کاٹے گا' یہ سانپ کی فطرت ہے۔ کئی پیار کرنے والے جانور ہوتے ہیں۔ مثلاً" دنیا اِدھر اُدھر ہو جائے لیکن کتا آپ کے ساتھ چلے گا' Follow کرے گا' Like کرے گا' Master کو Master کہے گا' یہ ان چیزوں کی فطرت ہے۔ فطرت کے طور پر Study کرنا ایک بہت بڑا کام ہے۔ آپ چیزوں کی فطرت Study کرو۔ اپنا مزاج Study کرو' قدرت کی عطا Study کرو' اگر کسی میں یہ دیکھو کہ اس کی فطرت میں غلط بات ہے تو اس سے دور ہو جاؤ' اس کو By Pass کر دو۔ اللہ کا فرمان ہے کہ واذا خاطبھم الجاہلون قالوا سلاما جب کسی جاہل سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو سلام کر کے نکل جاؤ اور کہو کہ تم سچے ہو' ہم جھوٹے ہیں۔ تو آپ آگے نکل جاؤ اور اسے جانے دو۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ بھاگے جا رہے ہیں۔ اس آدمی نے دیکھا کہ ہیں تو حضرت عیسیٰؑ' ان کو کیا ایمرجنسی آ گئی ہے کہ بھاگے بھاگے جا رہے ہیں' اس آدمی نے تھوڑا سا آگے بڑھ کر حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا کہ آپ عیسیٰؑ ہی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وہی جو مردے زندہ کرتے ہو؟ ہاں وہی! جو پیغمبر ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں وہی! تو آپ کیوں بھاگتے جا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ تو بھی بھاگ' مصیبت آ رہی ہے۔ اس نے پوچھا کیسی مصیبت؟ آپ نے فرمایا کہ پیچھے احمق آ رہا ہے۔ احمق کی عقل سلیم نہیں ہوتی' اس لئے وہ احمق کا احمق ہی رہے گا۔ اس شخص نے کہا اس کے لئے بھی آپ دعا کریں تو آپ فرماتے ہیں جہالت اللہ کا عذاب ہے' اس کے لئے دعا نہیں ہو سکتی۔ فطرتِ سلیم ہو تو پھر دعا کرتے ہیں کہ یا

اللہ یہ نیک فطرت کا بندہ ہے' یہ کہاں گمراہی میں جارہا ہے' اسے ٹھیک فرمادے۔ لیکن حماقت اور جہالت جو ہے یہ بد فطرت ہے۔ تو جہاں کہیں بد فطرت آدمی مل جائے آپ اسے بائی پاس کر جاؤ' اس کے پاس سے گزر جاؤ' یہ نہ ہو کہ آپ کہیں کہ ہم تیری اصلاح کر کے چھوڑیں گے۔ ایسے انسان کو مت تبلیغ کرو جو احمق اور جاہل ہو' اس کو سلام بولو' کیا بولو؟ "قالوا سلاما" اس کو سلام کرو۔ بد فطرت کون ہوتا ہے؟ جس کو بندے پسند نہ آئیں اور جس کو بندوں کی خوشی پسند نہ ہو۔ احمق سے کسی نے پوچھا تم رو کیوں رہے ہو؟ تو وہ کہتا ہے تم ہنس کیوں رہے ہو' کہتا ہے ہم اس لئے ہنس رہے ہیں کہ ہمیں یہ ماحول پسند ہے۔ تو احمق کہتا ہے کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے تمہاری یہ ہنسی پسند نہیں آ رہی۔ تو بات یہ ہے کہ وہ اس لئے رو رہا ہے کہ تم ہنس کیوں رہے ہو' یہ اس کی فطرت ہے کہ لوگوں کو ہنستے نہیں دیکھ سکتا' تو جو آدمی لوگوں کو ناپسند کرے' جو آدمی لوگوں کی صرف خامیاں ہی دیکھے' جو آدمی اپنے آپ کو High man اور Tall man یعنی اونچا اور بلند سمجھے وہ احمق ہوتا ہے۔ جو بے وقوف خود کو اونچا ثابت کرنے والا ہو کہ میں ہی افلاطونِ وقت ہوں تو وہ کون ہے؟ جاہل ہے۔ جب کوئی آدمی اپنے آپ کو فوقیت والا سمجھے اور اپنے آپ کو سپر انسان سمجھے' بلند ترین انسان سمجھے' وہ آدمی جاہل ہے' اور آپ اس کو بائی پاس کر دو۔ یہ احمق ہے جو خوش فہمی میں مبتلاء ہے اور اپنے آپ کو Superior سمجھ رہا ہے۔

سوال :۔

شیطان کے بارے میں بہت ذکر ہوتا ہے مگر آپ وضاحت فرمادیں

کہ شیطان اصل میں ہے کیا؟

جواب :-

شیطان نے اللہ تعالیٰ سے بہت ساری باتیں کی تھیں لیکن ایک بات جو ہے وہ سب سے بڑی شیطانی بات تھی وہ یہ کہ انا خیر منکم کہ "میں اس سے بہتر ہوں"۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور وجہ یہ بتائی کہ اے اللہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا"۔ انا خیر منکم۔"انا" کے معنیٰ "میں" اور "خیر" کے معنی ہیں" بہتر" یعنی میں اس سے بہتر ہوں۔ تو شیطان کون ہے؟ جو یہ کہے کہ انا خیر منکم یعنی میں اس سے بہتر ہوں' تو جو یہ کہے گا وہ شیطان ہے اور شیطان کی اولاد ہے۔ اس بات سے بچو کیونکہ یہ غرور ہے۔ خود کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھو بلکہ دوسروں کی خدمت کرو۔ تو سب سے بہتر کون ہے؟ جو دنیا میں سب کی خدمت کرتا ہے وہ سب سے بہتر ہے۔

God is great خدا اس لئے عظیم ہے کیونکہ وہ سب کو کھلاتا ہے۔

Because he serves all خدا نہ ماننے والوں کو بھی کھانا فراہم کرتا ہے تو

Greatness کیا ہے؟ Service کرنا یعنی خدمت کرنا' حتیٰ کہ اپنے دشمن کی بھی خدمت کرنا۔ اگر کبھی گھر میں دشمن آ جائے تو کم از کم اس سے احمقوں والی بات نہ کرنا۔ اسے چڑیا سمجھ کر باز والا جھپٹا نہ لگانا۔ اگر تیرے گھر میں چڑیا کا بچہ ہی آ گیا ہے تو اب باز گری نہ کرو۔ اگر دشمن اب تیرے گھر میں آ گیا ہے تو اس کو گھر میں پناہ دو اور معاف کرو۔ قاتل ہے تب بھی معاف کرو۔ اس لئے کہ Since you entered my

home کیونکہ تو میرے گھر میں آ گیا ہے اس لئے تجھے بخشش ہے۔ عام طور پر دنیا میں یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ ان سے بدلہ نہیں لینا جو آپ کے گھر میں آ گئے ہیں۔ اس لئے جو آپ سے پناہ مانگے اس کو پناہ دو۔ اگر اب آپ نے اس پر ظلم کیا تو پھر آپ مارے گئے اور برباد ہو گئے۔ برباد ہونے کے لئے کون سا فقرہ کافی ہے؟ "میں اس سے بہتر ہوں اور یہ مجھ سے کم تر ہے"۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ میں اس سے بہتر ہوں تو دراصل آپ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ بڑا آدمی ہے اور یہ گھٹیا آدمی ہے۔ یہی تو شیطانی ہے۔ تو دوسرے انسان کو اللہ کی مرضی کے بغیر اپنے مزاج کے مطابق برا کہنے والا ہی گھٹیا ہے۔ Humen beings کو برا کہنا' بہت بری بات ہے کیونکہ تیرا رب اس کو بنا رہا ہے اور تو اسے ناپسند کر رہا ہے۔ تو لوگوں کو ناپسند کرنے والا شیطان ہے اور اپنے آپ کو Superior سمجھنے والا شیطان ہے' شیطان اور کس کو کہتے ہیں؟ جو صرف اپنی فوقیت دیکھتا ہو اور اگر آپ دوسروں کی فوقیت دیکھو تو آپ انسان ہو' تو جتنے بھی پیغمبر آئے وہ انسانوں کی خدمت کرتے تھے' لوگوں کی خدمت کرتے تھے' سونے والوں کے لئے جاگنے والے دعا کرتے ہی رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ سونے والوں کی خیر۔ اور آپ تو کسی کی غلطی معاف نہیں کرنے' لہٰذا آپ کی غلطی بھی معاف نہیں ہو گی۔ یہ پکی بات ہے کہ جو کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا اس کی غلطی معاف نہیں ہو گی' جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا' جو آدمی اپنے آپ کو فوقیت میں سمجھتا ہے اور دوسروں کو Inferior اور کم تر مانتا ہے' وہ پکا شیطان ہے۔

سوال :-

حضور والا! جس کی فطرت ہی بد ہے اس کا حساب کیا ہو گا؟

جواب :-

ہر آدمی کا حساب اس کی فطرت کے مطابق ہو گا۔ بد آدمی کا حساب اس کی فطرت کے مطابق ہو گا۔ آپ اس کی سفارش نہ کرنا۔ آج تک کسی نے فرعون کی سفارش نہیں کی اور کسی نے آج تک شیطان کی سفارش نہیں کی۔ میں آپ کو یہاں تک بتا چکا ہوں کہ پیغمبروں نے بھی احمق کی سفارش نہیں کی ہے۔ احمق کے بارے میں حکم ہے کہ و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما "جب جاہل سے سامنا ہو جائے تو اس کو سلام کر کے نکل جاؤ"۔ اور اس کی سفارش نہ کرو۔ ان کے ساتھ جو ہونے والا ہے' وہ جانیں۔ اب آپ یہ سوچنا کہ اس میں ان کی کیا غلطی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے کیوں کیا ہے؟ آپ یہ "کیوں" اور "کیا" بند کرو۔ یہ غلط ہے اور آپ اپنی عاقبت کی جوابدہی کا بندوبست کرو۔ آپ یہ نہ سوچو کہ اس کو اللہ کیوں پکڑے گا' اللہ جانے اور اس کا بندہ جانے۔ تم کون ہوتے ہو اللہ کے معاملات میں دخل دینے والے' تم مارے جاؤ گے اور برباد ہو جاؤ گے۔ Unless you are appointed that way یعنی جب آپ ایسا کہنے کے اہل ہوں۔ اگر آپ کی ایسی Appointment ہے اور آپ ایسی اہلیت رکھتے ہیں تو آپ ایسا کرو' ورنہ دوسروں کے معاملات میں تانک جھانک مت کرو۔ یہی تو منع کیا گیا ہے کہ یہ نہ سوچو کہ اللہ کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا۔ اللہ جو کرے

گا ٹھیک کرے گا۔ اللہ کی مرضی ہے جو چاہے کرے۔ یہی تو کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے وہی تو کرتا ہے۔ تو اللہ کون ہے؟ جو اپنی مرضی کرتا ہے اور بندہ کون ہے؟ جو اپنی مرضی نہ کرے۔ تو جو مرضی نہیں کر سکتا ہے اس کو بندہ بولتے ہیں اور جو مرضی کرتا ہے وہ اللہ ہے' مولا ہے' وہ مرضی کا مالک ہے اور اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کہتا ہے کہ میں چاہوں تو گناہ معاف کر دوں اور سارے سیئات کو حسنات میں بدل دوں یعنی میں چاہوں تو سارے گناہ نیکیوں میں بدل دوں' میں وہ اللہ ہوں جو بندوں کو ظلمات سے نکالتا ہے اور نور میں داخل کرتا ہے۔ تو وہ ظلمات سے نکال سکتا ہے اور وہ ضرور نکال سکتا ہے۔ اس سے کون پوچھ سکتا ہے کہ اس نے ظلمات سے کیوں نکالا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وعلم آدم الاسماء کلھا "ہم نے آدم کو تمام اسماء کا مکمل علم دے دیا" یعنی سب کائنات میں جو کچھ ہے اس سب کا علم دے دیا۔ مثلاً" یہ گھوڑا ہے' یہ بلی ہے' یہ درخت ہے' یہ آسمان ہے' یہ ستارے ہیں۔ ان سب کا علم دے دیا۔ پھر اللہ نے فرشتوں سے پوچھا کہ اس چیز کا نام بتاؤ تو فرشتوں نے کہا قالوا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا "تو پاک ذات ہے اور ہمیں تو صرف اس بات کا علم ہے جس کا علم تو نے ہمیں دیا ہے۔" تو فرشتوں کے پاس دعویٰ نہیں ہے۔ جس کے پاس اس کا دعویٰ ہو' وہ شیطان ہے اور جس کے پاس دعویٰ نہ ہو وہ فرشتہ ہے۔ آپ اپنے آپ کا جائزہ لیا کرو کہ کہیں آپ لوگ دعویٰ تو نہیں رکھتے ہو' آپ اپنے آپ کی فوقیت کا خیال تو نہیں رکھتے کہ میں یہ کر سکتا ہوں' لیکن دراصل آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ آپ یہ اعتراض کرتے ہو کہ لوگ آپ سے

بہت بہتر ہیں اور آپ کبھی بہتر زندگی نہیں گزار سکتے کیونکہ آپ ایک پسماندہ ملک میں رہتے ہو اور یہاں آپ کی بین الاقوامی معیار کی زندگی نہیں ہے' آپ کے ملک کے اثاثے ہی کوئی نہیں ہیں' آپ کے پاس آسائشیں نہیں ہیں' آپ کے پاس آرام نہیں ہے' آپ کے پاس سفر کے اچھے ذرائع نہیں ہیں بلکہ سفر کرنے کی صلاحیت ہی کوئی نہیں ہے اور آپ کی گاڑی میں پٹرول ہی نہیں ہے۔ آپ بالکل اپاہج اور محتاج ہیں۔ مگر دعویٰ یہ کہ ہم ہی سب سے بہتر ہیں۔ یہاں پر ایک واقعہ ہوا کہ امریکہ کے لوگ چاند پر گئے تو یہاں پر کچھ لوگوں نے کہا کہ چاند پر کافر چلے گئے ہیں۔ اب چاند نہ مسلمان کا ہے' نہ کافر کا۔ چاند تو اللہ کا ہے اور وہ جا سکتا ہے جو محنت کرے۔ آپ کی فوقیت کس بات کی ہے؟ اپنے آپ کو فوقیت میں رکھنا شیطانی کام ہے' فوقیت جتانا شیطانی کام ہے۔ اور لوگوں کی خدمت گزاری' تواضع' احساس' مروت اور عاجزی نیکی کے کام ہیں۔ فوقیت اس کی جو Serve کرے' جو خدمت کرے اور جو حکم چلانا چاہے وہ Inferior ہے' گھٹیا ہے۔ Inferior is the man who lives with the ideas of superiority یعنی وہ انسان کم تر ہے جو احساس برتری کے نظریے کے ساتھ جیتا ہے۔ Superior کون ہے؟ جو ہر وقت Superiority یعنی برتری اور فوقیت کے خیال میں رہتا ہو۔ خود کو Superior یا برتر سمجھنا اور دوسرے کو Inferior یا کم تر سمجھنا شیطان کا کام ہے۔ تو اللہ شیطان سے بچائے۔ آمین! اور آپ لوگ آج کے بعد اپنے آپ کو شیطان ہونے سے بچاؤ۔ کیا پتہ کس پر فضل ہونے والا ہے۔ کیا پتہ کسی آدمی کا Peon اس سے نیکی میں فوقیت لے جائے۔

کیا پتہ کوئی آدمی کتنا نیک ہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جب اللہ کا فضل ہو گا تو بات ہی اور ہو گی۔ آپ کی فوقیّت صرف یہ ہے کہ آپ میں خدمت کا جذبہ ہونا چاہیئے اور خدمت انسان کی کرنی چاہیئے۔

سوال :۔

سر! کیا ایسے دعوے کی گنجائش ہے جو واقعات کے مطابق ہو۔

جواب :۔

اس دعوے کی گنجائش ہے جو واقعات کے مطابق ہو اور اگر واقعات کے مطابق نہ ہو تب بھی گنجائش ہے بشرطیکہ دعویٰ اپنے آپ کو Impose کرنے کے لئے نہ ہو۔ یعنی اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لئے نہ ہو، پہلی بات یہ ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دعویٰ دلیل کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ اگر وہ واقعہ ظاہر ہو رہا ہے اور آپ اس کو جتانا چاہتے ہیں تو آپ کیوں جتانا چاہتے ہیں؟ اس میں تھوڑا سا نمائش کا پہلو ہے۔ اس طرح کے دعوے کے ذریعے آپ اپنی ذات کی نمائش کرتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھیں کہ نمائش کا پہلو نہ نکلے، ستائش کا پہلو نہ نکلے اور خود ستائشی نہ ہو۔ اس سے بچنا چاہیئے۔

سوال :۔

جناب والا ! Difference of opinion یا اختلافِ رائے جو ہے یہ کسی چیز کا علم ہے یا یہ بھی بڑائی کی کیفیت ہوتی ہے۔

جواب :۔

ایک انسان اپنے لئے ایک بات سوچتا ہے اور دوسرا کوئی اور بات۔ اس طرح ان کا آپس میں Difference of opinion ہو جاتا ہے یعنی اختلاف رائے ہو جاتا ہے۔ کچھ Opinion جو ہیں وہ Self created یعنی خود ساختہ ہوتے ہیں اور دوسرے Opinion جو ہوتے ہیں وہ Divine یعنی اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ مثلاً" اللہ کا حکم یہ ہے کہ شراب کے قریب مت جاؤ کیونکہ اس سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس کے مفہوم کا کوئی پتہ نہیں اور نہ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے دماغ خراب ہو جاتا ہے یا اس سے کوئی نقصان ہو جاتا ہے' بس شراب سے منع کیا گیا ہے۔ That's all جو Opinion انسانوں کا ہوتا ہے' اس میں وجوہات ہوتی ہیں اور توجیہات ہوتی ہیں۔ مثلاً" ایک شخص کہتا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ جمہوریت ہونی چاہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ مارشل لاء ہونا چاہئے۔ اب جہاں اللہ کے احکامات' Divine orders ہیں وہاں خاموشی ہے۔ مثلاً" نماز کی بات ہے تو نماز کے فوائد مت گنو بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق نماز پڑھو' نماز کے فائدے ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے۔ فائدہ ہو کہ نہ ہو' یہ اللہ کا حکم ہے اور اس سے بچت کی کوئی راہ نہیں ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آج کل تو نماز وہ نماز نہیں رہی۔ جب تک مسلمان ہے تو نماز ہو گی' اس وقت تک نماز پڑھی جائے گی اور پڑھنی چاہئے اور اگر آپ نہ پڑھ سکو اور جواز یہ دو کہ یہ جائز ہے کہ نماز نہیں پڑھی جاسکتی تو ایسا شخص شیطان ہے۔ گویا کہ یہ شخص دین میں نیا راستہ Create کر رہا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے

معافی چاہے کہ مجھ سے غفلت ہو گئی کہ یہ نماز نہیں پڑھی جا سکی تو یہ

صحیح انسان ہے۔ اگر آپ دین پر کسی وجہ سے نہ چل سکو' تو معافی مانگ
کر انسان تو بنو۔ یہ نہ ہو کہ آپ خود کو جتانے کے لئے کام کرو اور آپ
کا مقصد کوئی نہ ہو۔ تو مقصد نیکی ہونا چاہئے مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اللہ کی
یاد ہو۔ اپنے خیال کے مطابق اللہ کے ساتھ تعلق جوڑا اور اللہ سے وہ
تعلّق حضور پاکؐ کے راستے کے علاوہ ہوا تو وہ شخص شیطان ہو گا۔ جس
شخص نے بزعم خویش اپنے خیال کے مطابق اللہ سے تعلّق جوڑا اور وہ
حضورپاکؐ کی شریعت کے علاوہ ہوا تو وہ شخص شیطان ہو گا' کافر ہو گا۔
کافر جو ہیں وہ خدا کو God' Love ' محبت اور دوسرے نام دیتے رہتے
ہیں لیکن وہ حضور پاکؐ کا راستہ اختیار نہیں کرتے۔ وہ اللہ جو شریعت
کے علاوہ کبھی نظر آئے' وہ تمہارا وہم ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سے کوئی یہ
کہے کہ آج شام وہاں چلتے ہیں' وہاں اللہ ملے گا تو تم بھی برباد ہو گئے
اور وہ اللہ بھی اللہ نہیں ہو گا کیونکہ اللہ اس Form یعنی صورت میں
کبھی ملے نہیں گا۔ اللہ Human form یعنی انسانی صورت میں نہیں
ملے گا۔ Man' Man ہو گا' God' God ہو گا یعنی انسان' انسان ہو گا
اور اللہ' اللہ ہو گا۔ فانی' باقی نہیں ہو سکتا اور باقی' فانی نہیں ہو سکتا۔
انسان فانی ہے۔ یہ کبھی باقی نہیں بن سکتا۔ کسی بھی Stage پر انسان
Develop ہوتے ہوتے خدا نہیں بن سکتا۔ یہ خیال ہی شیطانی ہے۔ یہ
کہنا کہ انسان ارتقاء کرتے کرتے یہاں تک آیا' یہ خیال بھی شیطانی ہے۔
آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں اور ان کی دانائی دیکھو کہ اللہ سے افسوس
کے ساتھ کہا کہ میں نے خود پر ظلم کیا ہے اس لیے مجھے معافی دے دے

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین تو First man جو ہے وہ سارا ہی علم لے کر پیدا ہوا ہے۔ اس میں ارتقاء کی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ "وعلم آدم الاسماء کلہا" یعنی ہم نے آدم کو تمام اسماء کا علم دے دیا۔ تو ان کے پاس مکمل علم تھا۔ انہوں نے اللہ سے اختلاف رائے کی بجائے معافی مانگی مگر شیطان نے اختلاف کیا اور مردود ہوگیا۔ تو انہوں نے دعویٰ کرنے کی بجائے معافی کا راستہ اپنایا اور یہ سب سے بہتر بات ہے۔

سوال :۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسماء کا جو علم دیا، برائے مہربانی آپ اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب :۔

یہ آپ کو بتا بھی دیا جائے تو پھر آپ کو اس سے کیا فائدہ ہو گا کیونکہ آپ کی محدود رسائی ہے۔ دنیا میں چند اشیاء تک آپ کا رابطہ ہے اور چند محدود سال تک آپ نے یہاں ٹھہرنا ہے اور اسماء Unlimited ہیں۔ آپ نے Unlimited دنیا میں داخل ہو کر کیا لینا ہے؟ یہ جو دنیا ہے آپ اس کو بھی نہیں جان سکتے۔ آپ کو تو اپنے خاندان کے انسانوں کے نام معلوم نہیں ہوتے۔ یہ آپ کی محدود زندگی ہے۔ آپ نے اپنی محدود زندگی کے اندر لاتعداد اسماء کے بارے میں سوال کیا کرنا ہے۔ کائنات میں لامحدود اسماء ہیں۔ مثلاً" آپ کے ملک میں شہر لامحدود ہیں۔ دور کے شہروں کی بات بھی نہیں ہے بلکہ ابھی آپ نے

اپنے شہر کے بندے پورے نہیں دیکھے۔ لوگوں کو جاننا تو دور کی بات ہے آپ نے دیکھے تک نہیں ہیں۔ آپ نے ان انسانوں کو دیکھا تک نہیں ہے۔ آپ ان کی شکلیں نہیں پہچانتے، آپ نے اپنے شہر لاہور کی گلیاں نہیں دیکھی ہیں اور مزار بھی نہیں دیکھے ہیں۔ یہ لاہور تو دور کی بات ہے آپ نے اپنے وجود کی سیر نہیں کی ہے کہ آپ کیا ہو اور آپ کے اندر کیا کیا خیالات بستے ہیں اور آپ کے اندر کتنی بستیاں آباد ہیں۔ اسماء کے ضمن میں ایک بات یاد رکھو کہ جس چیز کا اسم ہے' اس کا جسم ہے۔ یعنی کہ جتنے اسماء ہیں' ان کا مسمیٰ ہے۔ تو ہر اسم کا ایک مسمیٰ ہے۔ اگر لفظ "جن" موجود ہے تو ذات "جن" موجود ہے۔ کبھی کوئی لفظ ایسا نہیں آیا جس کے پیچھے کوئی شے نہ ہو۔ تو ہر اسم ایک مسمیٰ رکھتا ہے اور کوئی مسمیٰ ایسا نہیں ہے جس کا اسم نہ ہو۔ مثلاً" آپ نے اپنے خدا کا نام اللہ رکھ دیا ہے۔ اللہ خالق ہے' قدرت رکھنے والا ہے' حیّ و قیوّم ہے' حاضر ہے ناظر ہے' اول ہے آخر ہے' ظاہر ہے باطن ہے اور سب کچھ ہی ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ اس کا ذاتی نام "اللہ" ہے۔ تو ہر چیز اور ہر اسم جو ہے وہ ایک وجود رکھتا ہے' ایک ذات رکھتا ہے۔ مثلاً" عزرائیلؑ ایک نام ہے' اگر نام موجود ہے تو پھر اس کی ذات موجود ہے۔ اسی طرح جبرائیلؑ نام کی جبرائیلؑ ذات ہو گی۔ لفظ کدھر سے آتا ہے؟ جہاں سے ذاتیں بنتی ہیں' وہیں سے اسم پیدا ہوتے ہیں۔ ذاتیں کچھ مخفی ہوتی ہیں لیکن اسم حاضر ہیں۔ آپ تک اگر کوئی اسم آ جائے تو اس کی ذات تلاش کرو۔ جس طرح ایک نام آ گیا کہ "اللہ" ہے! اسم تو آیا ہے لیکن ذات سے تعارف نہیں ہوا۔ جو لوگ ذات کو جانتے ہیں آپ ان کے پاس جاؤ۔ ہر

اسم کا ایک مسمیٰ ہے اور عام طور پر ہر اسم کے اندر اس مسمیٰ کی شکل موجود ہوتی ہے۔ مثلاً ”بھڑ“ ایک لفظ ہے اور یہ لفظ ہی کاٹتا ہے۔ بلبل ویسے ہی خوبصورت لفظ ہے اور اس میں میوزک ہے' Sound کا بھی Effect ہوتا ہے جیسے Meanings کا Effect ہوتا ہے۔ اگر لفظ ”مومن“ آ جائے تو مومن ویسے ہی ایماندار لگتا ہے۔ یہ لفظ ہی ایماندار لگتا ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ اسماء کے اندر معنی پوشیدہ ہیں اور یہ ایک مکمل علم ہے۔ تو آج کا خلاصہ کیا ہوا؟ کہ شیطان ہونے سے بچو۔ شیطان ہونے کا آسان نسخہ کیا ہے؟ کہ اپنے آپ کو بہتر سمجھنا' فوقیت میں سمجھنا اور خدمت کئے بغیر لوگوں سے عزت مانگنا' اپنی نگاہ میں اپنی عزت ہونا اور دوسرے کی عزت نہ ہونا۔ اس سے بڑا کوئی شیطان نہیں ہو سکتا جس کی اپنی نگاہ میں اپنی عزت ہو اور دوسروں کو حقارت سے دیکھتا ہو۔ تو آپ سب لوگ دعا کرو کہ سب اس بات سے بچ جائیں اور دعا یہ کرو کہ آپ کا آنے والا زمانہ آپ کے گزرے ہوئے زمانے سے بہتر ہو۔ یہ بہت زیادہ دعا کیا کرو کہ یااللہ ہمارا گزرا ہوا زمانہ آنے والے زمانے سے بہتر ہو۔ اور وہ زمانہ جو اس زمانے کے بعد ہم پر آئے گا' یا اللہ وہ بھی آسان ہو۔ آمین! کیونکہ اس زمانے کے بعد ایک اور زمانہ آنے والا ہے۔ اس زندگی کے بعد ایک اور سفر شروع ہونے والا ہے۔ یااللہ اس سفر میں اذیت سے بچا۔ اس اذیت سے بچنے کے لئے آپ کو ایک طریقہ' نسخہ بتاتا ہوں کہ ایک ہم سفر کو تلاش کرو۔ ایسا ہم سفر دوست' رفیق' مونس' پیر' مرشد' استاد جس سے قلبی تعلق ہو جائے تو سفر آسان ہو جاتا ہے اور قبر کے اندھیرے چراغ بن جاتے ہیں۔ اگر کوئی دوست مل جائے'

اس کو رفیقِ طریق کہتے ہیں یعنی راستے کا ساتھی' وہ مرشد بھی ہو سکتا ہے' اس سے قبر کا اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔ نیکی سے اتنا مسئلہ حل نہیں ہوتا جتنا نیک ساتھی سے ہوتا ہے' نیکی اتنی Important یا اہم نہیں جس قدر وہ نیک Companion یعنی ساتھی ہے۔ وہ عبادت ہے۔ جو شخص آج تک نیک Companion نہیں بنا سکا' وہ یہ سمجھ لے کہ اس کی نیکی برباد ہے اور وہ So called یعنی بے نام نیکی ہے' وہ نیکی اصل میں اس کا نفس ہے اور اس کی نفسانی خواہش ہے۔ نیکی وہ ہے جب انسان آپ کو عزیز لگیں' خالق سے زیادہ نہیں بلکہ خالق کے حوالے سے انسان آپ کو پیارے لگیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خالق سے محبت نہیں ہو سکتی' بلکہ محبت حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالق سے تو ڈر لگتا ہے کیونکہ وہ خالق ہے' اور جلال والا ہے۔ اصل میں کہانی یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ تو وہ اللہ کا تعارف کراتے ہیں اور اگر اللہ کے پاس جاؤ تو وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف کراتے ہیں' اس راز کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین سے آواز آسمان کی طرف جاتی ہے لا الٰہ الا اللّٰہ اور آسمان سے واپس آواز آتی ہے محمد رسول اللّٰہ۔ بس یہ کہانی اتنی ساری ہے۔ آپ لوگوں کے لئے بہت دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے آشنا کرے اور وہ محبت عطا فرمائے! آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۱ ایسا لگتا ہے کہ ہماری خوشی دوسرے کو غم دے کر حاصل ہوئی ہے۔ اس بارے میں ارشاد فرمائیں۔

۲ انسانوں میں غم اور خوشی کو برابر کرنا بہت مشکل ہے' ایسے میں کیا کریں؟

۳ ہمیں کیسے اندازہ ہو گا کہ ہمیں جنت مل سکتی ہے یا نہیں؟

۴ اگر کوئی کسی کا گلہ کر رہا ہو تو اسے کیسے روکیں؟

۵ اللہ کے راستے میں ابتدائے شوق والے کہیں مایوسی کا شکار تو نہیں ہو جاتے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

۶ سر! مزار پر کب جایا کریں؟

۷ کیا عورتوں کو مزارات پر جانا چاہئے؟

۸ کیا حضور پاکؐ کو معراج جسمانی ہوا تھا روحانی؟

۹ کیا شوق کے درجے ہوتے ہیں؟

۱۰ ملک میں بڑے خراب حالات ہیں' آپ دعا فرمائیں۔

۱۱ ہمارا ملک غیروں کے قبضے میں آگیا ہے' اس کے لئے دعا فرمایئے۔

۱۲ ہمارے ذرائع ابلاغ پر مغرب اور مشرق کا اثر ہے' اس طرح تو ملک بہت کمزور ہوتا جا رہا ہے۔

۱۳ ہم جو گناہ غیر ارادی طور پر کرتے ہیں' کیا ان کے باوجود ہمیں جنت ملے گی۔

۱۴ اللہ کا حکم اور امر ہماری زندگی میں کب آتا ہے؟

۱۵ آج کل کے ماحول میں کیا کریں؟

۱۶ کیا ہم کوئی جماعت بنالیں؟

۱۷ انسان کو اس زندگی کا ادراک کیسے مل سکتا ہے؟

۱۸ کیا عام انسان آپ کی بتائی ہوئی باتوں کے لئے کوشش کر کے کامیاب ہو سکتا ہے؟

۱۹ کیا مرنے کے بعد آنکھوں کا عطیہ دینا چاہئے؟

۲۰ تقویٰ کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

سوال :-

سرعام طور پر ہم جو غم اور خوشی محسوس کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے
کہ جیسے ہماری خوشی کسی اور کا غم ہو اور یہ کسی کو غم دے کر حاصل ہوئی
ہے مگر خوشی تو انسانوں پر اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد
فرمائیں۔

جواب :-

یہ بات آپ کو اپنی ذات تک رکھنی چاہئے اور یہ آپ کو سمجھ آنا
ضروری ہے۔ ہم یہ تعلیم دیتے ہیں کہ ایک زمانے کی خوشی یعنی اس دور
کی خوشی' اور ایک Period کی خوشی جو ہے عین ممکن ہے کہ وہ کسی اور
Period کا افسوس ہو۔ پھر انسان نے جو احتیاط کرنی ہے وہ صرف یہی
ہے کہ کچھ بھی محسوس ہونا آپ کی وابستگیوں پر منحصر ہے۔ اگر کسی
شخص کا مقصدِ حیات گناہ ہے تو وہ شخص گناہ حاصل کر کے خوش ہو گا اور
جس شخص کا مقصدِ حیات نیکی ہے' وہ نیکی حاصل کر کے خوش ہو گا۔ آپ
کو خوشی یا غم سے پہلے صرف یہ دیکھنا ہے کہ اُس آدمی کی زندگی کا مقصد
کیا ہے؟ جس کا مقصد وجود کی تسکین ہے' وہ وجود کی تسکین میں خوشی

محسوس کرے گا اور اگر اس کو فاقہ دیا جائے تو یہ اس کے لئے بڑی تکلیف اور بڑا غم ہو گا' کیونکہ وہ وجود کا پالنے والا ہے' کہتا ہے سب سزا دے لو لیکن فاقہ نہ دو' کیونکہ وہ فاقہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو روح کی خوشی چاہتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ آپ دنیا کی بادشاہی لے لو اور محبوب کو چھوڑ دو تو انہوں نے کہنا ہے کہ یہ تو ناممکن ہے۔ گویا کہ خوشی یا غم جو ہے یہ آپ کی وابستگی پر Depend کرتا ہے کہ آپ کامقصد کیا ہے؟ تو اگر مزاج مادہ پرستی ہو تو خوشی جو ہے یہ مادہ کے اکٹھے کرنے میں ہے اور اگر مزاج عاقبت پرستی ہو تو خوشی مادہ کو قربان کرنے میں ہو گی۔ تو جو شخص مادی اشیاء اکٹھی کرتا ہے اس کو مادہ پرست کہتے ہیں۔ مادہ پرست یہ کہے گا کہ آپ کیا کر رہے ہو کہ یہ چیز قربان کر دی ہے حالانکہ یہ چیز تمہیں رکھنی چاہئے تھی۔ تو مادہ پرست کی خوشی اور ہے اور روح کی خوشی اور ہے۔ جوں جوں آپ اپنی جان کے اندر' جسم کے اندر' اپنی روح کے اندر اور اپنے وجود کے اندر Develop ہو جاتے ہیں تو آپ کی خوشیوں کے معیار بدلتے جاتے ہیں اور غم کی وجوہات بدلتی جاتی ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ جب آپ پوری طرح اللہ کی رضا پر چلتے ہو' تو وہاں پر خوشی اور غم دونوں کیفیتیں نہیں رہتیں۔ وہاں پر نہ خوشی ہے اور نہ غم ہے بلکہ صرف اطاعت ہے' وہ ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے' جس میں نہ اپنا رہتا ہے' نہ بیگانہ رہتا ہے' نہ حاصل رہتا ہے' نہ محرومی رہ جاتی ہے' نہ غم رہ جاتا ہے' نہ خوشی رہتی ہے' نہ وصال رہ جاتا ہے اور نہ فراق رہ جاتا ہے۔ تو کیا رہ جاتا ہے؟ صرف اس کا حکم! وہ جس کی ذات سے آپ وابستہ ہو گئے یعنی ہمارا خالق

اور ہمارا اللہ! تو اطاعت کرنے والا جو ہے اطاعت میں گم ہو جاتا ہے کہ اسے حاصل' خوشی اور غم کا ٹائم ہی نہیں ملتا۔ اسے پتہ نہیں چلتا کہ خوشی کیا ہے اور غم کیا ہے؟ بس اس کے لئے تو اللہ کا حکم چل رہا ہے اور وہ اس کو دیکھتا جاتا ہے۔ اگر کوئی اسے کہتا ہے کہ حکم تو اللہ کا چل رہا ہے مگر آپ اپنی خوشی تو دیکھو' تو وہ کہتا ہے کہ اپنی خوشی کے لئے ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے۔ تو ایسے آدمی جو اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ خداوندی میں گم ہو جاتے ہیں' ان کے لئے نہ خوشی رہتی ہے اور نہ غم رہتا ہے۔ خوشی اور غم جو ہیں یہ اللہ سے دوری کے باب ہیں۔ اب یہ بات غور والی ہے۔ وہ جو اللہ سے دور رہنے والے ہیں ان کے لئے زندگی کے اندر مبارکیں ہیں' سرشاری ہے' کیفیات ہیں' نوکریاں ہیں' کاروبار ہیں اور اس طرح ان کے غم اور خوشی چلتے رہتے ہیں۔ مگر دنیا کے اندر آج تک کوئی ایسی خوشی آپ کو نظر نہیں آئے گی جو رخصت نہ ہوئی ہو۔ یہ بات کہنی نہیں چاہئے لیکن آپ لوگ سن ہی لو' کہ دنیا In itself فانی ہے' تو یہاں کا حاصل باقی کیسے رہ سکتا ہے۔ اگر یہ Premises باقی رہتے تو پھر ہم نے اپنا باقی حاصل کر لینا تھا۔ میرا تو دعویٰ ہے کہ یہاں کی ساری شے ہی فانی ہے' انسان کا وجود تو فانی ہے ہی سہی' لیکن کائنات کا وجود بھی فانی ہے سوائے اس کے کہ امرِ الٰہی قائم رہے۔ تو یہاں پر ستارہ بھی ٹوٹ جاتا ہے' سیارہ بھی چلا جاتا ہے اور شہر بھی غرق ہو جاتے ہیں اور آپ کا شہر تو آج بھی آباد ہے اور اگر کبھی آپ کو غور کرنے کا موقع مل جائے' کبھی آپ کھنڈرات میں گئے ہوں تو اب جو یہ کھنڈرات ہیں یہ کسی زمانے کے محلات تھے۔ آپ Wheel of time کو تھوڑا سا پیچھے گھماؤ تو آپ کو

پتہ چلے گا کہ یہ تو آباد شہر ہے اور بڑا کاروبار ہو رہا ہے اور پھر کچھ سال گزر گئے' صدیاں گزر گئیں اور وہ شہر کھنڈرات بن گئے۔ وہ جو عجائبات تھے وہ کھنڈرات ہو گئے۔ جو اب عجائبات ہیں، غالباً" یہ بھی کھنڈرات ہونے والے ہیں۔ آپ کے شہر میں بھی کھنڈرات بن رہے ہیں۔ بھرے ہوئے آباد شہر میں چار منزلہ مکان کا اکلوتا مالک' مکان اور بینک کا پیسہ چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور اسے میانی صاحب جا کر دفن کر دیا جاتا ہے۔ وہ شخص پیسے کے باوجود چلا گیا اور آپ بھی رخصت ہونے والے ہیں' حتیٰ کہ آباد شہر کے اندر غیر آباد علاقہ جو ہے وہ آباد ہوتا جا رہا ہے۔ غم اور خوشی سمجھنے کے لئے یہ بڑا پیغام ہے۔ اگر شہر کا نام خوشی ہے تو قبرستان کا نام کیا ہو گا؟ جو دونوں میں رہنا جانتا ہے یعنی شہر میں بھی رہتا ہے اور قبرستان میں بھی آتا جاتا ہے' تو اس کے لئے غم اور خوشی بدلتے رہتے ہیں۔ اگر آپ کو نگاہ یا نظر مل جائے اور یہ گئے ہوئے انسان نظر آ جائیں' اگر گزرے ہوئے لوگ آپ کو ٹھہرے ہوئے لگیں تو نظر آنے والے کہاں جائیں گے۔ اگر آپ کو خوشی وصالِ حق کے بعد ملنی ہے' یا قبر کے بعد ملنی ہے' دیدارِ حق میں ملنی ہے' اللہ کے قریب ہو کے ملنی ہے' اللہ کے دامنِ رحمت میں ملنی ہے تو پھر یہ سب کیا ہے؟ پھر زندگی تو جدائی کی بات ہے اور یہ زمانہ مشکل کا زمانہ ہے۔ اصلی زمانہ کب شروع ہو گا؟ جب یہ زمانہ' اصلی زمانہ نہ رہے گا۔ تو یہ جو نقلی خوشیوں کا دور ہے' اسے غائب ہونے دو' پھر اصلی خوشیوں کا دور آئے گا۔ یہ خوشیوں کی صبحِ کاذب ہے اور وہ خوشیوں کی صبحِ صادق ہو گی۔ اس کا آپ کی اپنی کیفیت پر دارومدار ہے' جوں جوں آپ جاگتے جاؤ گے توں توں آپ کو

غم اور خوشی کی سمجھ آتی جائے گی۔ بس ذرا جاگنے کی دیر ہے۔ یہ آپ پر Depend کرتا ہے کہ کب جاگیں۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اگر ایک آدمی نے شبنم کے قطرے پھولوں اور گھاس پر دیکھے اور اگر اس آدمی کی کیفیت خوش رہنے والی ہے تو وہ کہے گا واللہ صبح کیسے مسکرا رہی ہے اور دوسرا شخص جس کی کیفیت غم والی ہے تو وہ کہے گا کہ شبنم کے قطرے تو رات کے آنسو ہیں' صبح کیسے مسکرائے گی' رات کی Death پر آنسو بہا جانا ہی شبنم کے قطرے ہیں۔ تو یہ دونوں شعبے موجود ہیں۔ ہر غم کسی خوشی کی رخصتی کا نام ہے' ہر خوشی جو ہے یہ کسی آنے والے غم کا نام ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جتنی بڑی خوشی آتی ہے اس نے کچھ عرصہ بعد غم بن جانا ہے۔ جس شخص کے ساتھ آپ نے زیادہ خوشیاں وابستہ کیں تو سارا غم ادھر سے ہی ملے گا۔ جس نے خوشی دینی تھی' اسی نے ہی تو غم دیا۔ کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ گھر جو ہے یہ میرا ہے اور یہ ہی میری آسودگی کا باعث ہے' یہاں سے مجھے خوشی ملتی ہے۔ اگر اس سے پوچھیں کہ پھر غم کہاں سے ملا تو وہ کہے گا کہ وہ بھی ادھر سے ملا ہے۔ جس شخص کو انسان جانتا ہے' اس سے بڑی خوشی ملتی ہے اور غم بھی اسی سے ملتا ہے۔ اس کو یوں سمجھیں کہ آنے والا شخص جب خوشی دیتا ہے تو جب وہ جانے والا ہوتا ہے تو غم دے جاتا ہے' چاہے روز ہی آئے اور روز ہی چلا جائے۔ تو خوشی دینے والا واقعہ ہی غم دینے والا واقعہ ہوتا ہے۔ زندگی ہی خوشیوں کا باعث ہے اور زندگی ہی غم کا باعث ہے' وابستگی ہی خوشی کا باعث ہے اور وابستگی ہی غم کا باعث ہے اور یہ انسان کا اپنا شعبہ ہے اور آپ اس سے بچ نہیں سکتے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ

خوشی میں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خوشی کب تک! ایک شخص ایک جگہ گیا تو وہاں لوگ خوشیاں منا رہے تھے' اس نے کہا بات سنو آپ لوگ خوش کیوں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ بتائیں کہ آپ اداس کیوں ہیں؟ اس نے کہا کہ پہلے آپ بتائیں کہ آپ لوگ خوش کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کیونکہ It is a fine day کہ آج بڑا خوشگوار دن ہے تو اس نے کہا کہ میں اس لئے اداس ہوں کہ کب تک یہ Fine رہے گا۔ تو بات یہ ہے کہ جو بھی Fine day ہے' وہ کب تک رہے گا۔ تو یہ دو طرزِ حیات ہیں' دو طرح کے خیال ہیں کہ ایک کہتا ہے کہ دن اچھا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ اچھے دن کب تک رہیں گے' یہ مبارک گھڑی کب تک رہے گی' سمندر کا پانی بے شک پی لو مگر اندر سے نمکین اور کڑوا نکلے گا اور گاجریں کھانے سے پیٹ درد ہو گا۔ پرانے زمانے کی ایک کہانی ہے "اندھیر نگری اور چوپٹ راجا"۔ ایک راجے کی حکومت تھی اور اس بستی کے اندر یہ اندھیر نگری تھی کہ ہر چیز کا ایک ہی بھاؤ تھا۔ ایک چیلا اور گرو دونوں اس بستی میں گئے۔ گرو نے چیلے سے کہا کہ اس نگری میں نہ ٹھہرو کیونکہ یہاں تو نیک اور بد کا ایک ہی ریٹ ہے' قیمتی چیز بھی ٹکہ سیر ہے اور عام چیز بھی ٹکہ سیر ہے۔ یہاں کوئی بات نہ کرنا اور یہاں سے نکل جا۔ چیلے نے کہا کہ یہ تو اچھی بات ہے کہ ہر چیز سستی ملتی ہے۔ گرو نے کہا کہ اچھا تیری مرضی' میں تو جاتا ہوں مگر میں پھر کہتا ہوں کہ تو اس بستی سے بچ جا۔ چیلے نے گرو سے کہا آپ مہربانی کرو اور مجھے یہاں رہنے دو۔ گرو نے چیلے کو سبق سکھانے کے لئے وہاں رہنے کی اجازت دے دی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب گرو کا وہاں سے گزر ہوا تو چیلا مفت کا مال

کھا پی کے خوب موٹا ہو گیا تھا' چیلے نے خوشی کا زمانہ دیکھ لیا تھا' اس کو خوشی فروانی سے ملی اور وہ کھاتا چلا گیا اور خوشیاں کھا کھا کے وہ موٹا ہو گیا۔ ہوا یہ کہ اس اندھیر نگری میں کسی کی چوری ہو گئی اور ایک شخص کو سزائے موت سنا دی گئی۔ جب پھانسی کا پھندا بنایا گیا تو پھندا اس چور کی گردن سے ذرا کھلا بن گیا۔کیونکہ وہ اندھیر نگری تھی اور اس کا چوپٹ راجا تھا' تو راجہ نے فرمان جاری کیا کہ یہ پھندا جس شخص کی گردن میں پورا آئے اسے پھانسی دے دو۔ اندھیر نگری میں ایسے ہی ہوتا ہے! تو وہ پھندا اس چیلے کی گردن میں پورا آ گیا۔ اب چیلے نے گرو کی منت سماجت کی اور کہا کہ میں جسے غلطی سے خوشی سمجھ رہا تھا' اصل میں تو وہ اور ہی واقعہ نکل آیا۔ تو چیلے نے گرو سے معافی مانگی اور زندگی بچانے کی درخواست کی۔ گرو نے کہا میں جو کہوں تم بھی وہی کہتے جانا۔ جب وہ پھانسی کی طرف جانے لگے تو گرو نے کہا پہلے مجھے پھانسی ہونی چاہیئے۔ چیلے نے کہا نہیں پہلے مجھے پھانسی ہونی چاہیئے۔ اب وہ دونوں جھگڑا کرتے جا رہے تھے کہ پھانسی مجھے ہونی چاہیئے' پھانسی مجھے ہونی چاہیئے۔ اس طرح ایک شور مچ گیا۔ تو راجا نے پوچھا کہ یہ جھگڑا کیا ہے؟ گرو نے کہا کہ یہ بڑی شبھ گھڑی ہے اور بڑا خاص وقت ہے' وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ تو راجا نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے پھانسی لگاؤ۔ تو اس کہانی کا یہ مقصد ہے کہ آپ جس کو خوشی سمجھ رہے ہیں' اس کا اصل کچھ اور ہی ہے۔ تو آپ ظاہری اور فوری رزلٹ کی خوشیوں میں گم ہو جاتے ہیں اور اس طرح Slow اور آخری خوشی جو ہے وہ گم کر بیٹھے ہیں۔ اس پر افسوس ہے جس نے دنیا کی خوشی پر اپنی آخرت کی خوشی کو

قربان کر دیا۔ اس پر افسوس ہے جس نے قلیل منفعت پر بعید سودا ضائع کر دیا۔ افسوس ہے اس پر، جس نے چھوٹی چھوٹی منفعت پر اپنی آخرت ضائع کر دی، جھوٹ بولا، جھوٹے کام کئے اور اس طرح اپنی آخرت کی کھیتی کو برباد کرتا رہا۔ کہتے ہیں کہ غم سے بچنے کا بڑا آسان نسخہ ہے کہ خوشی سے بچ جاؤ اور فراق سے بچنا چاہتے ہو تو وصال کی تمنا سے بچ جاؤ اور در بدری سے بچنا چاہتے ہو تو محبت سے بچ جاؤ۔ ورنہ عشق کا کام تو یہ ہے کہ ؎

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
جس گھر سے سر اٹھایا اس کو بٹھا کے چھوڑا

عشق کا مزاج ہی ایسا ہے، یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے کوئی چیز اگتی نہیں ہے۔ یہ بہت مشکل مقام ہے۔ تو یہ واقعات غم اور خوشی کے ہیں اور آپ پر اب یہ واضح ہو چکے ہیں۔ اب آپ کے سوال کا دوسرا حصہ کہ بعض اوقات ہماری خوشی جو ہے دوسرے کا غم ہوتی ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے گوشت کھانا خوشی کا باعث ہے تو اس میں بکرے کے لئے کیا خوشی ہے؟ اب اگر آپ اللہ کے امر کی بات دیکھو تو بکرے کی بھی یہی خوشی ہے کہ اسے کھایا جائے کیونکہ اس کا مقدر ایسا ہے۔ بتانے والے نے یہ بتایا کہ میں نے آپ کے لئے زمین میں خوراک پیدا کر رکھی ہے، تمہارے لئے میں نے جانور پیدا کر رکھے ہیں، ان کو کھاؤ اور ان کے لباس سے اپنا لباس بناؤ۔ تو یہ واقعات بنانے والے نے امرِالٰہی میں رکھے ہیں۔ اگر آپ امرِالٰہی کے مطابق چلو تو خوشی اور غم دونوں کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے، خوشی اور غم آپ کا اپنا Taste

ہے' آپ کا مزاج ہے۔ اکثر گھروں کی تباہیاں' بربادیاں' ناکامیاں' انسان کی پریشانیاں' یہ سب خوشی کے طالب اور خوشی کے مسافر نے پیدا کر رکھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر کوئی خوشی کا مسافر بن رہا ہے تو اس کے لئے بڑی تکلیف ہے۔ تو خوشی کے مسافر کی منزل صحرا میں کھو جاتا ہے۔ اس لئے سفر ترک کر دو اور خوشی کا سفر اختیار نہ کرو۔ پھر کون سا سفر اختیار کرنا چاہئے؟ اللہ کے امر کا سفر اختیار کرنا چاہئے اور اس کی رضا کا سفر کرنا چاہئے۔ اب یہ اللہ کی مرضی ہے' جہاں سے وہ گزارے' آپ گزر جاؤ۔ وہ کہے کہ تم وہاں پر چلے جاؤ تو آپ چلے جاؤ۔ اگر کہے کہ واپس آ جاؤ تو واپس آ جاؤ' تو پھر تو آپ کا کام ہی کوئی نہیں رہ جاتا۔ جو شخص اللہ کے امر کے مطابق اور رضائے دوست کے مطابق اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے وہ گمراہ نہیں ہوتا۔ انسان گمراہ اپنی مرضی سے ہوتا ہے۔ گمراہ کا معنی ہے ذاتی راہ بنانا اور اپنی مرضی کرنا۔ مرضی پر آپ چلے ہیں تو پھر ذمہ دار وہ خود ہے۔ تو جب ذمّہ دار وہ ہے تو گمراہ کون ہو سکتا ہے۔ تو اگر اللہ ساتھ ہے تو گمراہی کیا ہے؟ تو یہاں سے ہی آخرت کی سنگت بن جاتی ہے۔ تو اِسی زندگی میں اُس زندگی کے ساتھی چن لئے جاتے ہیں۔ تو بس سنگت میں اگر Taste ہو' ذائقہ ہو' محبوب ہو' محبت ہو' محبوبیت ہو' یا سرپرست ہو' اور اگر یہ آخرت تک چلتی جائے تو پھر خوشی ہی خوشی ہے۔ بعض اوقات ہم دکھ کو غم سمجھتے ہیں لیکن دکھ بھی غم نہیں ہے اور پھر سکھ کو ہم خوشی سمجھتے ہیں لیکن سکھ بھی خوشی نہیں ہے۔ تو پھر خوشی اور غم کیا ہے؟ یہ اللہ کی مرضی ہے۔ میاں محمد بخشؒ نے فرمایا ہے کہ ؎

جے دکھ دے کے راضی رہندے تے سکھ دکھاں توں وارے
دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

یعنی اگر وہ دکھ دے کر راضی رہتے ہیں تو پھر دکھ جو ہیں وہ ہزار بار قبول ہیں۔ دکھ سکھ جو ہیں یہ آپ کا نام نہیں ہے۔ اگر دینے والا ایسے ہی راضی ہوتا ہے تو آپ بھی راضی رہو اور دینے والے سے رابطہ رکھو' اس کے مزاج سے رابطہ رکھو اور اس کی عطا سے رابطہ رکھو۔ تب آپ کو پتہ چلے گا کہ اگر آپ کو زیور پہننا ہے تو پھر کان تو چھدوانے پڑیں گے اور اس طرح کی دقت تو ہو گی کہ اگر اونٹ پر بیٹھو گے تو وہاں کوہان تو ہو گا اور اگر عید Enjoy کرنی ہے تو روزہ تو ضرور رکھنا ہو گا۔ پھر یہ واقعات آگے چلیں گے۔ اگر آپ نے اللہ کو راضی کرنا ہے تو پھر اپنی رضا چھوڑنی پڑے گی' پھر پتہ چلے گا کہ غم اور خوشی کی بہت Simple سی کہانی ہے۔ اس کی رضا چاہتے ہو تو اپنی رضا ترک کر دو۔ ایک بار تو اپنی رضا ترک کر کے دیکھو۔ مگر آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ اپنی رضا کیسے ترک کرتے ہیں' آپ اپنی خوشی اور غم چھوڑ دو' نہ خوشی اپنی خوشی رکھو اور نہ غم اپنا غم رکھو۔ پھر اگر کوئی چیز یا مال گم ہو گیا تو آپ سوچیں گے کہ یہ مال یا چیز کس نے گم کیا ہے؟ پتہ چلتے چلتے پھر یہ پتہ چلے گا کہ جس نے مال دیا ہے اسی نے گم کیا ہے۔ پہلے آپ مال دینے والے کا پتہ کرو تو Ultimately یہ پتہ چلے گا کہ وہ دینے والا آپ ہی تھا اور لینے والا بھی وہ آپ ہی ہے۔ تو پھر آپ کو نہ غم رہے گا اور نہ خوشی رہے گی۔ اس وقت تک غم اور خوشی محسوس ہوتے رہتے ہیں جب تک ہم سبب کے ساتھ الجھتے رہتے ہیں۔ پہلے تو ہم نتیجے کے ساتھ الجھتے ہیں' پھر ہم سبب

کے ساتھ الجھتے ہیں اور اگر مسبّب کا عمل سوچا جائے تو پھر نہ غم رہے گا اور نہ خوشی رہے گی۔ پھر ہم یہ کہیں گے کہ یہ دینے والے کی مرضی ہے، جسے امرِالٰہی کہتے ہیں۔ خدا نخواستہ کسی کے ساتھ موت کا کوئی واقعہ ہو جائے تو جب اس کے پاس تعزیت کے لئے جاتے ہیں، کیا کہتے ہیں؟ کہ یہ حکمِ ربّی ہے، اس کا امر ہے، یہ سب اللہ کی مرضی ہے، اس میں جھگڑے یا پریشانی کی کیا بات ہے، یہ مالک کا عمل ہے، ہم اور آپ کیا چیز ہوتے ہیں، سارا جہاں اسی کا ہے، جس کو حکم آ گیا وہ یہاں سے چلا جاتا ہے اور Ultimately سارا واقعہ ادھر سے ہو رہا ہے، بعض اوقات آپ کی تکمیل کرنے والا غم سے تکمیل کرتا ہے اور بعض اوقات خوشی سے تکمیل کرتا ہے، لیکن اکثر تکمیل جو ہے وہ غم میں ہوتی ہے، غم والے ایسے لوگوں کے لئے فرمان ہے کہ فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا یعنی "لوگ کم ہنستے ہیں اور زیادہ روتے ہیں"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غم آ جائے تو سمجھو کہ شاید تمہیں پسند کیا جا رہا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ جن کو گمراہ کرنا ہوتا ہے، ان کو خوشیاں دے دی جاتی ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ Success اور Pleasures آپ عام آدمی کے لئے، Common man کے لئے چھوڑ دو۔ بڑے آدمیوں کے لئے تو کچھ تکلیف اور کچھ ناکامیاں، کچھ دِقتیں اور کچھ غم کی کیفیتیں ہونی چاہئیں، اور یہ بڑے لوگوں میں چلتی رہتی ہیں کیونکہ ان لوگوں نے زندگی کے اندر راستے بنانے ہیں اور اللہ کی راہوں کو انہوں نے حاصل کرنا ہے۔ ایسے لوگ مل کے بھی روئیں گے اور جدائی میں بھی روئیں گے۔ جس انسان کو رونا نصیب ہو گیا وہ آدمی زندگی میں ہزار بار اپنے غم کا

Thankful ہو گا' غم کا شکر گزار ہو گا کہ یا اللہ تعالیٰ آپ نے مجھے پسند کر لیا۔ جو شخص آپ کو کسی چیز کے قابل نظر آئے اور جن لوگوں کو بڑے کاموں کے لئے رکھا جاتا ہے وہ اکثر غم سے گزرتے ہیں۔ تو یہ یاد رکھنا کہ مشکل کشا کو مشکلات ہی سے گزارا جاتا ہے۔ بس مشکل کشائی یہی ہے ۔ مشکل کشا کا مطلب یہ ہے کہ جو مشکلات میں گلہ نہ کرے۔ اب یہاں اسی کو مشکل کشا بننا چاہئے' جس کے اوپر مشکلات اتنی آئیں اور صبر اتنا ہے کہ سب سے زیادہ بلکہ رضا اتنی ہے کہ سب سے زیادہ۔ اسی کو تو مشکل کشا ہونا چاہئے۔ ہم لوگ جو ہوتے ہیں خوشیوں کی وجہ سے چلنے والے ہوتے ہیں کہ تھوڑی سی خوشی آتی ہے اور بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر ذرا سی تکلیف ہوئی تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ آپ غور سے سن لو کہ دو قسم کے انسان ہوتے ہیں' بہت سارے انسان ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کی زندگی میں بہت سے خوشگوار واقعات ہوں اور کبھی ایک آدھ واقعہ ناخوشگوار یا تلخ ہو جائے تو گلہ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی تلخ زندگی کے باوجود کوئی ایک آدھ واقعہ خوشگوار ہو جائے تو وہ شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ پہلے کی زندگی میں بھی شکر ادا کرتے رہتے ہیں کہ یا رب العالمین تیرا شکر ہے کہ جگنو کی روشنی تو ملی۔ شکر الحمد للہ۔ اور جو دوسری قسم کے لوگ ہیں اگر ان کی روشنی میں ایک داغ آ گیا تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کیا داغ آ گیا اور بڑے افسوس کی بات ہے' آج پھر اندھیرا ہو گیا۔ تو یہ آپ کا مزاج ہے کہ آپ کس انداز سے چلتے ہیں' اگر آپ Thankful رہیں تو نہ خوشی' خوشی ہوتی ہے اور نہ غم' غم ہے۔ آپ الحمد للہ پڑھتے جاؤ' غم آ

گیا تو الحمد للہ' کوئی اچھا واقعہ ہو گیا تو الحمد للہ' نہیں ہوا تو بھی الحمد للہ' واقعہ خراب ہو گیا تو بھی الحمد للہ۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ آپ تو کچھ بھی نہیں کر رہے ہو بلکہ کرنے والی ذات تو وہ خود ہے۔ اگر آپ کو یہ اختیار ہوتا تو پھر آپ یہ بات ضرور کر سکتے مگر یہ سب کچھ کرنے والا تو وہ خود ہے۔ تو وہ آپ ہی آپ ہے۔

جب وہ آپ ہی کر رہا ہے تو یہ اس کی مہربانی ہے اور ہمیں تو یقین ہے کہ وہ ہم سے زیادہ ہمیں جانتا ہے کیونکہ وہ ہمارا مالک ہے۔ "مالک الملک لا شریک لہ" "وہ سب کچھ کا مالک ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں"۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کون سی چیز کہاں پہنچنی چاہیئے' کون سا وقت کب ختم ہو جائے۔ آپ کو اگر Infinite ٹائم مل جائے تو پھر Infinite غلطیاں کریں گے کیونکہ آپ غلطی کئے بغیر رہ نہیں سکتے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ کب کس کو غلطی سے نجات دینی ہے ورنہ تو ہم لوگ اپنا بہت سارا نقصان کر جائیں۔ اس لئے آپ غم کو اس کے پاس رہنے دو اور خوشی بھی اس کے پاس رہنے دو۔ بس آپ غم اور خوشی دونوں کو عطا ہی کہو۔ آپ لوگ کہو کہ یہ تیری مہربانی ہے۔ غم اور خوشی دونوں نے گزر جانا ہے۔ اگر آپ غم کو اختیار کر لیں اور غم گزر جائے تو آپ کو تکلیف نہیں ہو گی اور اگر خوشی گزر گئی تو پھر آپ روئیں گے۔ اگر انسان کی Service کو اور خدمت کو اپنا مذہب بنا لیا جائے تو پھر آپ دوسروں کا غم کریں گے اور اپنی خوشی کے ساتھ چلتے جائیں گے۔ اس طرح آپ کو نہ غم رہے گا اور نہ خوشی رہے گی' بس آپ صرف اپنی ذات سے نکل جاؤ۔ جو اپنی ذات سے نکل گیا' نہ اس کو کوئی غم رہا اور نہ

اس کو کوئی خوشی رہی۔ آپ کو پہلے بھی ہم نے یہ بات بتائی ہے کہ غم اور خوشی کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک ہی چیز ہے۔ غم کسے کہتے ہیں؟ جانے والی خوشی کو غم کہتے ہیں یا حاصل نہ ہو سکنے والی خوشی کو غم کہتے ہیں۔ خوشی کسے کہتے ہیں؟ آیا ہوا غم' جب تک رہا تو خوشی کہلایا اور جب چلا گیا تو پتہ چلا کہ وہ غم ہی تھا۔ جیسے پیارے مہمان ہوتے ہیں کہ آنے سے خوشی ہوتی ہے اور جانے سے غم ہوتا ہے۔ اور ایک مثال مَیں نے آپ لوگوں کو بتائی تھی کہ بیٹیوں کا نام خوشی ہے اور پھر جب وہ رخصت ہو جاتی ہے تو پھر غم بن جاتی ہیں۔ تو خوشی ایسی چیز ہے کہ بیٹیوں کی طرح گھر میں رہتی ہے اور غم بن کر گھر سے نکل جاتی ہے۔ پھر بھی آپ لوگ دعا کراتے رہتے ہیں کہ دعا کریں کہ ہماری بیٹی کی رخصتی ہو جائے اگرچہ یہ ہماری بہت پیاری اور اچھی بیٹی ہے اور جدا کرنے کو دل نہیں کرتا۔ تو بیٹیوں کی رخصتی کے لئے ہم بھی دعا کرتے ہیں اور آپ خود بھی دعا کرتے رہتے ہو۔ تو جب تک ہمارے پاس تھی وہ خوشی تھی اور رخصت ہوئی تو غم کا احوال ہو گیا اور ہم یہ روز ہی بیٹیوں کی شکل میں دیکھتے رہتے ہیں۔ تو کوئی خوشی ایسی نہیں ہے جو دیرپا ہو اور ہمیشہ کے لئے رہنے والی ہو۔ صرف سرشارئِ دیدارِ حق کو زوال نہیں ہے کیونکہ جس طرح اللہ کو زوال نہیں ہے اسی طرح اللہ کی محبت کو زوال نہیں ہے۔ بس آپ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور ہمیں ان خوشیوں سے تعارف کرائے جنھوں نے غم نہیں بننا اور ان غموں سے تعارف کرائے جو اس کی مرضی سے آئیں اور اس کو قبول ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گستاخی سے بچائے' بغاوت سے بچائے اور ہم تو جانتے ہیں کہ

ہم خود ہی مہمان ہیں' ہم خود ہی عارضی لوگ ہیں اور ہم نے کیا پکا کام کرنا ہے' اس لئے یا رب العالمین ہمیں اپنی رضا پر چلنے کی توفیق عطا فرما' اور ہمیں اپنے امر کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما تاکہ ہمارا ایک ہی کام رہے کہ تیرے امر کے مطابق چلتے جائیں' کیا ہے ہماری خوشی اور کیا ہے ہمارا غم! ہم لوگ جانتے ہیں کہ یہ خوشی شیشے کے برتن کی طرح ہے اور کوئی برتن ایسا نہیں ہے جو نہ ٹوٹے۔ جس طرح شیشہ ہے' اسی طرح دل ہے۔ دعا کرو کہ سب خیر ہو جائے' آمین' ثم آمین! تو آپ لوگ خوشیوں کو اس کے خیال کے مطابق رکھو۔ میں آپ لوگوں کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں کہ آپ کے بیٹے بیٹیاں جو ہیں وہ خیریت سے اچھے سفر میں رواں دواں رہیں۔ اب آپ اور سوال پوچھو ——— پوچھو!

سوال :۔

سر! یہ خوشی اور غم تو مزاج کا نام ہے اور انسانوں میں غم اور خوشی کو برابر کرنا تو Practically مشکل ہی ہے' ایسے میں کیا کریں؟

جواب :۔

یہ عام آدمی کے لئے تو مشکل ہے لیکن آپ لوگ عام تو نہیں۔ مثلاً" جیسے آپ سب لوگ اس محفل میں آتے ہیں اور یہ جو ٹائم ہمارے پاس یہاں گزرتا ہے' اس ٹائم میں ہم ہر چیز سے بیگانہ ہو جاتے ہیں اور اگر یہ کیفیت باقی دنوں میں بھی ہمہ حال رہے تو پھر آپ بہت ساری چیزوں سے نکل کے ہمہ حال ہو جائیں گے لیکن اس کو اتنا رکھتے ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے کاروبار سے ہی معطّل ہو جائیں۔ ابھی آپ

اپنا کام کرتے جائیں اور یہ مصروفیت بھی چلتی رہے تو اللہ کے فضل سے ایسا وقت آ سکتا ہے کہ ہم اپنی خوشی اور غم سے آزاد ہو سکتے ہیں' ہم اس خاص وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ ۔

کارِ سازِ ما بہ فکرِ کارِ ما
تو دانی ِ حساب کم و بیش را۔

مطلب یہ کہ ہمیں کم و بیش کی کیا ضرورت ہے' یہ سب تو جانے' ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے' تو ہی ہمارے لئے اچھا جانتا ہے اور تو ہی ہمارے لئے برا جانتا ہے' ہم تو اپنے لئے جو کریں گے برا ہی کریں گے' اگر ہمیں اختیار ہوتا تو ہم آدھے آدمی ایسے ہی غرق کر دیتے جو کہ ہمارے دشمن ہیں اور جو آدمی ہمارا کہنا نہیں مانتا اور جو آدمی ہمیں پسند نہیں ہو گا اس کو تو ہم ویسے ہی اڑا دیں گے کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے مگر ابھی تک وہ زندہ ہے اور ابھی تک ہم نے اس کو برداشت کیا ہوا ہے۔ تو یہ غم اور خوشی اپنے اپنے اندازِ فکر ہیں۔ ایک آدمی رو رہا تھا اور ایک آدمی ہنس رہا تھا۔ ہنسنے والے نے پوچھا کہ آپ روتے کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ پہلے آپ بتاؤ کہ آپ ہنستے کیوں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ تو رو رہا ہے تو دوسرے نے جواب دیا کہ میں روتا اس لئے ہوں کہ آپ ہنس رہے ہو اور مجھے تیری ہنسی پر رونا آ رہا ہے۔ آپ کو آدھے غم تو لوگوں کی خوشیوں کی وجہ سے لگے ہوئے ہیں اور آپ کا جو سوال تھا اس کی منشاء یہ تھی کہ کسی کی خوشی جو ہے وہ کسی کو برداشت نہ ہو تو یہ بھی ایک غم بن جاتا ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ موقع کا فائدہ وہ لے گیا ہے لیکن حق میرا تھا۔ کیا

آپ کا حق صبر کرنا نہیں ہے؟ اب آپ دیکھو کہ پنجاب کا حق مرکز پر ہے اور مرکز کا حق پنجاب پر ہے اور آپ کا حق ہے کہ آپ دونوں کے حالات کو غور سے دیکھتے جاؤ اور جب آپ کے پاس اختیار اور استعداد ہو تو حق کے مطابق بولنا۔ آپ یہ دیکھو کہ یہ اللہ کی مرضی ہے وہ جس جگہ رکھے۔ جس کو جہاں رکھے اور جو شخص جس قابل ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس سے کام لے لیتا ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کون ولی ہو گیا تھا جب کہ ہونا کسی اور نے تھا تو ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک بندہ عبادت کرتا جائے اور اسے کچھ نہ ملے اور دوسرا صرف پاس سے گزرا اور حاصل کر گیا۔ اس طرح کے بڑے بڑے واقعات ہیں جو فقراء کرام نے لکھے ہیں۔ ایک آدمی ایک درویش کے پاس گیا' ان کے پاس بہت سے خلفاء بیٹھے ہوئے تھے' اس شخص نے جا کر ایسی بات کی کہ اس درویش نے اس کو فوراً" فیض یاب کر دیا۔ پرانے خلفاء اور وہاں کے لوگوں نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس کو فوری طور پر سرفراز کر دیا جب کہ ہم اتنے عرصے سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ شخص خشک لکڑی لے کر آیا تھا جو آتے ہی جل گئی اور تم گیلی لکڑیاں ہو جو سلگتی جا رہی ہیں اور جلتی نہیں۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ اب یہ ایسے واقعات ہیں جو کہ نصیب کی بات ہے اور یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ لوگ بعض اوقات کسی Strange لفظ کے اوپر رقص کرتے ہوئے نصیب لے گئے۔ لفظ کسی اور کا تھا اور نصیب کسی اور کا بن گیا۔ ہندوؤں کا زمانہ تھا' ایک آدمی ایک جگہ بیٹھا تھا' اس نے دیکھا کہ اُدھر سے ایک ہندو لڑکی آ رہی ہے' اس نے کہا یا اللہ اس کو آپ آگ میں ڈالیں گے جس کو اتنا خوبصورت

بنایا ہے' مہربانی فرمائی جائے۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہ لڑکی کلمہ پڑھتی آ رہی ہے۔ اب یہ فیض کا طریقہ ہے۔ اس طرح وہ بزرگ بہت مشہور ہو گئے اور وہ اپنے زمانے کے بڑے مشہور بزرگ تھے۔ چلتے چلتے جس پر بھی نگاہ ڈالتے تھے وہ کلمہ پڑھتا جاتا تھا۔ اس طرح یہ بات عدالت تک چلی گئی اور یہ بات ریکارڈ میں موجود ہے۔ غیر مسلموں نے کہا کہ یہ شخص تو ہندو اور سکھوں کو کلمہ پڑھاتا جا رہا ہے' لہٰذا اس کو پکڑو۔ بابا جی کو عدالت میں لایا گیا تو انہوں نے کہا لوگ مجھے ایسے ہی بدنام کرتے ہیں۔ میں نے کسی کو کب کلمہ پڑھایا ہے تو اس وقت جو ریڈر تھا وہ کہنے لگا کہ انہوں نے مجھے کلمہ پڑھایا ہے اور وہ کلمہ پڑھ گیا اور جج بھی کہنے لگا انہوں نے مجھے بھی کلمہ پڑھایا ہے۔ اور وہ کہنے لگے کہ چھوڑو بابا جی کو' یہ ایسے ہی ہیں۔ اب یہ نصیب کی بات ہے' جس کو چاہے اللہ تعالیٰ سرفراز کر دے۔ وہ اگر چاہے تو سب کچھ ہو جائے۔ آپ اپنے اسلام کو بھی اس کی مہربانی سمجھو کہ یہ جو آپ کے پاس ایمان ہے' جو بھی کچا پکا ہے اس کو رہنے دو' شکر کرو اور آپ دعویٰ چھوڑو۔ یہ دنیا چار دن کا میلہ ہے اور اس نے آپ کو میلے پر روانہ کیا ہے تو آپ شکر ادا کرتے جاؤ اور اس وادی میں وفا اور شکر سے گزر جاؤ۔ اس میں حاصل کچھ نہیں ہونا۔ یہ تو Down the hill ہے' اوپر سے کسی وقت بھی گر سکتے ہو' اس لئے اور کیا بات کرنی ہے' بس اس سفر میں چلتے جاؤ' سنگت بناتے جاؤ اور یہ جو آپ غم بناتے جا رہے ہو' یہ غم حاصل کی تمنا کا نام ہے' آپ حاصل کی تمنا چھوڑ دو' غم ختم ہو جائے گا۔ حاصل کی تمنا' مقام کی تمنا' مرتبے کی تمنا' شہرت کی تمنا اور چاہے جانے کی تمنا کو چھوڑ دو تو غم ختم

ہو جائے گا۔ دو باتوں کی وجہ سے غم بنتا ہے' ایک تو یہ ہے کہ مجھے نہ چاہا جائے اور ایک یہ ہے کہ آپ کے غیر کو چاہا جائے' گھروں میں جھگڑے اسی وجہ سے چلتے ہیں کہ میں نے تو اسے By the way یہ بات کی تھی مگر آپ نے محسوس کر لیا۔ تو حاصل کی ہوئی چیز سے غم بنتا جائے گا۔ تو غم سے نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ حاصل کرنے کی تمنا چھوڑ دو۔ آپ مسافرت کا خیال رکھو کہ آپ سفر میں ہو اور اپنے اندر سفر میں رہنے والی کیفیت کو قائم رکھو۔ اس میلے میں ہم نے کیا حاصل کرنا ہے' جو کچھ حاصل ہے اس سے وقت گزارو' ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرو اور اللہ کا اسم اِعظم پڑھتے جاؤ' اس طرح آخر کھیل ختم ہو جائے گا' آپ کی آدھی زندگی اپنے حالات کی پریشانی میں گزرتی ہے اور آدھی زندگی آپ نے دوسروں کو پریشان کرنے میں گزاری۔ اس لئے دریاؤں کو چلنے دو جیسے بھی جا رہے ہیں' بس یہ ٹھیک چلتے جا رہے ہیں' اس میں نہ کوئی بند بناؤ اور نہ کوئی شور مچاؤ۔ بس زندگی کو چلنے دو' یہ جس طرح بھی جا رہی ہے' ہم کب تک حالات کا رخ موڑیں گے۔ اپنے بچوں کو دعا دیتے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر رہے اور ''غم و خوشی'' ساتھ ساتھ چلتا جائے۔ یہ سب ہماری اپنی خواہش کے نام ہیں۔ بس آپ خواہش کو چھوڑ دو کیونکہ خواہش کبھی غم بنتی ہے اور کبھی خوشی بنتی ہے۔ ہماری جو چھوٹی چھوٹی خواہشیں ہیں' وہ ہمارے چھوٹے چھوٹے غم ہیں۔ ویسے آپ کو ایسا آدمی تلاش کرنا چاہئے جس کا غم دیرپا ہو' اگر دیرپا غم مل گیا تو آپ کا رنگ اور ہو جائے گا۔ دیرپا غم کیا ہوتا ہے اور دیرپا خوشی کیا ہوتی ہے؟ اگر خدانخواستہ کوئی شخص غم میں مبتلا ہے تو اس کو شام کے وقت بھوک

تو نہیں لگنی چاہئے اور اس کو نیند بھی نہیں آنی چاہئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہم جنازے میں جاتے ہیں تو لوگ اس شخص کو کہتے ہیں کہ چھوڑو باقی سب باتوں کو' پہلے آپ "قل شریف" کی تاریخ بتاؤ اور اس طرح غم اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے' پھر کہتے ہیں کہ کھانے پینے کا کیا کر رہے ہو؟ اس طرح وہ شخص بیچارہ اپنا غم بھول کر انتظام کے بارے میں سوچنے لگتا ہے کہ قل' سوئم' چہلم وغیرہ کیسے کریں گے اور اس طرح بات کدھر سے کدھر نکل جاتی ہے۔ اب غم سے اس کا خیال کسی اور طرف بدل گیا۔ پھر لوگ آنا جانا شروع ہو جاتے ہیں۔ تو یہ دنیا غم بھی نہیں رہنے دیتی اور خوشی بھی نہیں رہنے دیتی۔ اس لئے آپ اسے امرِالٰہی سمجھو' نہ خوشی کو آپ Oblige کرو اور نہ غم کو apply کرو۔ اس طرح یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہاں جی بولو..... اور سوال پوچھو!

سوال :۔

سر! ایک بات ہے کہ قرآن پاک میں جنت کا جتنا ذکر کیا گیا ہے اور ہمیں یہ جو زندگی اللہ تعالیٰ نے دی ہوئی ہے' یہ بھی تو جنت سے کم نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کا تو ہمیں پتہ نہیں ہوتا لیکن آگے کا تو پتہ نہیں کہ ہمیں جنت ملنی ہے کہ نہیں۔ یہ ہمیں کیسے اندازہ ہو گا کہ ہمیں جنت مل سکتی ہے یا نہیں مل سکتی؟

جواب :۔

کہتے ہیں افسوس ہے اس کے لئے کہ جس نے تھوڑی سی خوشی اور عارضی خوشی پر دائمی خوشی کو نثار کر دیا ہو۔ یہ دنیا عارضی خوشی ہے'

یہاں پر وقفوں میں خوشی ہے۔ یہاں پر خوشی کچھ دنوں میں Celebrate ہوتی ہے۔ یہاں دنیا میں آپ کو اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ دوسرا آدمی جو ہے وہ آپ کی عدم موجودگی میں کیا کہہ رہا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہاں دنیا کا اور وہاں آخرت کا فرق یہ ہے کہ وہاں پر غیبت نہیں ہوگی۔ آپ اس زندگی کو جنت بناتے ہیں' یہ جنت ہی ہے' بشرطیکہ آپ ایک کام کرو کہ اس زندگی میں آپ کی زبان سے کسی غیر حاضر یا حاضر شخص کا گلہ نہ نکلے۔ اور آپ کے کان میں کسی غیر حاضر کا گلہ نہ پڑے۔ بس آپ نہ گلہ کرو اور نہ گلہ سنو۔ بس یہی زندگی جنت بنی شروع ہو جائے گی۔ آپ اسی زندگی کو Trust اور اعتماد کی زندگی بنا لو' اگر یہ اعتماد کی زندگی بن جائے تو آپ اسے اللہ کی طرف سے سمجھو۔ آپ اس کو اللہ کی طرف سے کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ وہ اس طرح کہ اگر اللہ تعالیٰ کہے کہ آپ یہ زندگی لے لو تو آپ یہ زندگی حاصل کر لو اور اگر وہ کہے کہ اب واپس آ جاؤ تو آپ سب کام بند کر دو۔ تو اب آپ کو زندگی جاری کرنے میں جتنی خوشی تھی' اتنی ہی خوشی زندگی کو بند کرنے میں ہونی چاہئے۔ تو پھر یہ زندگی اللہ کی طرف سے ہے اور بس یہ جنت ہے۔ جنت کب ہے؟ کہ جس کو حاصل کیا ہے اس کو چھوڑنے میں بھی دِقّت نہ ہو اور کسی انسان کا گلہ نہ ہو اور کسی انسان کا گلہ نہ سنا جائے' تو رنجش اور ناراضگی تو دور کی بات ہے۔ جس کا گلہ ہو رہا ہے وہ آدمی پتہ نہیں اللہ کا کتنا محبوب ہو گا۔ جسے ہم کانٹا سمجھ رہے ہیں وہ کسی اور جہاں کا پھول ہو گا۔ اس لئے آپ ان باتوں کو سمجھو۔ آپ جسے Enjoyment کہہ رہے ہیں وہ ایک وہم کا نام ہے اور غفلت کا نام ہے'

وہ جنت نہیں ہے۔

سوال :۔

سر! اگر ہم اپنی زبان سے کسی کے بارے میں غلط بیانی نہ بھی کریں اور کوئی دوسرا شخص کسی کا گلہ کر رہا ہے اور ہم بن رہے ہیں یعنی جو ہمارے کانوں میں آواز خود بخود آ رہی ہے اس کو کیسے روکیں' اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

جواب.:۔

اس کو آپ روکو اور ضرور روکو۔ یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی کوڑا کان میں ڈال رہا ہو۔ اس سے کہیں، کہ میں کیوں تیرے اس جرم کے اندر شریک ہو جاؤں۔ اسے غیبت کہتے ہیں اور اللہ کا فرمان ہے کہ غیبت کرنے والا ایسے ہے کہ جیسے اس نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا ہو۔ آپ اس کو اپنے سامنے حرام مت کھانے دو۔ اس سے کہو کہ ہم گلہ نہیں سنتے۔ اگر کسی کو اس شخص سے رنجش ہے تو اس کو منہ پہ کہنا چاہیئے۔ آپ دیکھنا کہ اس کے بعد آپ کی زندگی جنت بن جائے گی۔

سوال :۔

سر! اس راستے میں ابتدائے شوق والے کہیں Frustration کا شکار تو نہیں ہو جاتے؟ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

جواب :۔

ابتدائے شوق والا جو ہے وہ اپنے شوق کا خیال کرے۔ کہتے ہیں

اس شوق کی ابتداء اور انتہا نہیں ہوتی بلکہ یہ مکمل ہوتا ہے۔ کیا کہا شوق کیا ہوتا ہے؟ اس میں Stages نہیں ہوتیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ہم اپنی Love کے پہلے Stage میں ہیں، دوسری Stage آنے والی ہے اور پھر تیسری Stage آئے گی۔ شوق میں پہلا قدم ہی آخری قدم ہوتا ہے۔ یہ ایسی چیز ہے کہ اچانک بجلی آ جائے، بجلی جو ہے وہ Gradual نہیں ہوتی، بجلی گری تو شوق والا دل اچانک روشن ہو جاتا ہے۔ اس کو پہلے ہی روز پتہ چل جاتا ہے اور اس کا پہلا قدم ہی آخری قدم ہوتا ہے بلکہ اس کا ہر قدم ہی محبت ہوتا ہے۔ اس لئے ہم لوگوں کو محنت سے نہیں روک رہے۔ ہم یہ تو کہہ رہے ہیں کہ Indication کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے بلکہ جس راستے پر آپ چلے ہو، چلتے جاؤ اور پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم سے پوچھتے ہو تو آپ صحیح چل رہے ہو۔ اس نے اگر کھل کر سوال پوچھا تو ہم نے بھی کھل کر جواب دے دیا۔ ایک شخص نے ہم سے پوچھا ہے کہ میں اس راہ پر ٹھیک چل رہا ہوں؟ تو میں آپ کے سامنے کہتا ہوں کہ وہ ٹھیک چل رہا ہے، آپ بھی اس پر گواہ رہنا۔ اب اس کا ہم پر حق ہوگیا ہے۔ اگر اس نے کہا کہ زندگی میں الجھنیں ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آگے جاکر الجھن پڑ جائے۔ اس لیے یہاں اور وہاں کی کوئی اہمیت اور وقعت نہیں ہے۔ وہاں کا راستہ نہیں رکتا، یعنی یہاں سے الجھن دور ہونی چاہیئے۔ یہاں کے راستے تو ایسے ہی ہیں، ان کو چلنے دو۔ اگر وہ ہم سے یہ کہتا ہے کہ میرا ماضی بڑا داغ دار ہے، ہم کہتے ہیں توبہ کرو تو ماضی پیچھے رہ جاتا ہے اور اب آپ آگے کی طرف سفر کرو۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ مجھ سے کچھ واقعات ایسے ہوگئے ہیں

جو Revokable نہیں ہیں٭ تو واقعات ٹھیک ہوسکتے ہیں اور ختم ہو سکتے ہیں۔ اگر کچھ الجھنیں ایسی ہیں جن کو سلجھانا مشکل ہے تو وہ بھی سلجھ جائیں گی۔ اگر کوئی کہے کہ مجھے لوگ قبول نہیں کرتے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ ان کو قبول کرتے جاؤ۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ لوگ Tension دیتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں' تو ہم کہتے ہیں کہ جب تو اللہ کا ہو گیا تو پھر کیسی Tension۔ اس لئے آپ اپنی Tension بھی اللہ کے حوالے کرو' اور دعا کیا کرو کہ یا رب العالمین آپ ہی اپنے بندوں کو سمجھا اور ہم جو سارے آپ کے بندے ہیں' آپ کے غلام ہیں وہ آپ کی راہ پر چل رہے ہیں' ہمیں Tension سے بچا۔ لہٰذا پریشان ہونے والی بات نہیں ہے۔ آپ سب کا لحاظ کیا کرو۔ ماں اور باپ ذریعۂ نجاتِ آخرت ہیں ورنہ سارے واقعات الٹ ہو جائیں گے۔ اگر کوئی درویش یا فقیر مل جائے تو سارے واقعات اور حالات درست ہو جاتے ہیں۔ درویش صرف خبریں بتانے کے لئے ہی نہیں ہوتے بلکہ اللہ کے قریب کرتے ہیں۔ اس لیے آپ کسی درویش سے ضرور وابستہ ہو جاؤ۔ باقی یہ خبریں بتانے والا سسٹم ہے' یہ ہوتا ضرور ہے۔ کبھی کوئی ہُدہُد خبر دیتا ہے اور کبھی کوئی اور Messenger خبر دیتا ہے۔ جب ہم درود شریف پڑھتے ہیں تو ان کو خبر ہو جاتی ہے' جب کسی مزار پہ جاتے ہیں تو صاحب مزار کو خبر ہوتی ہے۔ بلکہ اگر وہ بلائے تو آپ جاتے ہیں لوگ آپ کو بے یقینی کی خبریں دیتے ہیں کہ پتہ نہیں صاحبِ مزار کو آپ کی خبر ہے کہ نہیں ہے' پتہ نہیں درود شریف پہنچتا ہے یا نہیں' پتہ نہیں اللہ معاف بھی کرتا ہے یا نہیں۔ اللہ کو معاف کرنے میں کوئی وقت نہیں بلکہ اللہ

معاف کرکے خوش ہوتا ہے' اللہ کو معاف کرنے میں Pleasure ہوتی ہے اور سب سے بڑی عبادت توبہ کرنا ہے اور پھر بندوں کے حقوق پورے کرنے ہیں۔ پھر آپ بے شک اللہ کی یاد میں گم ہو جائیں' عبادت کا ایک سسٹم ہے' اس کو آپ جاری رکھو' اس سسٹم میں کلمہ ہے' روزہ ہے' زکوۃ ہے' نماز ہے اور حج ہے۔ پھر آپ فقہ اور حدیث کے مطابق عمل کرتے ہیں' عبادت کو صرف ظاہری طور پر نہ کرو' بلکہ اس میں باطن شامل ہونا چاہیے۔ اگر عبادت میں باطن شامل نہ ہو تو ظاہر نے مومن نہیں ہونا' باطن کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ظاہر خود بخود مومن ہو جائے گا۔ اصلی کلمہ اس کو پڑھاؤ وہ جو اندر بیٹھا ہوا ہے یعنی وہ باطن ہے اگر وہ مومن ہو گیا تو پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال :۔

سر! مزار پر کب جایا کریں؟

جواب :۔

آپ اس وقت مزار پر جایا کریں جب کوئی آپ کو مزار پر بھیجے یا پھر کوئی صاحبِ مزار آپ کو بلائے تو جاؤ۔ ورنہ نہ جاؤ۔ جو آپ کو کسی مزار پر بھیج رہا ہے وہ آپ کو بتا دے گا کہ کیوں بھیج رہا ہے اور وہاں جاکر کیا کرنا ہے۔ اگر آپ کو کوئی بلائے گا تو خود بتا دے گا کہ کیوں بلایا ہے اور وہاں کس طرح آنا ہے اور کیا کرنا ہے' کہاں بیٹھنا ہے' ہر جگہ کے آداب ہوتے ہیں۔ بابا فریدؒ جب داتا دربار کے لئے آئے تو لاہور کے ڈسٹرکٹ کورٹس میں چلہ کیا۔ میاں شیر محمد شرقپوریؒ داتا دربار سے کئی

میل دور کھڑے ہوتے تھے اور آگے نہیں جاتے تھے۔ فرماتے تھے آگے نہیں جاسکتے کیونکہ آگے تجلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر بزرگ نے اپنا حساب بنایا ہوا ہے' وہ آپ کو جیسے بلائیں آپ ویسے ہی چلتے جاؤ۔ آپ کبھی کسی مزار پر تکلف میں یا رواداری میں نہ چلے جانا' ایسا کبھی نہ کرنا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ صاحبِ مزار کچھ نہیں کرسکتا تو پھر آپ بھی ان کو کچھ نہ کہو۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ کچھ کررہے ہیں تو پھر ان سے ضرور کہو۔ مزار پر تب جاؤ When you are aware about his اور پتہ ہونا چاہے کہ صاحب مزار سے آپ کی وابستگی کیا ہے اور یہ سسٹم ہے بھی کہ نہیں! اگر آپ سمجھتے ہیں کہ قبروں کی پوجا شروع ہو گئی ہے تو پھر آپ مت جاؤ۔ جب ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ زندہ ہیں اور ہم ہی مرے ہوئے ہیں تو پھر کہانی شروع ہو جاتی ہے۔ پہلے اس بات کی تحقیق کرو کہ زندہ کون ہے؟ ان کی قبریں روشن ہوئی پڑی ہیں' میلے لگے ہوئے ہیں اور ادھر ہمارے ہاں شام کو چراغ گل ہو جاتا ہے' قبرستان میں میلے ہیں اور یہ دنیا میلوں والا قبرستان ہے۔ زندگی کیا ہے؟ تقربِ حق کی دلیل ہے۔ تقربِ حق کدھر ہوتا ہے؟ جدھر آپ کو نظر آتا ہے' آپ وہاں چلے جاؤ۔ جدھر سے آپ کو تقربِ حق کی خوشبو آئے' آپ ادھر چلے جاؤ۔ تو مقصد کیا ہوا؟ حق! کائنات کا حق "اللہ" ہے۔ اگر کہیں پر آپ کو وابستگی مل جائے تو وہاں پر اللہ کا فضل شروع ہو جاتا ہے اور وہ تقربِ حق کی دلیل ہے۔ جہاں تقربِ حق کی Indication ملے' وہاں آپ نے ضرور جانا ہے' لیکن وہاں بڑی احتیاط سے جانا چاہئے۔

سوال :۔

سر! یہ جو کہتے ہیں کہ عورتوں کو مزارات پر نہیں جانا چاہئے۔ اس بارے میں کچھ فرمائیں؟

جواب :۔

مردوں کا مزار پر جانا تو صحیح ہے لیکن لوگ دیکھ رہے ہیں کہ عورتیں بھی جاتی ہیں' آپ عورتیں' جانے والی عورتوں میں ہو جاؤ' وہ جانے اور وہ جانے۔ کہنے والے کہتے رہتے ہیں اور جانے والے جاتے رہتے ہیں۔ اس سوال کا جواب نہ لو بلکہ جانے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ آپ کے لئے بہتر یہ ہے۔ وہ مزار والا خود ہی سوال کا جواب دے دے گا۔ آج تک بے شمار کوششیں ہوئی ہیں کہ مزاروں پر عرس نہیں ہونے چاہئیں مگر وہ ہوتے جا رہے ہیں اور بڑھتے جا رہے ہیں۔ روکنے والے بھی کہتے جارہے ہیں' یہ منانے والے بھی کہتے جارہے ہیں۔ بس یہ زندگی چار دن کا میلہ ہے' اس میں آپ نے جو سوچا ہے اس کو کر گزرو اور آپ یہ راز دریافت کرلو کہ خوشبو کہاں سے آئی ہے۔ اپنے آپ کو بدلتے نہ رہا کرو۔ جس بلی کو دیوار پر سے چڑیا ملے گی وہ دوبارہ اسی دیوار پر ہی بیٹھی رہے گی' جہاں سے بلی کو چوہا ملے گا وہ وہیں بیٹھی رہے گی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس کو جہاں سے منفعت ملی ہے' اس نے وہیں سے حاصل کرنا شروع کر دینی ہے۔ جہاں جہاں سے آپ کو Indication ہوئی ہو' وہاں پر آپ اپنا رابطہ رکھو۔ باقی دنیا کی باتوں کو چھوڑ دو۔ یہ بھی کہتے رہیں گے اور وہ بھی کہتے رہیں گے۔

سوال :۔

کیا حضور پاکؐ کو معراج جسمانی ہوا تھا یا روحانی؟

جواب :۔

کچھ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ جسمانی ہے کہ روحانی ہے' ہم کہتے ہیں کہ جو اللہ معراج عطا کر سکتا ہے وہ جسمانی کیوں نہیں کرا سکتا۔ تو یہ معراج جو ہے وہ روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی ہے۔ جو اللہ مومن کے قلب میں ہو سکتا ہے' اس کے پانے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے بندے کو سیر کرائی اور یہ اللہ اور اللہ کے بندے کی بات ہے۔ اگر اللہ چاہے تو روحانی سیر کرائے اور چاہے تو جسمانی کرائے' وہ مالک ہے' جہاں مرضی اور جسے مرضی سیر کروائے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ جسمانی یا روحانی معراج سے آپ پیغمبرؐ کی صفت زیادہ بیان کر رہے ہو' مالک کو کون منع کر سکتا ہے' وہ جو مرضی کرے۔ وہ مالک ہے' اپنے بندے پر درود شریف پڑھ رہا ہے' کیا وہ انہیں سامنے بٹھا کے نہیں پڑھ سکتا۔ وہ ساری دنیا میں سب سے زیادہ درود بھیج رہا ہے' فرماتا ہے کہ " میں اور میرے فرشتے درود شریف پڑھ رہے ہیں' اور ہم نے جس کو بھی خاص بندہ بنایا ہے اس سے بھی کہا کہ تم بھی درود شریف پڑھو"۔ ان اللہ و ملئکۃ یصلون علی النبی یا ایھا لذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ یعنی " اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاکؐ پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو"۔ اب جب بندے بھی درود شریف پڑھیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڑی محبت ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کا

کسی کو کہیں لے جانا مشکل ہے، کبھی بھی مشکل نہیں ہے۔ اللہ کو ان سے اب یہ بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ ظاہری معراج تھا یا باطنی معراج تھا، اللہ جانے اور اس کا بندہ جانے، ہم سے تو دونوں باتیں بہت بلند ہیں۔ معراج کے بعد کافروں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ کے پیغمبر کہتے ہیں کہ انہیں معراج ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ اگر آپؐ نے فرمایا ہے تو پھر ٹھیک ہی ہے۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ درجے دیکھو کہ اتنے عرصہ بعد بھی لوگوں کے دلوں پر حکمرانی آپؐ کی ہی ہے۔ کائنات میں آج تک کسی انسان کی اتنی تعریف نہیں کی گئی جتنی آپؐ کی، آپؐ کے زمانے میں اور آپؐ کے بعد کے زمانے میں بھی۔ یہ سب اللہ کی شانیں ہیں، اللہ اس کو مزید بلند کرے گا۔ اس لئے آپ ان باتوں کو مت سوچا کرو۔ بس آپ شوق سے چلتے جاؤ اور یاد رکھنا، شوق سے غافل نہ ہونا۔ شوق کے پاس ہی اللہ ہے، بندے کے پاس اللہ نہیں ہے۔ اللہ کہاں ہے؟ شوق کے پاس ہے۔ اللہ صاحبانِ شوق کے پاس ہے۔ اپنے شوق کی حفاظت دعا حاصل کر کے کیا کرو۔ اپنے شوق کی حفاظت کیسے کرو؟ دعاؤں کے ساتھ، درخواست کے ساتھ، التجا کے ساتھ، اور آپ کے شوق میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا وجود موجود نہ ہو۔ جب آپ صاحبانِ شوق بن جاؤ تو پھر خیال رکھنا کہ لوگوں کے حقوق مجروح نہ ہوں۔ اور یہ پکی بات ہے کہ شوق کا راستہ حقیقت کا راستہ ہے۔

سوال :۔

تو کیا شوق کے درجے ہوں گے؟ پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب :۔

اس میں Normally درجہ کوئی نہیں ہے بلکہ سارے صاحبانِ شوق چھوٹے سے لے کر بڑے تک' ایک ہی ہیں۔ اس میں مقامات یہ ہیں کہ پیغمبر ایک بلند مقام ہے اور ایک مقام امتی کا ہے۔ آپ یہ نہ دیکھنا کہ شوق کے سفر میں منصور حلاجؒ کا کیا مقام ہے اور آپ کا کیا مقام ہے۔ یہ اپنی اپنی بات ہے' ہر آدمی ایک ہی بات میں گم اور سب کی محبوب ذات ایک ہی ہے۔ باقی سب کے اپنے اپنے تعلق کی بات ہے۔ آپ اپنے راستے کو دیکھو اور اپنا واقعہ دیکھو کہ آپ کا شوق آپ کو کدھر کدھر لے کر پھرا ہے۔ آپ کو وصالِ حق کا شوق ہونا چاہئے۔ کہیں آپ کا مقصد دنیا نہ ہو' دنیا کے وصال کے مقصد سے بچو۔ اگر دنیاوی مقصد ہو تب بھی اس کو مقصد نہ بناؤ یعنی دنیا کے بارے میں یہ کہنا چاہیئے کہ دنیا میری ضرورت ہے' مقصد نہیں ہے' مقصد میرا اللہ کریم ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ فی الحال مقصد کا حصول نہ ہو رہا ہو۔ دعا یہ ہونی چاہیے کہ یا اللہ میری دنیا پوری ہو جائے لیکن میرا مقصد آخرت ہونا چاہئے اور اللہ ہونا چاہئے۔

سوال :۔

سر! ملک میں حالات بڑے خراب ہیں' آپ دعا فرمائیں!

جواب :۔

دنیا میں آپ کا عمل ہونا چاہئے اور اللہ کا امر ہونا ہی ہے۔ دنیا میں دو قسم کے واقعات ہیں' یا نفی یا اثبات۔ جب منفی طاقتیں عمل میں

آجائیں تو پھر Positive forces خود بخود عمل میں آجاتی ہیں۔ اللہ ملک پہ مہربانی فرمائے۔ اور وہ ضرور فرمائے گا۔

سوال :۔

سر! ہمارا ملک تقریباً" غیروں کے قبضے میں آگیا ہے آپ اس سلسلے میں بھی دعا فرمائیے!

جواب :۔

یہ جو کیفیت پیدا ہوئی ہے اس لئے ہوئی ہے کہ ہم اپنے Conf licts کی وجہ سے کمزور ہو گئے ہیں۔ اس لئے لگتا ہے کہ ہمارا ملک دشمن کے نرغے میں آگیا ہے۔ یا ہم میں سے ایک ایک گروہ ان کے ساتھ Incude ہو گیا ہے یا دشمن سے کوئی خفیہ رابطہ ہو گیا ہے۔ یہ سوال بڑے دلوں میں، بڑے لوگوں میں پیدا ہوا ہے کہ کہیں دشمن چھا تو نہیں گیا۔ ۱۹۷۱ء میں بھی لوگوں کے دلوں میں سوال پیدا ہوا تھا کہ ایسا تو نہیں ہو گیا۔ جب انگریز نے نیا Country بنوایا تو سوال پیدا ہوا کہ کہیں انگریز نے تو پاکستان نہیں بنایا، کیونکہ ہندو اور مسلم پہلے دونوں کو لڑایا، اور پھر ملک الگ کرایا۔ اس طرح لوگ سوچتے رہے ہیں۔ فی الحال آپ یہ ضروری کام کرو کہ پاکستان بنانے والی قوت کو دریافت کرو۔ یہ دیکھو کہ کس نے ملک بنایا۔ اگر کسی Chance نے ملک بنایا ہے تو Chance سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً" ایک Favourable task سے ملک بن گیا اور پھر ایک Less favourable task سے کام خراب بھی ہو سکتا ہے۔ اگر ملک کسی مشیت کی وجہ سے بنا تھا تو

کیا یہ مشیت اب اسے چاہتی ہے۔ یہ ملک کچھ لوگوں کی نیکی سے بنا۔ دراصل اس وقت ملک پر جو انتشار کا بوجھ ہے اور سیاسی اختلاف کا بوجھ ہے' اس سے Common man میں ہر طرح کی Negative یا منفی سوچ پیدا ہو رہی ہے۔ ایسا وقت دعا کا وقت ہوتا ہے۔

وطن کی جان پر بن سی گئی ہے
بڑی دولت تھی ہاتھوں سے لٹی ہے

دراصل ملک کے بارے میں جتنا اندیشہ ہے' اتنا خطرہ نہیں ہے۔ اب آپ دیکھو کہ ایسا کیوں ہے؟ اس کی Reason یہ ہے کہ کسی ملک میں کسی کی بھی حکومت ہو' اس حکومت کو ایک چیز سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور وہ ہے حکومت کا قائم رہنا۔ اگر حکومت اپنے ملک کو کسی اور کے حوالے کر دے گی تو خود قائم نہیں رہے گی۔ لہٰذا ملک کو کسی کے حوالے نہیں ہونے دیا جائے گا۔ تو یہ ہر حکومت کی بڑی ذمہ داری اور خواہش ہوتی ہے۔ اس معاملے میں حکومت کبھی Insincere یعنی غیر مخلص نہیں ہوتی بلکہ اکثر Inefficient ہوتی ہے' نا اہل ہوتی ہے۔ حکومت کبھی ملک کو دشمن کے حوالے نہیں کرے گی۔ یہ حکومت کی اپنی خواہش ہوتی ہے کہ ملک میں ان کی اپنی حکومت قائم رہے۔ اس کے لئے اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اہلیت والے لوگ مہیا کرے' تب تو بات بن سکتی ہے۔ وہ جو ایک دور ۱۹۶۵ء میں آیا تھا اب تک وہ دور واپس نہیں آیا' اللہ کی مہربانی اب بھی ہو سکتی ہے۔ ذرا سا اچھا دور آجائے تو پھر لوگ بیدار ہو سکتے ہیں' پھر آپ لوگ نعرہ حیدری بلند کر دیں گے۔ اب بھی وقت آ جائے تو آپ لوگ سوئے نہیں رہیں گے۔ وہ

ایک وقت ہے جو آنے والا ہے۔ لیکن ابھی وہ وقت نہیں آرہا ہے۔ جس طرح موسم بدلنے کا ایک وقت ہوتا ہے' اسی طرح وقت بدلنے کا بھی ایک موسم ہوتا ہے۔ موسم اپنے وقت سے بدلتے ہیں اور وقت بھی اپنے موسموں سے بدلتا ہے۔ ابھی یہ وقت مسلمانوں کے اندر آیا نہیں ہے کہ خفیہ روح بیدار ہو جائے۔ جب وقت آ جائے گا تو آپ لوگ بیدار ہو جاؤ گے اور آپ لوگوں کی طاقت واپس آجائے گی اور ملک آباد ہو جائے گا' یہ ملک آباد رہنے کے لئے بنا ہے اور یہ ملک آباد رہے گا۔ آپ لوگ قطعاً" مایوس نہ ہوں اور مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ لوگوں کے پاس بہترین قسم کے فقیر' درویش' بزرگ' صاحبانِ تدبیر اور بڑے بڑے لوگ موجود ہیں اور موجود رہیں گے اور اس ملک کو ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔ جس نے یہ ملک بنایا تھا' وہی اس کا محافظ ہے۔ آپ یہی اسمِ اعظم جاری رکھو کہ جس نے بنایا ہے وہی اس کا محافظ ہے۔ اس ملک کا بنانے والا اللہ ہے' اس نے اپنی مرضی سے بنایا اور اپنے کام کے لئے بنایا اور وہی اس کا محافظ ہے اور وہی اسے قائم رکھے گا اور یہ قائم رہے گا۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ Oh my country, you are leased out یعنی ملک کسی اور کے قبضے میں جا چکا ہے' مگر امید والا کہتا ہے کہ No it is not leased out یعنی ابھی ایسا نہیں ہوا۔ ابھی یہ آپ ہی کے پاس ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ Lease ہو گا بھی نہیں۔ آپ اطمینان رکھو اور آپ سکون کرو اور دعا کرو کہ آپ کو وطن کی خدمت کا کوئی موقعہ مل جائے۔ اس ملک کی خدمت دراصل اسلام کی خدمت ہے۔ اب آپ یہ بات یاد رکھنا کہ آپ کے وطن کی خدمت اسلام کی

خدمت ہے اور آپ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ آپ لوگ وطن اور اسلام دونوں کے ساتھ Sincere ہو جاؤ۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی آپ لوگوں کے لئے اچھے واقعات شروع ہو جائیں گے۔

سوال :۔

حضور! اس زمانے میں جو ابلاغِ عامہ یعنی ریڈیو، اخبار اور ٹیلی ویژن ہیں ان پر مشرق اور مغرب کا بہت اثر ہے ۔ اس طرح تو ملک بہت کمزور ہوتا جارہا ہے!

جواب :۔

ان کا اثر فرد کے اندر جذب ہونے کی بات نہیں ہے۔ میں جو بات کر رہا ہوں وہ امر کی بات ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ابلاغِ عامہ سے ملک بنتے یا ٹوٹتے ہیں۔ ملکوں کو ان اخباروں نے نہیں بنایا، ٹیلی ویژن نے نہیں بنایا، ابلاغِ عامہ نے نہیں بنایا، اور جمہوریت نے بھی نہیں بنایا۔ جس نے بنایا ہے، جب تک اس کا ارادہ توڑنے کا نہ ہو تو تب تک یہ ٹوٹنا نہیں ہے۔ یہ ملک اللہ کے فضل سے رہے گا۔ اس میں شہیدوں کا لہو ہے، ہزار ہا لاکھوں شہیدوں کا خون اس کی تعمیر میں شامل ہے، اب آپ ابلاغِ عامہ کو چھوڑ دو کہ اگر یہ کہیں کہ ملک ٹوٹ رہا ہے تو یہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر ابلاغ عامہ پر مغرب کا اثر ہے، امریکہ کا اثر ہے، ہندوستان کا اثر ہے روس کا بھی اثر ہے اور سارے لوگ مل کر توڑنا چاہتے ہیں مگر سارے مل کے آئیں تب بھی نہیں توڑ سکتے۔ آپ کا یہ خیال Negativity کی طرف جاتا ہے، منفی رجحان رکھتا ہے۔ آپ کو چاہیے

کہ آپ یہ کہو کہ جب تک ہم زندہ ہیں' پاکستان کیسے ٹوٹ سکتا ہے' چاہے اس پر امریکہ کا اثر ہو' چاہے اس پر ہندوستان کا اثر ہو اور چاہے اس پر چین کا اثر ہو۔ تو اگر کوئی اس ملک پر اللہ کے نام پر جان قربان کرنے والا ہے تو ملک کو وہ بچائے گا یا یہ خود ہی بچ جائے گا۔ یہ تو محسوس کرنے والی بات ہے' آپ کہتے ہیں کہ جیسا اخباریں چاہتی ہیں ویسے ہو جاتا ہے اور امریکہ جو کچھ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے' امریکہ کون ہوتا ہے؟ امریکہ تو خود پانی میں ڈوبنے والا ہے' امریکہ خود پریشان حال ہے۔ وہاں کی زندگی تو کوئی زندگی نہیں ہے' وہاں کی پریشانیاں اتنی زیادہ ہیں اور وہاں بہت سے واقعات تباہ ہونے والے ہیں۔ فقراء بتاتے ہیں کہ امریکہ میں پانی کا درجہ بلند ہو جائے گا۔ ابلاغِ عامہ کیا کریں گے۔

سوال :۔

سر! یہ وہ گناہ یا برائیاں ہیں جن کی ہمیں سمجھ ہی نہیں آتی اور ہم غیر ارادی طور پر کرتے چلے جاتے ہیں کیا ان کے باوجود ہمیں جنت ملے گی کہ نہیں ملے گی؟

جواب :۔

آپ ارادی طور پر ان برائیوں کو روکو۔ یہ جو آپ کو سمجھ نہیں آ رہی ہے'یہ ضرور آپ کو سمجھ آ جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ یہی جنت ہے۔ جنت کا مطلب کیا ہے؟ کہ آپ کو کسی کے ساتھ کوئی رنجش نہ ہو۔ جنت کا مطلب خشیتِ اللہ اور تقرّبِ الٰہی ہے۔ جنت کا مطلب یہ ہے کہ رنجش کسی کے ساتھ نہ ہو' گلہ کسی کے ساتھ نہ ہو' نہ خدا کے

سامنے بندوں کا گلہ ہو اور نہ بندوں کے سامنے خدا کا گلہ ہو اور حاصل اتنا رکھو کہ چھوڑنا مشکل نہ ہو۔ پھر یہ زندگی جنت ہی ہے۔ جنت اس کا امر ہی ہے۔ اس زندگی میں اللہ کے خلاف Violations نہ ہوں۔ یہ زندگی اللہ تعالیٰ نے ضائع کرنے کے لئے تو نہیں دی ہے اور خدانخواستہ دوزخ کے لئے تو نہیں بنائی' یہ زندگی اچھی ہے' اور اچھے بندے کے لئے بہت اچھی ہے' جنت بنانے کے لئے جدوجہد جنت ہونی چاہیئے' جس نے جنت میں جانا ہے وہ یہیں سے تجربہ شروع کرے۔ جو زندگی کو جنت سمجھتا ہے' وہ اچھا آدمی ہے۔ بس جنت میں یہی بات ہوتی ہے کہ گلہ کسی کا نہیں ہوتا' رنجش کسی کے لئے نہیں ہوتی' لوگوں کو حاصل کرنے دو' ان کو بھی آزادی دو اور خود بھی آزادی سے رہو۔

●

سوال :۔

سر! ہمارے عمل' اختیار اور امرِ الٰہی میں کیا ملاپ ہوتا ہے' مطلب یہ ہے کہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کے امر کے مطابق عمل کریں اور اللہ کا حکم اور امر ہماری زندگی میں کب آتا ہے؟

جواب :۔

جب آپ کا منشاء یہاں صرف ٹھہرنے کا ہو تو یہ آپ کا نفس ہے اور جب آپ یہاں سے نکلنے میں آسانی محسوس کریں تو پھر آپ کو اللہ کے امر کی پہچان ہو جائے گی۔ اصل میں . یہاں سے کیا لینا۔

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
سو بار ہم نے آنا سو بار ہم نے جانا

انسان کا کیا' آنا جانا تو لگا رہتا ہے۔ امرِالٰہی تب سمجھ آئے گا جب اس کے نام زندگی ہو جائے' جیسے ہم قربانی کا بکرا یا دنبہ پالتے ہیں' کہیں ایسے نہ ہو کہ بکرا یا دنبہ قربانی کے وقت بغاوت کر جائے اور کہے کہ میں نہیں جاتا۔ اگر بکرا اپنی مرضی سے نہ گیا تو اس کو ویسے ہی مار دیا جائے گا۔ بس یہ زندگی آپ کی ہے اور اسے اپنے لئے گزارو اور اللہ کے نام سے گزارو' پھر اس کا امر ساتھ چلتا جاتا ہے پھر اس بات کی مکمل پہچان ہو جاتی ہے کہ امرِالٰہی کہاں پر ہے اور نفس کہاں پر ہے۔ اس پہچان میں دیر نہیں لگتی۔ کسی جگہ آخرت کی ذرا سی Indication ہو جائے تو وہ اللہ کا امر ہے اور جہاں اللہ کی بات محسوس نہ ہو وہاں نفس ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عام طور پر نفس کی خواہش' دولت' شہرت' یہاں پر Permanent قیام کی خواہش اور ایک دوسرے کو متاثر کرنے کی خواہش ہے۔ اور آخرت کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے امر کا نام ہے اور اسے راضی رکھنے کی تمنا کا نام ہے۔اللہ آپ کے دل کے اندر موجود ہے' اس لئے کسی سے پوچھنا نہیں ہے کہ اللہ کیسے راضی کیا جا سکتا ہے' لہٰذا اللہ آپ کے دل کے اندر موجود ہے اور ہر شخص کے دل کو اس بات کا پتہ ہے۔ جس کی آنکھ میں آنسو ہیں' اس کو اللہ کے بارے میں پوچھنا نہیں چاہئے۔ تو اللہ کے بارے میں وہ پوچھے جس کے آنسو خشک ہو گئے ہوں۔ اگر کسی کے اندر غم کی کیفیت ہے تو یہ اللہ کی کیفیت ہے کیونکہ اللہ غم دے کر خود ہی قریب ہو جاتا ہے۔ آنسو اور غم اللہ کا امر ہیں اور اس کے قرب کی نشانی بھی۔

سوال :۔

حضور! اس طرح کی زندگی گزارنے کے لئے اپنے آپ کو بچا کے رکھنا پڑے گا کہ جہاں غیبت جیسے مواقع نہ آئیں تو جس ماحول میں ہم زندگی گزار رہے ہیں یہاں پر تو بہت مشکل ہے۔ ایسے میں کیا کریں؟

جواب :۔

میں نے کب کہا ہے کہ اس طرح کی زندگی آسان ہو گی' اس میں مشکلات تو ہوں گی۔ لیکن آپ معمول کی زندگی میں کچھ حاصل کرنے کے لئے کتنی مشکلات سے روز گزرتے ہیں' اگر ٹریفک جام ہو جائے تو پھر بھی آپ درمیان میں سے گزر جاتے ہیں' گھنٹوں انتظار کرنے کے باوجود پھر بھی آپ گزر ہی جاتے ہیں' دفتر جانے میں کوئی اور رکاوٹ ہو اور آپ لیٹ ہو جائیں تو پھر بھی آپ پہنچ ہی جاتے ہیں۔ کتنی ہی مشکلات تھیں لیکن آپ آخر پہنچ گئے۔ لیکن یہاں اللہ کے معاملے میں آپ گلہ کرتے ہیں اور مشکلات سے بچنے کی بات کر رہے ہیں۔ یہ سب کرنا بھی ممکن ہے اور اسی زندگی میں لوگ کر رہے ہیں۔ اس میں ایسی بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں اپنے آپ کو بچانا مشکل ہے تو سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ آپ اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہیں کہ نہیں۔ اگر بچانا مشکل ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ زمانے میں آگ سے بچنا مشکل نہیں اور آپ کو یہ آگ قبول ہے۔ اصل میں انسان کو شوق بچاتا ہے۔ اگر شوق اللہ کی طرف لے جائے تو انسان بچ جاتا ہے۔ تو شوق جو ہے وہ پہاڑوں پر چڑھتے

ہوئے دِقّت محسوس نہیں کرتا کیونکہ شوق جو ہوا۔ شوق کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ مشکلات کو قبول کرتا ہے۔ شوق والا کہتا ہے کہ بس ہمیں بلاؤ تو سہی، ہم پہاڑوں کو چیر کے رکھ دیں گے، آسمان کو ہلا کر رکھ دیں گے اور تارے توڑ کے لا دیں گے۔ اور جس کو شوق نہیں ہوتا وہ کہتا ہے کہ شام کو اگر بارش نہ ہوئی تو ہم ضرور آئیں گے۔ تو یہ کیا بات ہوئی۔ یا تو ہم نے آپ کو دعوت دی ہو کہ آپ لوگ اپنے آپ کو بچاؤ یہ تو آپ کی اپنی خواہش ہے کہ ہم بچنا چاہتے ہیں اور یہ سوال آپ کا ہے کہ ہم بچنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ آپ بچ جائیں اور یہ ہو سکتا ہے۔

سوال :۔

سر! جس طرح سے آپ ہمیں روشنی دکھا رہے ہیں تو شاید اس سے ہمارے عمل میں بہتری پیدا ہو جائے، اگر اس کے لئے ہم کوئی جماعت بنا لیں تو؟

جواب :۔

یہ عمل کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ نیت کا معاملہ ہے۔ یہ کوئی علم کی بات تو نہیں ہے اور نہ ہم کسی قسم کی سوسائٹی یا جماعت بنا رہے ہیں جو اصلاح کے حوالے سے کام کرے۔ ہم نے ایسی کوئی جماعت نہیں بنائی۔ صرف اللہ کے مسکین بندوں کی، غریب لوگوں کی اور وہ یہی جماعت ہے جو آپ ہیں۔ آپ اپنے دلوں میں جھانکو اور اپنے آپ کو اپنے آپ سے بچاؤ۔ اس جماعت کا مقصد اصل میں آپ یوں سمجھیں کہ تنہا بیٹھے ہوئے اپنی فلاح کے بارے میں غور کر رہے ہیں اور اس میں آپ بھی

شامل ہو گئے ہیں۔ ہم صرف اپنی فلاح کے لئے غور کر رہے ہیں اور ہم سماج کی فلاح کے بارے میں دعویٰ نہیں رکھتے کیونکہ وہ دعویٰ جو ہو گا وہ صبح کے اخبار میں چھپ جائے گا اور ہمیں یہ نہیں کرنا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی اصلاح، آپ کے باطن کی اصلاح اور آپ کے خیال کی اصلاح ذاتی طور پر ہونی چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ آگ ہے اور اسے نگلنا نہیں چاہیئے۔ اتنا پیغام ہم دے دیتے ہیں کہ اگر یہ مشکل ہے تب بھی آپ اس سے بچ جاؤ۔ سانپ بظاہر آپ کے نفس کو بہت خوب صورت لگتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس خوب صورت سانپ کے اندر زہر ہے اور اگر آپ نہیں بچنا چاہتے تو ہم آپ کو نہیں بچا سکتے۔ ہم تو صرف اتنا کام کر سکتے ہیں کہ راستہ دکھا سکتے ہیں کہ یہ تالاب ہے، اگر پیاس ہے تو پانی پی لو اور اگر پیاس نہیں ہے تو پھر آپ آرام سے واپس چلے جاؤ یعنی جہاں سے آپ آئے ہو ادھر واپس چلے جاؤ۔ جماعت بنانا آپ لوگوں کی خواہش ہے۔ اگر یہ میری خواہش ہوتی تو میں مطلوبہ بندے اکٹھے کر لیتا مگر میں نے یہ بات کبھی نہیں کہی۔ اگر آپ نے کوئی آرگنائزیشن بنانی ہے تو اپنے حوالے سے بے شک بنا لیں مگر وہ میرے حوالے سے نہ ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے تو خود کو میرے حوالے کرو۔

سوال :۔

حضور! انسان کو زندگی میں اس زندگی کا ادراک کیسے مل جاتا ہے؟

جواب :۔

یہ بڑا مشکل سوال ہے کہ اِس زندگی میں اُس زندگی کا کیسے پتہ

چلے۔ اول تو اِس زندگی کی ہر بات خیر سے اُس زندگی میں ہونی ہے یعنی کہ اِس زندگی کا ذکر بھی اُس زندگی میں ہوا پڑا ہے' اللہ کا فرمان ہے کہ یہ جنت ہے' یہ انار ہے' یہ سیب ہے' یہ کھجور ہے اور یہ میوے ہیں اور یہ سب بھی ہیں۔ حورٌ مقصورٰت فی الخیام مثلاً" وہاں پر تو حور مقصور اور دوسرے سارے واقعات ہیں۔ وہ سارے واقعات یہاں ہی ہوئے پڑے ہیں' اگر کوئی کافر ہو رہا ہے تو ادھر ہی ہو رہا ہے اور دوزخ کے اندر آگ ہو گی لیکن یہ واقعہ ادھر بھی ہو رہا ہے۔ دوزخ کے تصور سے آپ کے اندر خیال کا شر جو ہے وہ جل جاتا ہے۔ دوزخ کی تفصیل پڑھنے سے آپ کے اندر کا شر وہیں بھسم ہو جاتا ہے' وہیں ختم ہو جاتا ہے اور جنت کے خیال سے آپ کے یہاں کے فرائض ادا ہو جاتے ہیں اور یہاں پر جو فرائض ہیں ان میں فراوانی ہو جاتی ہے اور مسرت و انبساط ہو جاتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ ساری جنت کی تفسیر یہاں پر ہے اور یہ یہاں ہونی چاہیئے تاکہ ہمارا جنت سے جو رابطہ ہے اس کی تھوڑی سی Indication ضرور ہونی چاہیئے۔ اب یہ بڑے راز والی بات ہے کہ جو لوگ ایک سسٹم کو قربِ الٰہی کے لئے Follow کرتے ہیں ان کے لئے قربِ الٰہی کا ثبوت اسی سسٹم میں ملتا ہے۔ جو لوگ قربِ الٰہی کے لئے نماز کا راستہ ڈھونڈتے ہیں تو اب نماز اللہ کے تقرب کا ذریعہ بنے گی۔ اس شخص کو اس کی نماز کے اندر ہی اشارہ مل جائے گا' اور Indication ہو جائے گی کہ تمہیں قربِ الٰہی حاصل ہو گیا' یا کم از کم تم Reserve کر دیئے گئے اور تمہیں اس کی بشارت ہو۔ ایسے شخص کے لئے باقی عبادات مثلاً" روزہ' حج' زکوٰۃ اور درود شریف سب Balanced

ہیں مگر صرف ایک میں Excess ہو گیا' زیادہ توجہ کر گیا تو اس کا کام بن گیا۔ مثلاً" کوئی شخص درود شریف میں اتنا Excess ہو گیا' محو ہو گیا کہ پڑھتا ہی چلا گیا' اتنا محو ہو گیا کہ نماز کا ٹائم ہو گیا اور وہ اس میں بھی درود شریف پڑھتا گیا۔ اور وہ شخص صرف درود شریف پڑھتا جا رہا ہے اللّٰهم صل علٰی سیدنا و مولانا محمد صاحب التاج و المعراج و البراق والعلم دافع لبلاء والوباء والقحط والمرض والالم اسمه مکتوب مرفوع مشفوع منقوش فی اللوح والقلم سید العرب والعجم جسمه مقدس معطر مطهر منور فی البیت والحرم شمس الضحٰی بدرالدجٰی صدر العلٰی نورالهدٰی کهف الورٰی مصباح الظلم جمیل الشیم شفیع الامم صاحب الجود والکرم واللّٰه عاصمه و جبریل خادمه والبراق مرکبه والمعراج سفره و سدرة المنتهٰی مقامه و قاب قوسین مطلوبه والمطلوب مقصوده والمقصود موجوده سید المرسلین خاتم النبین شفیع المذنبین انیس الغریبین رحمته للعٰلمین راحة العاشقین مراد المشتاقین شمس العارفین سراج السالکین مصباح المقربین محب الفقراء والغرباءوالمساکین سید الثقلین نبی الحرمین امام القبلتین و سیلتنا فی الدارین صاحب قاب قوسین محبوب رب المشرقین و رب المغربین جد الحسن والحسین مولنٰا و مولی الثقلین ابی القاسم محمد ابن عبد اللّٰه نور من نور اللّٰه یاایهاالمشتاقون بنور جماله صلوا علیه و آله و اصحابه و سلمو تسلیما۔ پڑھتا چلا گیا تو چلتے چلتے اس کو درود شریف کے اندر ہی آواز یا خوشبو کے حوالے سے رابطہ مل جائے گا یا چلتے چلتے

کوئی آدمی بتا جائے گا کہ تیرا یہ عمل منظور ہو گیا اور اس طرح اس کو اطلاع مل جاتی ہے۔ کسی سے اگر تعلق بن جائے تو مسئلہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ پھر اس شخص سے قربت جنت ہے اور اس سے دوری جنت سے دوری ہے۔ آپ لوگوں کو چاہئے کہ آپ اس طرح کی سنگت بناؤ کہ آپ کو پتہ ہو کہ جنت میں جانا ہے۔ اگر یہ سلسلہ قائم ہو گیا تو یہ جنت کی Indication ہے۔ جس مقام پر ذکرِ الٰہی' یادِ الٰہی یا محبتِ الٰہی یا خشیتِ اللہ ہو تو اس واقعہ میں Involve رہنے سے آپ کے پاس سند آ جاتی ہے' تصدیق آ جاتی ہے کہ اس میں جنت کی Indication ہے' اشارہ ہے۔ جس مقام پر آپ وارفتہ ہو جائیں اور جس عبادت کے ساتھ وارفتگی آ جائے وہیں سے آپ کو جنت کی Indication ملے گی۔ مثلاً" جیسے کہتے ہیں کہ دوست ناراض ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ ناراض ہو گیا' حالانکہ دوست کا نام اللہ نہیں ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ اللہ کی رضا یہ ہے کہ دوستی قائم رہے' کیونکہ دوستی نے اس کا لطف عطا کیا ہے۔ تو اس شخص کو اللہ کے راز کا کیسے پتہ چلا؟ دوست کے ذریعے سے! تو کس انداز سے آپ کو یہ بات سمجھائی گئی؟ کہ اگر دوست راضی رہے تو اللہ راضی ہے۔ تو "دوست" اس کا نام ہے جس سے آپ لوگ منسوب ہیں' چاہے وہ مشائخ کرام ہوں' بزرگان دین ہوں' یا جن جن کے ساتھ آپ کے تعلقات ہوں۔ اس لئے آگے کی خبر وہاں کی بات نہیں ہے بلکہ یہاں اسی دنیا میں سے خبر آ جاتی ہے اور یہاں سے اطلاع مل جاتی ہے۔ یہ اطلاع آ جاتی ہے کہ تمہارے لئے ابھی خطرہ ہے اور "صیقل آئینہ ہنوز" ہونا ہے یعنی دل کا شیشہ ابھی پالش ہونا ہے ابھی اس کو اور پالش کرو اور پھر یہیں سے

اطلاع آ جاتی ہے کہ دیکھو مبارک ہو' تمہارا عمل اور تعلق منظور ہو گیا تو
اطلاع یہاں ہی مل جاتی ہے۔

سوال :۔

یہ جو باتیں آپ فرماتے ہیں تو ایک عام انسان اس کے لئے
کوشش کیوں نہیں کرتا اور اگر کوشش کرے تو کیا کامیاب ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

عام آدمی کے لئے خاص بات نہیں کرنی چاہیئے' اس کے لئے یہ
عام فہم بات ہے کہ اے مردِ حقیقت آگاہ تو اپنی عبادتیں کرتا جا اور اپنی
زندگی گزارتا جا' آنے والے دور کی تجھے کیا فکر ہے' تو صرف جانے
والے حالات کا جائزہ لے۔ اُسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ دِقت میں
پڑے' وہ تو کہتا ہے کہ ۔

جب حشر کا دن آئے گا
اس وقت دیکھا جائے گا

تو یہ عام آدمی کی کیفیت ہے جو کہ دنیا کے اندر ایک کیفیت کے
حالات کو متوازن رکھتے ہیں' Balance رکھتے ہیں کہ عبادت' اطاعت
اور فکر کریں اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو وارفتہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے
لوگوں کے لئے سوزِ دلِ پروانہ اور ہے' مگس اور ہے۔ مگس کہتا ہے کہ
پروانہ جو ہے وہ پاگل ہے کیونکہ شمع کے پاس خودکشی کرنے چلا گیا۔
پروانے کا یہی راز ہے اور اس کی یہی منفعت ہے کہ قربان ہو جائے۔
اب یہ راز کی بات دوسرے انسان کو پتہ نہیں چلتی کہ یہ کیا ہے؟ جس

طرح عشق کی جو بات ہے تو یہ کسی کو سمجھانے والی بات نہیں ہے مگر جن کو عشق ہے ان کے لئے تو یہ بڑی بات ہے۔ تو یہ ہر آدمی کو سمجھانے والی بات ہی نہیں ہے کیونکہ عشق والے سے اگر کوئی یہ کہے کہ تم تو پاگل ہو گئے ہو تو وہ کہے گا کہ پاگل تو آپ ہو گئے ہو کہ جن کو محبت ہی نہیں ہے۔ تو یہ عام آدمی کی بات نہیں ہے' اس لئے عام آدمی کو یہ سکھاتے بھی نہیں ہیں کیونکہ یہ خاص لوگوں کی بات ہے۔ اس طرح کا خاص آدمی کیا ہوتا ہے؟ جو لذتِ شوق سے بھرا ہوا ہو اور جو لذتِ شوق سے بانصیب ہو۔ اور پیسے گننے والا جو ہے ۔

ایک نہ مانے بانیا پیسے گن گن سوئے

پیسے گننے والے کی اور کہانی ہے اور یہ جو محبت کے ماننے والے ہیں ان کی کہانی اور ہے۔ تو بزرگ یہ بتایا کرتے تھے کہ پیسے گننے والے بنیا کو کبھی نصیحت نہ کرنا۔ بلکہ یہاں تک فرماتے تھے کہ اس بانیا سے بچ۔ محبت والے کا پیغام اور ہے' عشق والے کا پیغام اور ہے اور جو شخص دل والا نہ ہو اس کے دماغ سے آپ نے کیا لینا ہے۔

سوال :۔

سر! کچھ لوگ وصیت کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد میری آنکھیں عطیہ کر دیں۔

جواب :۔

میں نے پہلے بھی آپ کو یہ جواب دیا تھا کہ آپ مہربانی کرو آنکھوں کا تحفہ نہ دو۔

سوال :۔

سر! میری نظر تو کمزور ہو گئی ہے اب کیا کسی کو دینی ہیں' میرا مطلب ہے ایسا کرنا کیسا ہے؟ یہ سوال مجھ سے کسی نے پہلے بھی کیا تھا اور آپ نے پہلے ہی فرمایا تھا کہ جو جیسے جائے گا ویسے ہی اٹھے گا۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آنکھیں یہاں چھوڑ گیا وہ کیسے اٹھے گا۔

جواب :۔

آنکھیں عطیہ کرنے کی بات کو میں سمجھنے سے قاصر ہوں ؏

کا گا سب تن کھائیو' کھائیو چن چن ماس

دو نینن مت کھائیو' پیا ملن کی آس

ہم نے یہی سوچا ہے کہ سب کچھ اللہ کی راہ میں قربانی کر دیں لیکن آنکھیں نہیں دینی ہیں' کیونکہ اس کے ساتھ ہزار قسم کے واقعات ہیں۔ چلو ایک دے دو کسی کو' کیونکہ آپ بہت بڑے مخلصین ہو۔ لوگ جو مرضی کرتے جائیں' اس سے کچھ نہیں ہوتا' لوگوں کی بات لوگوں تک اور اپنی بات اپنے تک۔ جس کی کوئی محبت ہو یا محبت نامہ ہو' وہ آنکھ دینے سے بچے۔ آنکھ دینی ہے تو محبوب ہی کو دے دو۔

سوال :۔

سر! میرا سوال یہ ہے کہ جب اسے دوبارہ اٹھایا جائے گا تو کیا وہ بغیر آنکھوں کے اٹھے گا۔

جواب :۔

جب اٹھایا جائے گا تو جس کو آپ نے آنکھ کی یہاں Trans plantation کردی وہ اس آنکھ کے ساتھ اٹھے گا یا وہ آنکھ Back to the pavallion چلی جائے گی؟ وہ آنکھ وہیں جائے گی جہاں آپ دے آئے ہو۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ جس کو آنکھوں والا بنایا' اس کو آنکھوں والا رہنے دو اور جس کو بغیر آنکھوں والا بنایا' اس کو بغیر آنکھوں والا رہنے دو۔ آپ بس دعا کرو' یا اللہ تیرے کون سے خزانے کم ہیں' تُو اس کو بھی آنکھیں دے دے۔ یہ نہ کرو کہ اپنا چہرہ اتار کر اس کو دے دو۔ اپنے چہرے کا آپ ہی احترام کرو۔ اس کے چہرے کے لئے بھی دعا کرو کہ اسے بھی کوئی چاہنے والا مل جائے۔ اب یہ نہیں ہے کہ اپنی آنکھیں اتار کے دے دو۔ یہ اور مضامین ہیں' ان کو اپنے تک رہنے دو۔ اپنے چاہنے والے اپنے تک رہنے دو۔

اپنے چہرے اپنے تک رہنے دو' اپنے دل اپنے تک رہنے دو' اپنی آنکھیں اپنے تک رہنے دو۔ ہاں' ماں اپنے بچے کو دے سکتی ہے' ایک آنکھ نہیں چار آنکھیں دے سکتی ہے یہ الگ بات ہے' وہ تو آنکھیں ہیں ہی بچے' اولاد۔ یہ اور ہی کہانی ہے۔ یہ بھی محبت کی کہانی ہے' یہ ہو سکتا ہے۔ خیرات' زندگی میں کرو۔ آپ یہ خیرات کرو۔ بہتر آدمی' اچھا آدمی وہ ہے جو یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد ساری دولت غریبوں کو دے دو۔ جو شخص دولت نہیں دیتا' آنکھیں دیتا ہے' اس کا کیا کیا جائے۔ یہ وصیت کر دیا کرو "ہمارے وصال کے بعد ہماری تمام دولت بینکوں میں رہنے دو" ایسا نہیں کریں گے ناں! جو دولت دے سکتا ہے' وہ آنکھ دے۔ دولت دیتے

نہیں ہو اور آنکھوں کی قدر کرتے ہو۔

سوال :۔

سر! اگر وہ دولت غریبوں کو دے بھی تو بچے قبر پر فاتحہ پڑھنے بھی نہیں جائیں گے۔

جواب

آنکھیں آنے والوں کا انتظار کرتی ہیں اور جانے والوں کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنا' اور آپ آنکھیں آگے لے کر جاؤ۔ آگے جا کر دیدار کرنا ہے اور ان کا انتظار کرو۔ پیچھے آنے والوں کا انتظار کرو۔ آنکھیں مہربانی کے ساتھ رہنے دو۔ یہ ہماری آپ کو نصیحت ہے۔ اپنی آنکھوں نے خود ہی اپنے جلوے دیکھو۔ مولوی صاحب فتویٰ دیتے ہیں تو دینے دو' ہم پھر بھی کہیں گے کہ آنکھیں نہ دو۔ کیا کہا؟ آنکھیں نہیں دینی ہیں۔ اور کچھ ہو نہ ہو آنکھوں کو اپنے پاس رکھنا' کمزور ہوگئی ہیں تب بھی اپنے پاس رکھیں۔ آنکھیں دوبارہ کس طرح ملنی ہیں۔ زندگی کو چلنے دو' اس کے فضل سے جیسے زندگی چل رہی ہے ٹھیک چل رہی ہے۔

سوال :۔

سر! تقویٰ کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے شروع ہی میں تقویٰ کے بارے میں فرمایا ہے۔

ذلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب

ویقیمون الصلٰوۃومما رزقنھم ینفقون یعنی "ان لوگوں کے لئے یہ کتابِ ہدایت ہے جن کے پاس تقویٰ ہے"۔ تقویٰ یہ ہوتا ہے کہ انسان غیب پر ایمان لائے' غیب کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ نظر آئے تو ماننا اور اللہ نہ نظر آئے تب بھی ماننا۔ ماننا ہم نے ضرور ہے۔ جس طرح اس وقت ہمیں باہر کی دنیا نظر نہیں آرہی لیکن ہم مان رہے ہیں یعنی سڑک نظر نہیں آرہی لیکن ہم مانتے ہیں کہ باہر سڑک ہے' ٹریفک ہے اور باہر آسمان ہے۔ یہ سب یہاں سے نظر نہیں آتے لیکن ہم مان رہے ہیں۔ اگر اس کو مانتے ہیں تو اللہ کو کیوں نہیں مانتے۔ تو جس نے اللہ کو مانا ہے وہ کیا کرے؟ وہ نماز قائم کرے۔ اور اللہ نے جو رزق دیا اس رزق کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ رزق کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تمنا تقویٰ ہے۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اور تقویٰ یہ ہے کہ جو کتاب حضور پاکؐ پر نازل ہوئی ہے اس پر ایمان ہو اور قرآن پاک سے پہلے جو کچھ نازل ہوا اس پر بھی ایمان ہو۔ و بالآخرۃ ھم یوقنون اور تقویٰ یہ ہے کہ آخرت پر یقین ہو۔ آخرت کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا کے سفر پر روانہ ہونا ہے۔ اولٰئک علٰی ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون "تقویٰ والے یہ لوگ ھدایت پر ہیں' اللہ نے ان کو ہدایت دی ہے اور یہی فلاح پانے والے لوگ ہیں"۔ تو تقویٰ فلاح پا جانے کا نام ہے' اور یہ فلاح اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا نام ہے' تو تقویٰ والے یہ لوگ ایسے ہیں جن کو قرآن پاک سے ہدایت ملتی ہے۔ گویا کہ اگر قرآن پاک سے ہدایت لینی ہے تو تقویٰ بنیادی شرط ہے۔ تقویٰ کا مطلب ہے کہ "میں" سے "تو"

زیادہ اہم ہو۔ جب آپ اپنے آپ سے زیادہ دوسروں کے لئے فائدہ مند ہوگئے تو پھر تقویٰ والے ہیں یعنی صاحبانِ تقویٰ ہیں۔ اور جو شخص اپنی ذات کے بارے میں سوچنے والا ہے وہ صاحبِ تقویٰ نہیں ہو سکتا۔ جب "میں" اور "تو" کے درمیان فیصلہ کرنا پڑ جائے تو "تو" کو زیادہ اہمیت دو' پھر آپ تقویٰ میں داخل ہو جائیں گے۔ تقویٰ کا مقصد اپنے آپ کو مخیر بنانا' مخلص بنانا' اور مفید بنانا ہے۔ مخیر کا معنی یہ ہے کہ مال سے دوسرے کی مدد کرو۔ مخلص کا معنی یہ ہے کہ جس کے ساتھ دل لگاؤ' صرف اس کے ساتھ دل لگاؤ۔ آپ مفید کب ہو جائیں گے؟ جب کسی کی زندگی میں آپ کے دم سے آرام آ جائے اور آپ کی وجہ سے کسی کے دکھ کم ہو جائیں اور دکھ دور ہو جائیں' یعنی کسی کے دکھ میں آپ اس طرح شامل ہو جاؤ کہ دکھ سکھ میں بدل جائیں۔ صاحبِ تقویٰ ہونا بڑا نصیب ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص صاحبِ تقویٰ ہو تو اس کی وجہ سے ایک بستی ساری کی ساری غرق ہونے سے بچ سکتی ہے۔ آپ لوگ صاحبِ تقویٰ بن جاؤ۔ آپ اپنے آپ پر راضی رہو' اگر اپنی اولاد کے لئے آپ نے دعا کرنی ہو' تو اپنے ماں باپ کے پاس جاکر دعا کیا کرو چاہے وہ وصال پا گئے ہوں' یعنی اگر وہ زندہ ہوں تو ان کو شامل کرکے اپنی اولاد کے حق میں دعا کراؤ۔ اور اگر وہ وصال پاگئے ہوں تو ان کے مزاروں پر جاکر اپنی اولاد کے لئے دعا کرو۔ یہ ضروری ہے۔ اپنی اولاد کے لئے دعا کرنا بہت مستحسن ہے۔ تہجد میں اپنی اولاد کے لئے دعا کرو اور آنے والی اولاد کے لئے' آ چکنے والی اولاد کے لئے اور روحانی اولاد کے لئے آپ دعا کیا کرو۔ تو دعا کرنا جو ہے بہت مستحسن ہے۔ دعا میں یہ طاقت ہے کہ آپ اولاد کو تعلیم کی

بجائے دعا کے ذریعے بچا سکتے ہو۔ آپ اولاد کو دعا دو، دعا کے دم سے حالات آسان ہو جائیں گے اور اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو اپنے عمل سے کسی طور پر بھی آزمائش میں نہ ڈالے۔ اس طرح آپ کی اولاد کی ڈیوٹی بھی پوری ہو گئی اور والدین کی ڈیوٹی بھی پوری ہو گئی۔ آج کے بعد آپ اللہ کو محبت سے دیکھو اور اسے دریافت کرو۔ آپ کی یہ زندگی، ساری آپ کے لئے مفید ہو جائے گی۔ جلد ہی آپ کے لئے واقعات بہتر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اللہ آپ کو اپنی زندگی پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ وفا کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آنے والی خوشیاں مبارک کرے!

سب کو سلام!

○

۱ جب سارے انسان برابر ہیں تو اللہ کی طرف سے مامور لوگ کون ہوتے ہیں اور کیا یہ ہماری پکار سنتے ہیں؟

۲ محبت کی حفاظت اور پرورش کیسے ہونی چاہئے؟

۳ کیا سوال کرنا مناسب ہے؟ دین اور دنیا میں فرق کیسے معلوم ہو گا؟

سوال :۔

جب سارے انسان برابر ہیں تو اللہ کی طرف سے مامور لوگ کون ہوتے ہیں اور کیا یہ ہماری پکار سنتے ہیں؟

جواب :۔

بظاہر انسانوں کی دنیا میں اگر غور کریں تو سارے انسان برابر ہیں۔ سب کی پیدائش اور موت برابر ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی انسان کسی کے بھی برابر نہیں۔ اللہ کا حکم سب کے لئے برابر ہے۔ تخلیق برابر ہے' دماغ برابر' نظر برابر' چہرہ برابر' وجود برابر' پیدائش برابر' آنا برابر اور جانا برابر۔ لیکن پھر آپ دیکھتے ہیں کہ کچھ بھی برابر نہیں۔ کسی کا آنا دنیا کے لئے اہم ہوتا ہے اور اتنا ہی اہم کسی کا جانا ہے کہ اس کے جانے سے زمانے بدل جاتے ہیں۔ سب کے چہرے برابر ہیں مگر کسی کا چہرہ اتنا اہم ہے کہ دیکھنے والوں کو اس کے دیدار کی آرزو ہی رہتی ہے۔ وہ چہرہ ایسا ہوتا ہے کہ اس چہرے کا دیدار ایمان کا حصہ ہو جاتا ہے۔ یعنی کسی کا چہرہ ہوتا ہے اور وہ کسی کا ایمان ہوتا ہے' چہرہ ہی حج ہے اور محبوب کا خانہ کعبہ ہے۔ تو ویسے تو انسان سارے برابر ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی

انسان برابر نہیں ہے اور ایک انسان جو ہے اپنی کیفیت میں کوئی تحریر ایسی کر جاتا ہے کہ آنے والے سالہا سال تک اس کی کتاب رہتی ہے' وہ چاہے بقراط ہو' مذہب کے حوالے سے ہو' سیاست کے حوالے سے ہو' سماج کے حوالے سے ہو' اخلاقیات کے حوالے سے ہو' Poetry ہو' تنقید ہو یا کوئی اور۔ کچھ لوگ جو ہیں وہ باقی لوگوں کے نصیب کا حصہ بن جاتے ہیں۔ سب انسان برابر ہیں مگر کچھ انسان باقی انسانوں سے اتنے مختلف ہوتے ہیں کہ وہ باقی کے انسانوں کے لئے مسیحا ہوتے ہیں' وہ محسن ہوتے ہیں' ان کے ساتھ تعلق مشفقانہ ہوتا ہے' محسنانہ ہوتا ہے۔ تو انسانوں میں بہت فرق ہے اور برابری نہیں ہے۔ برابری کا پیغام دینے والے اللہ نے کچھ شخصیتوں کے درجات بلند فرمائے ہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے' برابری کا پیغام دینے والے ہی یہ بات بتاتے ہیں یعنی کہ پیغمبر' وہ پیغمبر کے اعلان کے بعد کہتے ہیں کہ ہم اور آپ برابر ہیں۔ یہ اعلان کرنے کے بعد وہ اپنے نام کا کلمہ پڑھا لیتے ہیں۔ اور پیغام کیا ہے؟ ہم اور آپ برابر ہیں۔ تو یہ برابری کا پیغام بھی بڑی غیر برابرانہ بات ہے۔ اس لئے اتنی برابری بھی نہیں ہے۔ بتانا یہ ہے کہ ہم سب برابر ہیں مگر یہ بتانے کے لئے بھی ایسا مقام چاہیئے جو باقیوں سے بلند ہو۔ تو بتانا کیا ہوتا ہے؟ کہ سب برابر ہیں اور کہاں سے بتایا جائے گا؟ بلندی سے۔ تو یہ برابری کا پیغام بھی بلندی سے دیا جاتا ہے۔ کچھ انسان جو ہیں وہ باقی Humanity یا انسانیت میں سے ایسے انسان ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے مامور ہوتے ہیں۔ اللہ کریم خالقِ کائنات ہے' اس کائنات کا مالک ہے' اس نے انسانوں کو دنیا میں پیدا فرمایا ہے اور انسان کیا کرتا ہے'

کھانا' پینا' شادی' آرام' مکان' صحت' بیماری' موت سے ذرا گریز کرنا اور پھر اچانک مرجانا۔ یہ سب کی خواہش ہوتی ہے چاہے وہ ہندو ہو' مسلم ہو' عیسائی ہو' سکھ ہو یا کوئی اور ہو' کہ وہ دنیا میں رہے تو دین کے ساتھ ساتھ اچھی زندگی گزارے'

Well being کی اور بہتر ہونے کی تمنا ہر انسان کی خواہش ہے۔ اپنے آپ کو کہاں بہتر کرنا ہے؟ تعلیم میں' سیاست میں' رہائش میں' مکان میں' سامان میں اور خیال میں۔ اور عام قسم کے لوگ اسی زندگی میں اور اسی دنیا میں اس قسم کے انسان ہوتے ہیں کہ وہ کوئی اور بات ہی شروع کر دیتے ہیں۔ خاص لوگ وہ بات ہی نہیں کرتے جو عام انسان کی تمنا ہے۔ مثلاً" عام انسان کیا کرتا ہے؟ "اینٹیں لے کر جا رہا ہوں کیونکہ مکان بنا رہا ہوں"۔ خاص آدمی سے پوچھیں کہ "آپ کیا لے کر جا رہے ہو؟" "میں اس خیال میں جا رہا تھا کہ اینٹوں سے مکان بنانے والے جو ہیں وہ مکان تو بنا جاتے ہیں لیکن خود مکان بنا کے مرجاتے ہیں"۔ تو عجیب بات ہے کہ وہ اور طرح سے مکان بنا رہا ہے۔ وہ مکان بنانے والے کو کہتا ہے کہ تیرا مکان پکا ہے' اس میں رنگ ہے' روپ ہے' یہ تو سوچو کہ تمہارے جانے کے بعد تمہاری اولاد اس مکان کو پسند بھی کرے گی یا نہیں کیونکہ تو نے چلے ضرور جانا ہے۔ تو مکان آپ کی خوشیوں کا باعث بھی ہے اور آپ کے غم کا سبب بھی ہے۔ اس طرح بات سمجھ آئے تو پھر اور ہی رخ نکلے گا بات کا۔ ایسے لوگ جو ہوتے ہیں مامور ہوتے ہیں۔ وہ سمجھاتے ہیں کہ یہ دیکھو کیا ہو رہا ہے' شادی ہو رہی ہے اور ادھر دیکھو کیا ہو رہا ہے' وہ جنازہ ہو رہا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ کبھی ادھر شادی

ہوتی ہے اور کبھی ادھر جنازہ ہوتا ہے:

کل ایک پاؤں کاسۂ سر پہ جا پڑا
آئی صدا دیکھ کے چل راہ بے خبر

یہ اتنی بڑی کہانی ہے کہ "کل ایک پاؤں کاسۂ سر پہ جا پڑا" اتفاق سے وہ شکستہ و چُور تھا تو اس نے صدا دی کہ دیکھ ایک وقت مَیں بھی اس دنیا میں کیا سے کیا تھا اور اب یہ حالت ہے۔ یعنی وہ سر جو کہ کبھی بڑے غرور میں ہوتا تھا آج کھوپڑی ہے اور وہ بھی ریزہ ریزہ ہو گئی ہے۔ اس کھوپڑی سے آواز آتی ہے کہ:

میں بھی کبھو کسُو کا سرِ پُر غرور تھا

یعنی آج تو میں شکستہ ہوں، چُور ہوں اور کل تیرا کیا انجام ہو گا؟ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے:

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

کچھ لوگ جو ہیں وہ دنیا کو کسی اور دنیا کا تعارف کروانے آتے ہیں اور کچھ لوگ صرف اپنی بلندیوں کا سبق بتائیں گے۔ ایسے لوگ گپ لگا دیتے ہیں کہ دیکھو کل رات میں اڑتا ہوا دمشق گیا اور وہاں پر میں نے بڑا کچھ دیکھا۔ کچھ لوگ ایسا ابلاغ کرتے رہتے ہیں کہ دوسرا آدمی جو ہے وہ اپنے آپ سے مایوس تر ہو جائے اور اس کو میرے بغیر سکون کی راہ نظر نہ آئے۔ ایسے مبالغہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خیر کا راستہ رکھا ہے پیغمبروں کے ذریعے سے اور شر کا راستہ رکھا ہے شیطان کے ذریعے۔ آپ دیکھیں کہ دونوں کی کوئی نہ کوئی ایجنسیاں آپ کی

زندگی میں متعین رہیں گی۔ خیر ہر وقت خیر طلب ہے' شر ہر وقت شر پسند ہے اور Common Man ہر وقت Common Man ہے یعنی عام انسان ہمیشہ عام انسان ہے۔ عام انسان کی جو تمنا ہے وہ پیسہ ہے' یہاں ٹھہرنا ہے اور نفس کی اطاعت ہے اور جو لوگ اللہ والے ہوتے ہیں وہ ان کا دماغ اٹھا کر کسی آنے والی زندگی کی طرف لگا دیتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے یہ دیکھو چار دن کا میلہ ہے' وہ جہاں کس نے دیکھا ہے' یہ جہاں ہی سب کچھ ہے' خدا بہشت کی موجیں لے رہا ہے' آپ یہاں کی موجیں لو۔ عام انسان تو شریف انسان ہوتا ہے' کھانا' پینا' گھر' مکان' سامان' شادی بیاہ اور پیسے جمع کرنا' اس بیچارے کی خواہش ہوتی ہے۔ وجود کی دنیا' پیسے کی دنیا اور نفس کی دنیا ہے۔ عام انسان کو شر بھی Invite کرتا ہے اور خیر بھی بلاتی رہتی ہے۔ یہ خیر والے لوگ جو ہیں یہ مامور ہیں' اسی زندگی میں اور عام انسانوں میں یہ خالص انسان ہیں۔ اب عام انسان پھنس گیا کیونکہ یا تو وہ شر کی طرف مائل ہو گا یا پھر وہ خیر کی طرف مائل ہو گا۔ کیونکہ ان دو طاقتوں نے عام انسان کو چھوڑنا نہیں۔ خیر کی طاقتیں اللہ کے فضل کی طرف پکارتی ہیں' باکمالِ شفقت' باکمالِ دلنوازی' محبت کے ساتھ' ایسی طاقتیں چاہے حال میں ہوں یا ماضی میں' پکارنے سے وہ ضرور آتی ہیں اور پکارنے والے کی مدد کرتی ہیں۔ یہ ان کا کام ہے' ان کی ڈیوٹی ہے اور ان کو مامور کیا گیا ہے کہ میرے بندے جو ہیں یہ بندے کہیں شر کے دامن میں پناہ نہ مانگ لیں' اے خیر والو تمہیں میں نے خیر کی طاقتیں دی ہیں' تم ان کے پاس پہنچنا اور ان کے کام کرنا' جسم کی تکلیف ہو تو بھی ان کو راحت پہنچانا تاکہ یہ میری راہ سے مایوس نہ ہو جائیں کیونکہ

یہ مایوس ہوں گے تو شیطان کے چنگل میں پھنس جائیں گے۔ اس لئے وہ لوگ جو اللہ کے لئے وقف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں' اگر "سفر من اللہ" کروانے والے ان میں سے کسی کو پکارا جائے تو وہ ضرور آتے ہیں بلکہ کہتے یہ ہیں کہ آپ ان کو پکار ہی نہیں سکتے جب تک وہ پاس نہ ہوں۔ وہ پہلے آتے ہیں اور پھر بعد میں آپ پکارتے ہیں۔ جس شخص نے یااللہ کہا' وہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا تو اس نے یا اللہ کہا۔ جس شخص کے آنسو نکل آئے دراصل تقرب اسے پہلے سے حاصل ہو گیا تھا۔ اگر آپ داتا صاحبؒ کے آستانے پہ چلے گئے یا سلطان باہوؒ کے آستانے پہ چلے گئے اور وہاں رونا شروع کر دیا تو آنسوؤں کے سوا اس بزرگ کا ثبوت ہے ہی نہیں۔ جب روح کا روح کے ساتھ وصال ہوتا ہے تو آپ کو آنسو آ جاتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ یہ ان کے وصال کی کہانیاں ہیں اور وصال کے اظہار ہیں۔ وہ لوگ مامور من اللہ ہیں یعنی اللہ کی طرف سے وہ اس کام کے لئے مامور ہیں کہ آپ کے ذہن میں دنیا کی بے ثباتی اجاگر کر دیں۔ مثلاً" وہ کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے مگر کب تک اللہ عمر دراز کرے گا' اس کی ایک حد ہے کیونکہ اس نے اپنے محبوبوں کو ایک خاص مدت کے بعد بلا لیا۔ مامور انسان اس بات سے باخبر کرتے رہتے ہیں کہ "کب تک" کی کیا حقیقت ہے' یہاں آپ بچوں کے پاس ہوتے ہیں اور پھر والدین کے پاس ہوتے ہیں۔ بچوں کو جب چھوڑ کر جاتے ہو تو آگے ماں باپ' دادا دادی' یا کوئی بزرگ انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں پر بچے الگ رو رہے ہوتے ہیں۔ مگر انسان کے لئے گھبرانے والی بات ہی

کوئی نہیں ہے کیونکہ یہاں پر انسان جدا ہو گا اور آگے کوئی نہ کوئی بزرگ مل جائے گا' آپ کے اپنے خاندان کے بابا جی بیٹھے ہوں گے۔ اس لئے خطرے کی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ جن کا کلمہ پڑھتے ہو اور ساری دنیا جس کا کلمہ پڑھتی ہے وہ ذات آپ کو موت کے بعد ملے گی۔ اس لئے جتنے بھی اسماء گرامی ہیں آپ کے' سارے کے سارے محبت کے پیمانے آپ کے' وہ سب ماضی میں ہیں۔ وہ سارے کے سارے تب ملیں گے جب موت کا حجاب اٹھے گا۔ پھر آپ کو وصال ہونا ہے اور دیدار ہونا ہے۔ زندگی جو ہے اس کی قدر اور انتہائی قدر موت آ کے پورا کرتی ہے۔ جب موت پردہ اٹھاتی ہے تو زندگی اپنی اصل قیمت پاتی ہے:

سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

اس وقت ہر کھوٹی چیز جو ہے وہ کھری نظر آئے گی۔ پھر پتہ چلے گا کہ حقیقت کیا ہے اور کسی کی مہربانی کیا ہوتی ہے۔ یہ سب تب پتہ چلے گا جب یہ حجاب اٹھے گا۔ تو آخری حجاب جو ہے اس کو موت کہتے ہیں۔ یہ ایک راز ہے کہ زندگی کے اندر ہی ایک چیز ہوتی ہے اور اسے ہم موت کہتے ہیں۔ یہ الگ باب ہے۔ اس لئے اللہ کے بندے جس کام پر مامور ہوں وہ خود ہی بتاتے ہیں کہ ہمیں پکارا کرو اور اللہ خود ہی فرماتا ہے مجھے پکارا کرو' میں آپ کی دعا قبول کروں گا۔ ایسی پکار جو اللہ کے پاس چلی جائے اس جیسی دوسری کوئی پکار ہی نہیں ہے اور وہ آواز جو اللہ والوں کو دی جائے اس سے بہتر کوئی آواز ہی نہیں ہے' چاہے وہ دنیاوی ضرورت میں ہو یا چاہے وہ دینی ضرورت ہو۔ کسی اللہ والے کو کسی کام کے لئے

جب بلائیں یا پکاریں تو اس کا آنا جو ہے وہ بالکل جائز ہے اور واجب ہے۔ جب بھی آپ نے پکارا تو اس پکار کے ساتھ ہی وہ واقعہ ہو جائے گا۔ روح کے فاصلے ختم ہو جاتے ہیں' فاصلے تو صرف جسم کے ہیں اور یہ جغرافیائی ہیں' روح کے فاصلے تو فاصلے نہیں ہوتے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے کس طرح تخت منگوایا تھا۔ ان کا جو وزیر "علم الکتاب" جانتا تھا اس نے فوراً" تخت حاضر کر دیا۔ اس لئے روح کے اندر فاصلے نہیں ہوتے۔ یہاں آپ نے آرزو کی اور وہاں اللہ پاک نے سن لی۔ یہاں آپ کے دل میں فریاد پیدا ہوئی اور وہاں عرشِ معلیٰ کانپ گیا۔ تو روح کے اندر فاصلوں کی بات نہیں ہوتی' اس لئے نہ فاصلے جغرافیائی ہوتے ہیں اور نہ فاصلے صدیوں کے ہوتے ہیں۔ اگر آج آپ کی روح نے دو سو سال پہلے کے کسی بزرگ کو آواز دی تو وہاں دو سو سال کا کوئی فاصلہ نہیں۔ وہ روح فاصلے طے کر کے آپ کی مدد کے لئے آئے گی۔ جغرافیائی فاصلہ طے ہو جاتا ہے' چاہے آپ کا بزرگ کتنا ہی دور کیوں نہ ہو۔ جغرافیائی فاصلہ بھی طے ہو جاتا ہے اور تاریخی فاصلہ بھی طے ہو جاتا ہے۔ اس لئے آپ نے جب بھی پکارا وہ مدد کو آئیں گے۔ بزرگ یہ کرتے ہیں کہ آپ کا کام کرا دیں گے یا پھر اس کام سے آپ کا دل اٹھا دیں گے اور آپ کو سمجھا دیں گے کہ آپ غلطی پر تھے۔

سوال :۔

محبت جو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اس کی حفاظت اور پرورش کیسے ہونی چاہیے؟

جواب :۔

اب اس کے اندر دو باتیں ہیں۔ جو جو چیزیں فطری طور پر عطا ہیں' ان کی حفاظت انسان کے ذمے ہے۔ اس بات کا ایک پہلو تو یہ ہے۔ مثلاً" اللہ تعالیٰ نے آپ کو جسم عطا فرمایا ہے۔ اس کی حفاظت آپ کے ذمے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا فرمائی ہے تو اس کا خیال رکھنا آپ کا کام ہے۔ کچھ لوگ دوسرے خیال کے ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے جو عطا فرمایا ہے وہ قائم رہے گا' ہم حفاظت کریں یا نہ کریں اور دینے والے نے اس کی حفاظت ہمارے ذمے نہیں لگائی ہے اور یہ اسی کا ذمہ ہے۔

اب یہ دو قسمیں ہیں۔ اگر آپ ذمہ داری لیتے ہیں کہ محبت عطا ہے اور حفاظت آپ کے ذمے ہے تو پھر اس کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اگر آپ اللہ کی محبت اور اللہ کی عطا والی محبت کی بات کرتے ہیں تو یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ کی محبت دنیا میں ٹھہرنے کے لئے نہیں ہے۔ اللہ کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اِس دنیا سے اُس دنیا کی طرف سفر کرنے کا میلان پیدا ہو جائے۔ یہ اللہ کی محبت ہے جو اِس دنیا سے اُس دنیا کے لئے رغبت پیدا کرتی ہے۔ یہ جو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی محبت ہے یہ اللہ کے محبوب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے لئے ہے اور اس راہ پر چلنے والوں اور محسنین کے لئے ہے۔ اب اس محبت کی حفاظت کو آپ نے اپنے ذمے لگا لیا۔ اس لئے محبت کی سب سے بڑی حفاظت یہی ہے کہ محبت اہلِ محبت میں رہے' محبت محبت والوں میں رہے اور دل والا

دل والوں میں رہے۔ تب اس کا دل "دل" رہے گا یعنی ٹھیک رہے گا۔

تو یہ ضروری بات ہے کہ عشق والے ہمیشہ عشق والوں میں زندہ و سرفراز رہیں گے۔ تو آگ آگ کے الاؤ کے ساتھ قائم رہتی ہے اور بجھنے سے بچ سکتی ہے۔ تو محبت کیسے قائم ہو گی؟ جب دل والے دل والوں کے ساتھ رہیں' محبت والا کسی اور محبت والے کو تلاش کرے۔

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

آپ سب مٹنے والے ہیں۔ ایک جیسے خیال والے اگر ہم سفر ہو جائیں تو سفر بہتر کٹے گا۔ اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کو اس دین کی لگن میں جو لگن ملی ہے آپ اس کی حفاظت کریں۔ دین میں محبت کے طور پر سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ حالانکہ بالکل آسان سی بات ہے کہ وقت پر نماز آتی ہے اور وقت پر نماز چلی جاتی ہے' پھر دوسرا وقت آجاتا ہے۔ مگر یہ بھی جہاد کی صورت میں شروع کرو۔ اگر یہ عمل کوئی نہیں روک رہا تو پھر تو بڑی آسان سی چیز ہے۔ اگر آپ کو نماز سے کوئی روک رہا ہے اور جب آپ اسے جھٹک دیتے ہو تو پھر نماز بڑی Achievement ہو جاتی ہے۔ مثلاً" آپ بیٹھے تھے اور آپ کے کچھ مہمان آ گئے مگر نماز کا ٹائم ہو گیا تو اگر آپ نے انہیں کہہ دیا کہ آپ براہ مہربانی چلے جائیں تو یہ ایک Achievement ہے۔ یہ کہنا بڑا مشکل ہے۔ مثلاً" آپ کے ہاں جب مہمان Inlaws میں سے ہوں' بیٹی کے Inlaws ہوں یا بیٹے کے Inlaws ہوں' اگر آپ نے Inlaws کی محبت کو دین کے تحفظ میں لگایا تو یہ بڑی بات ہے۔ اس محبت کو قائم رکھنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ

درود شریف ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا Final راستہ جو ہے وہ درود شریف کا راستہ ہے۔ درود شریف خاموشی کا راستہ ہے۔ اس کا سفر جو ہے آنسوؤں کا سفر ہے اور تہجد کا سفر ہے۔ یہ سارے اللہ کی محبت کی حفاظت کے طریقے ہیں۔ محبت کو آپ تہجد کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' رِقّت کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' درود شریف کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' خیرات کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' لوگوں پر احسان کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' جانوروں سے محبت کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں اور آپ اللہ کے لئے دنیا کا سفر کرنے میں قائم رکھ سکتے ہیں۔ یعنی آپ پیدل سفر کرتے جائیں' ایک شہر' دوسرا شہر' بس صرف چلتے جائیں اور کوئی شخص واقف نہ بنائیں۔ محبت قائم رہے۔ چلتی رہے۔ پھر اللہ کی محبت کا مظہر مل جائے گا۔ کوئی گرو مل جائے گا۔ سچے مرید کو سچا ہی پیر ملنا چاہیۓ۔ سچا پیر اللہ کی محبت کا مظہر ہوتا ہے۔ یہ محبت وہاں آکر سرفراز ہوتی ہے اور اپنے جلوے دکھاتی ہے۔

محبت کا اصل مدعا' اللہ کی دی ہوئی محبت یعنی سرکار ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اس محبت کا طریقہ جو ہے اور وسیلہ جو ہے وہ گرو ہے اور پیر ہے۔ اس کے جو باقی طریقے ہیں ان میں درود شریف ہے' شب بیداری ہے' تہجد ہے' تنہائی ہے' سفر ہے اور محبت کے دوسرے رنگ ہیں۔ دنیا والوں کی' عشق والوں کی جتنی بھی داستانیں ہیں ان کا آپ اندازہ لگاؤ مثلاً" ہیر رانجھے کا قصہ دیکھو کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔ عام آدمی کہے گا کہ پتہ نہیں کون تھا رانجھا۔ اہل دل حضرات کے لئے' یہ بڑا واقعہ ہے۔ وہ بڑی عقیدت سے اسے سنتے ہیں۔ "سیف الملوک"

میاں محمد صاحبؒ کی کتاب ہے' سننے والے اسے بڑے ادب سے سنتے ہیں۔ گویا کہ ان کتابوں کے اندر کوئی نہ کوئی محبت کا راز دیا گیا ہے۔

آپ کو یاد ہو گا کہ حضرت امیر خسروؒ' کو طوطیِ ہند کہتے ہیں۔ خسروؒ کی سب سے مشہور چیز ہے:۔

نمی دانم چہ منزل بود' شب جائے کہ من بودم
بہر سو رقصِ لبسمل بود' شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگارے' سرو قدے' لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود' شب جائے کہ من بودم
خدا خود میرِ مجلس بود اندر لا مکاں خسروؔ
محمدؐ شمعِ محفل بود' شب جائے کہ من بودم

امیر خسروؒ کے کلیات بھی چھپے ہوئے ہیں۔ امیر خسرو کی کتاب "لیلیٰ مجنوں" جو ہے بہت اچھی کتاب ہے۔ "لیلیٰ مجنوں" میں ساری طریقت لکھی ہوئی ہے۔ قصہ لیلیٰ مجنوں کا ہے اور شان خسروؒ کے پیر کی ہے۔

مولانا جامیؒ نعت کے بڑے شہنشاہ ہیں اور "لیلیٰ مجنوں" انہوں نے بھی لکھی ہے۔ لیلیٰ مجنوں تو لڑکی اور لڑکے کا قصہ ہے۔ لیکن نعت والوں نے یہ کیوں لکھا ہے۔ آپ پڑھو گے تو آپ کو پتہ چلے گا۔ دل والے اپنے دل کی سلامتی دل والوں کے قصے میں سمو کر قائم رکھتے ہیں۔ انہوں نے "لیلیٰ مجنوں" کا صرف نام استعمال کیا ہے۔ "لیلیٰ مجنوں" صرف نام لئے ہیں اور قصہ اپنی روح کا بیان کیا ہے۔ اسی طرح "سیف الملوک" نام لیا ہے۔ باقی قصہ میاں محمد صاحبؒ کی اپنی روح کا ہے' وادی

توحید کا قصہ ہے' معرفت کا قصہ ہے' سلوک کا قصہ ہے اور نام "سیف الملوک" رکھا ہوا ہے۔ اب وارث شاہؒ کے قصہ "ہیر رانجھا" کو دیکھیں تو درد کی آشنائیاں ہو رہی ہیں' باطن کے راز معلوم ہو رہے ہیں' اور قصے کا کیا نام ہے "ہیر رانجھا"۔ کہتے یہ ہیں کہ ہیر اب وارث شاہؒ کی ہو گئی ہے اور رانجھے کی نہیں ہے۔ تو میں یہ بتا رہا ہوں کہ بزرگوں نے اللہ کی محبت کی حفاظت دنیا کے اندر کیسے کی ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ نے کہا:۔

کچ دے پینڈے ختم نہ ہوندے
تیرا لٹیا شہر بھنبھور نی سسّی اے بے خبرے

سسّی کون ہے؟ ہر انسان۔ انسان کو اس قصے میں بتایا جا رہا ہے کہ اے بے خبر انسان! تیری دنیا لٹی پڑی ہے اور تو بے خبر ہے' تو برباد ہو چکا ہے' جہاں تو بیٹھا ہے اس کے نیچے برف کی سل ہے جو پگھل جائے گی۔ تو صرف بیٹھا ہوا ہے اور حقیقت میں تو کہیں نہیں بیٹھ سکتا۔ جسے تو حفاظت سمجھ رہا ہے وہ تیری حفاظت نہیں ہے۔ تیری Security بڑی Insecure ہے۔ سسّی بے خبر ہے کہ اس کا شہر بھنبھور لٹ رہا ہے اور اسے پتہ ہی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بڑی عجیب بات ہے اور سارے کا سارا باطن ہے۔ سسّی کیا ہے؟ بھنبھور کیا ہے؟ کیچ کیا ہے؟ پُنل یار کیا ہے؟ یہ سب معرفت بیان ہو رہی ہے۔ خواجہ فریدؒ فرماتے ہیں کہ:۔

اِتھاں میں مُٹھڑی نِت جان بلب
اوہ خوش وسدا وِچ ملک عرب

یعنی "میں یہاں اپنے گھر میں جان بلب ہوں اور ہمارے آقاؐ عرب کے

ملک میں خوش ہیں"۔ یہ ہے محبت قائم کرنے کا طریقہ۔ تو پنّل یار کون ہے؟ خواجہ فریدؒ "سسی پنوں" کی اسی پرانی لوک کہانی میں اپنا درد بیان کر گئے۔ یہ کمال ہے ان بزرگوں کا۔ قصہ وہاں سے لے لیا اور درد اپنا دے دیا۔ ہیر رانجھا ایک واقعہ ہے اور عرفان کس کا ہے؟ وارث شاہؒ کا۔ سیف الملوک کا ایک واقعہ ہے اور عرفان کس کا ہے؟ میاں محمد بخشؒ کا۔ سسّی پنوں کس کا واقعہ ہے؟ سسی کا اپنا واقعہ ہے اور وہ بیچاری ریت میں مرتی رہی لیکن بیان کر دیا خواجہ غلام فریدؒ نے۔ "سوہنی مہینوال" کا گھڑا بھی تو بہت مشہور ہے۔ کچا گھڑا کیا کام کر رہا ہے؟ گھڑا کچا تھا مگر رنگ پکا دکھا دیا۔ تو کچے جو ہیں وہ تاریخ میں پکے مقامات حاصل کر گئے۔ یہ بات میں نے کی ہے اور اس بات کا مصنف میں ہوں' یہ بات یاد رکھنا' یہ بڑی بات ہے! اس کے اندر حقیقت کیا ہے؟ یہ جتنے بھی بزرگ ہیں یہ سب اللہ کی محبت کو قائم کرنے کی باتیں کر گئے ہیں۔ اگر آپ گجرات کے علاقے میں قوالی سنائیں تو لوگ یہاں بھی روتے ہیں۔ ادھر خواجہ فریدؒ کے علاقے میں کوٹ مٹھن اور چاچڑاں شریف جاؤ تو وہاں محبت کا اثر اتنا ہے کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنے لوگ آئے آپ کی اصلاح کے لئے۔ یہ سارے صاحبانِ محبت ہیں۔ سارے اہلِ دل ہیں۔ انہیں کے ذریعے یہ کام ہو سکتا تھا۔ دل کی بات اتنی سی ہے۔ اب حُدی خواں جب لہر میں گانا گاتا ہے تو اونٹ مست ہو جاتے ہیں۔ تحقیق کی گئی کہ اس آواز میں کیا ہے تو پتہ چلا کہ جس کے دل میں درد ہو اور وہ دل محبت والا ہو' اس کی آواز سے اونٹ اس حد تک مست ہو گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ حُدی خواں کیا کرتا ہے' اونٹ تیز کیوں

چلتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ گاتا ہے اور وہ درد والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے گلے میں کیا آواز ہے کہ اونٹ چل چل کر پسینہ ہو گئے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا بس کرو۔ یعنی کہ صاحبِ دل کا ایک بے دل پر اثر ہو گیا اور وہ بے دل اونٹ ہے۔ پھر اللہ کا یہ ارشاد کہ تم کبھی دیکھو اونٹ کو کہ میں نے اسے کیسے تخلیق کیا تو تم حیران و پریشان ہو جاؤ گے' صحرا کے اندر پورے کا پورا ایک کارخانہ بنا رکھا ہے' کبھی اس کی تخلیق پر غور کرو کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا ہے۔ اہلِ دل حضرات اللہ کی دی ہوئی محبت کو اللہ کی مخلوق کے لئے Convert کرتے ہیں۔ اللہ نے جو محبت آپ کو دی ہے' اگر چڑیا کا بچہ مل جائے تو اس سے محبت کرو' کتے کا بچہ مل جائے تو اس سے محبت کرو اور اگر انسان مل جائے تو اس سے محبت کرو' کائنات کے درخت درخت' پتے پتے سے محبت کرو۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ اللہ نے بنایا ہے تو اس سے محبت کرو۔

سؤر کا گوشت کھانا منع ہے لیکن زخمی سؤر کی مرہم پٹی پر کوئی اختلاف نہیں۔ کسی درویش کو بھی اس پہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو محبت سے سرشار ہے وہ ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کا روپ اور جلوہ دیکھے گا۔ اللہ نے اپنے راستے پر آپ کو بلانے کے لئے' آپ کی نگاہ کھولنے کے لئے' کشادہ کرنے کے لئے' اپنی محبت عطا کی تاکہ آپ کی محبت وا ہو جائے اور اللہ کی محبت آپ کی آنکھ کھول دیتی ہے اور جب آنکھ کھل گئی تو پھر ہر طرف جلوے ہی جلوے ہیں۔ اس کے سورج کا نکلنا اس کا جلوہ ہے۔ سورج کا ڈوبنا اس کا جلوہ ہے' بہار ہے' برسات ہے' پھول

ہیں، کانٹے ہیں، شبنم ہے، موتی ہیں۔ یہ سب الگ الگ جلوے ہیں۔ آپ کو محبت ہی اس کائنات سے وابستہ کرتی ہے اور محبت عطا کرنے والے کے ساتھ وابستہ کرتی ہے۔ جس شخص کو شعور کوئی نہیں وہ اللہ کو کیا سمجھے گا۔ اس کو اگر کہیں۔کہ اللہ ہوتا ہے تو وہ کہے گا کہ پتہ نہیں کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح جس آدمی کا دل نہ ہو اسے کیا پتہ کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ پہلے محبت عطا فرماتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دل دیا، دل میں محبت عطا فرمائی تاکہ اپنے راستے پر بلائے۔ آپ اس راستے پر عقیدت سے چلو اور بندش سے نہ چلو۔ اللہ مہربان ہو جائے تو لطف کے ساتھ اپنے راستے کی اجازت عطا فرماتا ہے۔ اللہ اپنے راستے پر چلنے کی اجازت کے ساتھ محبت عطا فرمائے تو اس کو کہتے ہیں محبت کی عطا۔ اصل میں یہ اللہ کی محبت ہوتی ہے۔ اس راستے کی قافلہ سالار ذات، ہر زمانے کے لئے آنے والوں اور جانے والوں کے لئے، سرکار دوعالم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ وہی ہے اس شاخسانہ کا قافلہ سالار، پہلے زمانوں کے ہوں یا بعد کے زمانوں کے۔ اس لئے محبت کی عطا کی حفاظت کا ایک ہی طریقہ ہے یعنی حضور پاکؐ سے محبت کرنا۔

سوال :۔

کیا سوال کرنا مناسب ہے؟ دین اور دنیا میں فرق کیسے معلوم ہو گا؟

جواب :۔

سوال کے لئے سخی میں کوئی فرق نہیں، ایک بندہ اجمیر شریف میں

خواجہ غریبؒ نواز کے آستانے پر گیا۔ بندہ بہت ضرورت مند تھا۔ بہت پرانے زمانے کی بات ہے۔ اس نے کہا خواجہ صاحب میں پشاور شہر سے آیا ہوں اور روپیہ پانچ سو چاہیئے' مہربانی فرمایئے! وہ صدا لگاتا رہا' اس زمانے کی بات ہے جب روپے کی بڑی قدر ہوتی تھی اور وہ شخص' پانچ سو روپے مانگتا جا رہا تھا۔ وہاں سے ایک مولوی قسم کے صاحب گزرے جس کو طریقت پر یقین نہیں تھا۔ کہنے لگے مرے ہوئے سے پانچ سو روپے مانگ رہے ہو' کسی زندہ سے مانگ لو۔ اس نے کہا پھر تم ہی دے دو۔ اس کو پیسے دینے پڑ گئے۔ اس آدمی نے روپیہ جیب میں ڈال کر کہا "اے خواجہؒ! تیرا شکریہ' دلوایا بھی تو کس سے جو تجھے مانتا نہیں ہے"۔

خواجہ غریب نوازؒ سے ایک اور واقعہ بھی منسوب ہے۔ یہ آپ کی زندگی میں ہوا۔ یہ بات سینہ بہ سینہ آتی ہے۔ ایک ہندو کی انگوٹھی گم ہو گئی۔ انگوٹھی پانچ ہزار کی تھی۔ وہ تلاش کرتا رہا۔ ساری دنیا تلاش کر لی۔ انگوٹھی نہیں ملی۔ کسی نے کہا ایک بابا جی ہیں خواجہ صاحبؒ' آپ وہاں چلے جاؤ۔ آپ دن کو روزہ رکھتے تھے۔ جو مرید ہوتے تھے یعنی اہل محفل' ان کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ وہاں پر ایک دیگ رکھی تھی ایک سو بیس من چاول والی' آپ اسے پکا کر تقسیم کرتے تھے۔ وہ ہندو آپ کے پاس چلا گیا۔ عرض کی میری انگوٹھی گم ہو گئی ہے۔ آپ نے کہا اس وقت ہمارے فقیر بھوکے ہیں پہلے ان کو حلوہ کھلا دو۔ اس آدمی نے کہا یہ کیسا بزرگ ہے کہ ایک تو میری چیز گم ہو گئی ہے' پھر جو دس پندرہ بندے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو حلوہ بھی کھلانا پڑے گا۔ اس کے لئے یہ بڑی دقت والی بات تھی۔ اس طرح وہ سوچ میں پڑ گیا۔ چھ مہینے گزر گئے مگر انگوٹھی

نہیں ملی۔ آخر اس نے سوچا کہ چلو بزرگ کی بات مان لوں، کیونکہ بڑے چرچے ہیں۔ جا کر کہا کہ حلوہ کھلاتا ہوں۔ پھر وہ گیا اور دکان سے حلوہ لے کر آیا۔ ٹوکری کھولی تو جس کاغذ میں حلوہ لپٹا ہوا تھا' اس میں انگوٹھی تھی۔ ابھی حلوہ شروع نہیں ہوا اور انگوٹھی باہر آ گئی۔

یہ اہلِ نظر کی باتیں ہوتی ہیں اور یہ بڑے خاص مقامات ہوتے ہیں۔ جھوٹا آدمی وہ ہوتا ہے جو ان واقعات کو اپنے نام سے بلا وجہ منسوب کرنے کی کوشش کرے۔ یاد رکھنا یہ بزرگوں کی بات ہے۔ اپنی زندگی میں اپنی تعریف کرنے والا دراصل جھوٹ کے میدان میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ یاد رکھ لینا! یہ پکی خبر ہے اور کبھی اس بات میں غلطی نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ مہربانیاں فرماتا ہے' دلواتا ہے ان لوگوں سے جو مانتے نہیں ہیں۔ سوال جو ہے جائز ہے۔ عقیدت کے انداز میں سوال کر سکتے ہیں۔ آپ سوال کر سکتے ہیں' دنیا کا سوال ہو یا دین کا سوال ہو' کیونکہ اشیاء نہ دین دار ہوتی ہیں اور نہ دنیا دار ہوتی ہیں۔ یہ صرف آپ کا مزاج ہوتا ہے۔ اگر آپ نے کھانا پکا لیا اور وہ بہت اچھا کھانا ہے' اس میں نیت اگر اللہ کی یاد کی تھی تو وہ کھانا دین بن گیا۔ اگر دین کا Function ہو اور آپ دنیا داری کر رہے ہوں تو پھر آپ دنیا دار ہو گئے۔ کبھی آپ نے دیکھا ہو گا کہ داتا صاحبؒ کے عرس پہ میلہ لگتا ہے۔ وہاں قوال بھی آ جاتے ہیں۔ اکثر عقیدت میں نہیں آتے بلکہ پیسے کے لئے آتے ہیں۔ اب یہ لوگ دین کا مقصد دنیا میں Convert کر رہے ہیں۔ تو یہ ہے دنیا دار۔ گویا اشیاء دنیا یا دین نہیں ہوتیں، بلکہ دنیا دار یا دین دار بندے کا

مزاج ہوتا ہے۔ جب آپ کا یہاں سے نکلنے کا ارادہ ہو اور جب آپ کا سچ بولنے کا ارادہ ہو تو آپ مبالغہ سے بچ جائیں گے' جب آپ اپنے پر Trust نہیں کرتے' تو دوسروں پر Trust یعنی بھروسہ نہ کرو' دوسروں پر زبردستی اپنے آپ کو نہ ٹھونسو' جب آپ صداقت اور عزت کے فیصلے کی Distribution میں فرق رکھو گے تو آپ دین دار ہو جاؤ گے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ لا تلبسوا الحق بالباطل ولا تکتموا الحق ان کنتم تعلمون یعنی "باطل کو حق کا لباس نہ پہناؤ اور حق بات کو مت چھپاؤ کیونکہ تم جانتے ہو"۔ یہ فرق رکھو گے تو پھر آپ کے لئے یہ دنیا بھی آخرت کی دنیا ہے۔ بلکہ اس طرح دنیا کا سارا پروگرام دین بن جاتا ہے۔ اہل دین کے لئے دنیا کی ساری زندگی دین بن جاتی ہے۔ اگر مزاج دنیا کی طرف ہے اور حج کر کے آیا' وہاں سے چیزیں لا رہا ہے اور گن رہا ہے کہ وہاں اتنا پیسہ خرچ ہو گیا' یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا تو اس کی ساری عبادت جو ہے دنیا کے لئے ہے۔ تو گویا کہ کچھ لوگ ہیں جو دین کو دنیا بنا لیتے ہیں' کچھ دنیا کو دین بنا لیتے ہیں' چاہے برباد ہو جائیں۔

اس لئے اللہ سے یہ دعا کرنی چاہئے' اللہ تعالیٰ آپ کی دنیا کو بھی دین بنائے۔ دنیا اچھی ہو جائے اور آپ کی آخرت بھی اچھی ہو۔ یہ دعا کرو کہ اللہ کبھی وہ وقت نہ لائے جب آپ اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اللہ ایسا وقت نہ لائے' جب انسان اپنے باطن کے درجے پر اپنی زبان سے بولنے پر مجبور ہو جائے۔ باطن کا درجہ کوئی نہیں ہوتا۔ باطنی دنیا میں' اہلِ فقر حضرات میں سب سے چھوٹا وہ ہے جو اپنی زبان سے اپنی باتیں کرے۔ اور جو فقرا ہیں انہوں نے جو کچھ کہا' وہ

ایک خاص وقت اور ایک خاص مقام پر فرمایا۔ مثلاً" حضور غوث پاک"
قصیدہ کہتے ہیں تو آپ دیکھیں کہ قصیدہ کہنے والے انسان کی زندگی عجیب
رنگ کی زندگی ہے اور اس زندگی میں بڑے غور کا مقام ہے۔ اس زندگی
میں بڑے بڑے واقعات اور بڑے بڑے احساسات ہیں۔ کسی فقیر، کسی
درویش نے اپنے آپ پر Trust نہیں کیا۔ یہ مقام کب تھا اور غوث
اور قطب کیا تھے؟ یہ تب تھا جب ہندوستان میں ان بزرگوں کا جوگیوں
سے مقابلہ ہوتا تھا' یہ تب کی بات ہے۔ آج کل آپ سارے لوگ ہی
مسلمان ہو اور آپ کا اپنا ماحول ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان کسی دوسرے
مسلمان کو خوف زدہ نہ کرے۔ اب یہ ضروری ہے کہ اپنے باطن کو
دوسرے کی اصلاح کے لئے لگاؤ۔ اب کسی کو اپنا مقام بتانے کا وقت نہیں
ہے۔ سارے مقام اب خاموش ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں میں مقام کی تمنا
اور مقام کا اظہار دراصل اپنے اسلام میں کمی کی بات ہے۔ اس لئے کبھی
یہ بات نہ کرنا کہ یہ میرے مقامات ہیں۔ یہ نہ کہنا کہ ہم نے یہ دعا کی اور
آسمان ہل گیا۔ دعا کرنے کی بات ہے تو آپ کی دعا سے بارش ضرور ہو
سکتی ہے مگر یہ بات خود نہ کہنا۔ یہ ضرور ہے کہ آپ کی خواہش کے
مطابق واقعات ہوں گے' مگر کہنا نہیں۔ ضرور آپ کی بات کا دل پر اثر ہو
گا لیکن یہ نہ کہنا کہ آپ دل پر اثر کر رہے ہیں۔ اس لئے میں کہہ رہا
ہوں ایسا وقت نہ آئے کہ آپ اپنی زبان سے اس کا اظہار کرنے پر مجبور
ہوں۔ اب آپ کو ایک اور بات کی
نصیحت کرتا ہوں' آپ لوگ اللہ کا نام لے کر قرآن شریف ضرور پڑھا
کرو۔ تلاوت نہ ہو سکے تو اس کی Reading کر لو اور معنی سمجھ لو' اللہ

تعالیٰ آپ کو قرآن فہمی کا شعور دے گا۔ بے شک اس کی تفسیر نہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ اس کی روشنی سے آپ کے قلب کو منور کر دے گا۔ پھر آپ کو سوال کی ضرورت نہیں رہے گی اور یہی دنیا' آپ کے لئے دین بن جائے گی۔ پھر دین اور دنیا میں فرق نہیں رہے گا۔

آخر میں آپ سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے راستے کا طالب بنائے!

ٹرانسکرپشن :۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین
کمپوزنگ :۔ رئیس نذیر احمد

تصانیف: واصف علی واصفؒ

نمبر	نام کتاب	صنف	قیمت
-1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)	100
-2	دل دریا سمندر	(مضامین)	140
-3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)	140
-4	شب چراغ	(اردو شاعری)	150
-5	The Beaming Saul		150
-6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)	100
-7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)	140
-8	شب راز	(اردو شاعری)	100
-9	بات سے بات	(نثر پارے)	100
-10	گمنام ادیب	(خطوط)	135
-11	گفتگو 1	(سوال جواب)	145
-12	گفتگو 2	(سوال جواب)	165
-13	گفتگو 3	(سوال جواب)	175
-14	گفتگو 4	(سوال جواب)	175
-15	گفتگو 5	(سوال جواب)	175
-16	گفتگو 6	(سوال جواب)	170
-17	گفتگو 7	(سوال جواب)	160
-18	گفتگو 8	(سوال جواب)	160
-19	گفتگو 9	(سوال جواب)	170
-20	گفتگو 10	(سوال جواب)	180

ادارے کی دیگر تصانیف

نمبر	نام کتاب	مصنف	قیمت
-21	واصف باصفا	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170
-22	واصف واصف	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	160
-23	مکالمہ	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170

کاشف پبلی کیشنز

A/301 جوہر ٹاؤن لاہور